روحانی قوت
اور
دانش انسانی

قمر اقبال صوفی (ہالینڈ)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روحانی قوت

اور

دانشِ انسانی

قمر اقبال صوفی

حق پبلی کیشنز

A-2 سید پلازہ، چیٹر جی روڈ اُردو بازار لاہور

فون: 33-37220631-042

Marfat.com

297.61
ق 7 ر
۱۳۰۵۳
MFN
211706

یا اللہ تیرا شکر ہے
"رحمتیں، برکتیں، وسعتیں"
ناشر: عدیل حق، محمد اجمل

(حقوق اشاعت محفوظ)

نام کتاب .... روحانی قوت اور دانشِ انسانی
مصنف .... قمر اقبال صوفی
سن اشاعت 2016
کمپوزنگ .... انس چوہدری
مارکیٹنگ .... عثمان طارق
قیمت .... -/430 روپے

حق پبلی کیشنز
A-2 سید پلازہ، چیمبر جی روڈ اُردو بازار لاہور
فون: 042-37220631-33
موبائل: 0300-9422434

Marfat.com

حق پبلی کیشنز

04-04-2014

Marfat.com

انتساب

پیارے

امی اور ابو

کے نام

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	تعارف	10
2	اسلامی روحانیت کی تشریح	12
3	انسان جسمانی ہستی ہے یا روحانی	17
4	انسان کا ڈبل	21
5	فیتھ کا غلط استعمال	28
6	خوش رہنا فرض ہے	34
7	زندگی اور موت	38
8	دنیا کے کچھ پرانے واقعات	43
9	ڈاکٹر علامہ اقبال کی تحقیق	47
10	تقدیر یا محنت	52
11	اسلام اور جہاد	56
12	پاکستان کی مختلف لوڈ شیڈنگز	58
13	بچپن کی باتوں اور چیزوں کا اثر	60
14	بچوں کی ٹریننگ	70
15	کیا سیکھنا، کیسے سیکھنا،	75
16	مغرب میں استاد کی عزت	82

Marfat.com

17	ہر سوال کا جواب مل جانا	84
18	کیا وہ بھوت تھے	87
19	عملیات میں وقت ضائع کرنا	95
20	مسخرے ڈاکو	97
21	معاشی معاملات میں کمزوریاں دور کرنا	99
22	ماؤزے تنگ اور اسلام	103
23	ایڈکشن	105
24	شعور لازم ہے	111
25	بڑھاپا ایک نعمت ہے	114
26	خود اعتمادی	116
27	خوابوں کی دنیا	124
28	احساس کمتری	128
29	ہر بیماری کی وجہ سٹریس	130
30	دنیا کی معاشیات	137
31	امریکہ اور یورپ کی معیشت	144
32	مغرب کی حالیہ مشکلات	151
33	مغربی کلچر اور ہم	156
34	سیکھنے میں اوپر سے شروعات کریں	158
35	جادو اور نظر بندی وغیرہ	166
36	حسن وخوبصورتی	173

Marfat.com

37	بڑا ویژن ہی کافی نہیں	176
38	عظیم لیڈر کی نشانیاں	179
39	آئینۂ دل کا منعکس ہونا	181
40	ذہنی طاقت اور جواء	184
41	باز کا خریدار	187
42	خوبیاں اور خرابیاں	189
43	اچھائی اور برائی دنیا میں	193
44	اسلام آسانی کے لئے آیا ہے	197
45	خوشی اور سکون کہاں ہے؟	201
46	ستارے، قسمت، وہم یا اعتقاد	204
47	مشکلات میں کیسی سوچ صحیح ہے؟	208
48	پاکستان کی سب سیاسی و معاشی مشکلات کا حل	210
49	عینک اتار کر تحقیق کریں	214
50	باجماعت نماز کے فوائد	218
51	مثبت سوچ	221
52	علیحدہ علیحدہ اصول	223
53	ہائی انرجی کے وقت کام کریں	224
54	کاروبار میں فرسٹ سوچ رکھیں	225
55	اپنی ویلیوز لازمی بڑھائیں	228
56	پیچیدہ بیماریاں، عجیب علاج	232

Marfat.com

57	پہلے فقیر پھر پیر بنیں	236
58	فیبیئن سوسائٹی	240
59	ہمارے کالم نگاروں کا فضول چلانا	242
60	یورپ میں پاکستانی تارکین وطن کے مسائل	244
61	کیا مستقبل شناسی ممکن ہے؟	248
62	کیا فوت شدہ مدد کر سکتے ہیں؟	260
63	لکھنا کیوں لازمی ہے؟	263
64	تاریخ پڑھنا اور وقت ضائع کرنا	265
65	آج کل مسلمان ناکام کیوں ہیں؟	267
66	کچھ پرانے لوگوں کے روحانی واقعات	272
67	روحانی سفر میں مختلف مراحل	276
68	روحانیت میں کامیابی کے اہم ترین اصول	279
69	صحیح ایمانداری سے کام کرنا	282
70	اپنی کمزوریاں معلوم کریں	284
71	متوازن خوراک	286
72	پاکستان کے وسائل	289
73	کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زورِ بازو کا	292
74	انسان یا شیطان	295
75	کچھ اور باتیں	296
76	تنقید کرنے والے ماہرین	304

Marfat.com

	بیرونِ ملک روزگار	306
77	ہمارے کمپلیکسز	309
78	قرآنِ پاک کے شرعی احکام	310
79	کچھ اہم ترین قرآنی اصول	315
80	ڈر و خوف سب سے بڑی رکاوٹ	321
81	کیا انسان حالات کا غلام ہے؟	326
82	ہمارے شیل کی طاقت	328
83	اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹیں	332
84	روحانیت میں احتیاط کریں	334
85	خود کلامی	336
86	درود شریف	337
87	فضول چیزیں سیکھنے سے بچیں	338
88	فیتھ (یقین کامل) کا جادو	340
89	اندر کی دنیا، وِنر، لوزر وغیرہ	342
90	ہر خواہش اور دعا کی قبولیت میں رکاوٹ کیا؟	346
91	دین کا خلاصہ	355
92	روحانیت میں انرجی بچانا لازم ہے	361
93	شکرگزاری کیوں لازم ہے؟	365

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

میں 1977 سے ہالینڈ میں رہ رہا ہوں، 1980 سے میرا روحانیت کا سفر شروع ہوا۔ اس میں شروع شروع میں سینکڑوں روحانی (Mystic) لوگوں (پاکستانی، مغربی اور دُنیا کے مختلف ممالک اور مذاہب کے) سے ملا ابتداء میں زیادہ دلچسپی پیشنگوئیوں کے موضوع پر رہی۔

جب ان موضوعات پر تحقیق کرنے چلا تو یہ دیکھ کر بڑا پریشان ہوا کہ مغربی لوگوں میں تو نوسٹر ڈامس اور ایڈگر کیس جیسے ماہرین ہیں۔ مسلمانوں میں کیوں ایسے لوگ نہیں گزرے۔

پھر اس وقت یہ سنجیدہ سوال بھی سامنے آیا کہ اگر ہم مسلمان ہی صحیح ہیں تو پھر ہم ہی کیوں دنیا میں ہر جگہ ذلیل ہو رہے ہیں، اور اگر گورے (مغربی لوگ) غلط ہیں تو وہ کیوں ہر جگہ کامیاب ہیں اور بڑے لمبے عرصے سے کامیاب جا رہے ہیں۔ بلکہ زیادہ با تہذیب، صاف ستھرے اور نفاست پسند ہیں۔ وہ کم حاسد بھی ہیں اور زیادہ صحتمند بھی لگتے ہیں۔

کائنات میں انسان کا مقام کیا ہے؟

کیا انسان جسمانی ہستی ہے یا روحانی؟

کرامات آج کل کیوں نہیں ہو رہیں؟

ملا اگر غلط ہیں تو پھر پیر اور صوفی و ملنگ (بظاہر نظر آنے والے) اتنے مکار اور دھوکے

Marfat.com

باز کیوں ہیں؟

ولی اللہ کون لوگ ہیں وہ کہاں پائے جاتے ہیں؟

قرآنِ پاک نے پیروں کا کیوں نہیں بتایا؟

کیا مردہ لوگ مدد کیا کرتے ہیں؟

کیا روحانیت میں Submission ضروری ہے کہ بظاہر اس کا مطلب پیر کے سامنے غلام بن کے کھڑا ہو جانا ہے؟

کیا عشق کی آگ میں بھسم ہو کر ہی روحانیت میں کامیابی ہے؟

جن کیا چیز ہیں؟

قرآن پاک میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو حیوانات کی بولی معلوم تھی ان کو جنوں پر حکومت ملی اور یہ وعدہ ہوا کہ یہ حکومت کسی اور کو نہیں ملے گی (پھر ہم مسلمانوں کو کیا ملے گا)

دنیا میں اتنی بے انصافی، ظلم تشدد کیوں ہے اور اسکا حل کیا ہے۔

اسی طرح اور بے شمار سوالات میرے ذہن میں تھے جب میں نے اسلامی روحانیت میں اپنے سفر کا آغاز کیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے تقریباً سب سوالوں کے جوابات مجھے دے دیے ہیں۔

اس کتاب میں مختلف ابواب میں جن موضوعات پر بات ہو رہی ہے میں نے اس سب ابواب کو ہلکا اور مختصر رکھنے کی کوشش کی ہے لیکن اگر نئے قارئین کو انکی سمجھ نہ آئے تو وہ میری پہلی کتاب ''روحانیت، دانش اور حقیقتیں'' ضرور پڑھ لیں۔

Marfat.com

اسلامی روحانیت کی تشریح

اسلامی روحانیت کی سینکڑوں کتابیں پڑھنے کے بعد مجھے واضح طور پر یہ محسوس ہوا کہ اگر ان کتابوں کی مدد سے کوئی اسلامی روحانیت کو سمجھنا چاہے تو یہ بہت مشکل ہوگا اور پھر یہ کتابیں جو کچھ بتا رہی تھیں لوگ ان سے بہت کم مستفید ہو سکتے ہیں۔ گو موجودہ جدید دور میں قدرت اللہ شہاب، اشفاق احمد اور واصف علی واصف صاحب نے اپنی کتابوں میں کچھ ایسی باتیں کی ہیں، جن سے روحانیت میں دلچسپی رکھنے والے لوگ کچھ نہ کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ان کتابوں میں بھی اسلامی روحانیت کے متلاشی لوگوں کو کافی چیزوں کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ مجھے یہ بھی واضح طور پر محسوس ہوا کہ روحانیت کی کتابیں ایسی ہونی چاہئیں جو سمجھنے میں سادہ، آسان اور عام فہم ہوں۔ گو مطالب میں گہری ہوں پھر ایسی چیزیں لکھیں جو کہ نہ صرف پڑھنے میں ہی خوبصورت اور دلچسپ ہوں بلکہ جن پر عمل کر کے لوگ پورا فائدہ بھی اٹھا سکیں۔ روحانیت میں استفادے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو مادی دُنیا کا بھی کچھ ضروری علم ہونا چاہیے پھر کامیاب کتاب کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ کتاب خشک نہ ہو پُر مزاح اور دلچسپ بھی ہو۔ ان سب چیزوں کو کتاب میں مدنظر رکھنا خاصا دشوار اور محنت طلب کام ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ میں نے کتاب لکھتے وقت ان سب پہلوؤں کو زیرِ غور رکھا ہے۔ گو خود مجھے اس بات کو سمجھنے میں خاصا عرصہ لگا۔

اسلام میں روحانیت کو طریقت کہتے ہیں۔ بہت سے لوگ شریعت اور طریقت کو علیحدہ علیحدہ سمجھتے ہیں۔ جبکہ حقیقت میں یہ دونوں اکٹھے اور لازم و ملزوم ہیں۔ اس میں

Marfat.com

شریعت ایک آئیڈیل معاشرے کی تشکیل اور طریقت ایک آئیڈیل انسان (انسان کامل) کی تشکیل میں پوری طرح مدد کرتی ہے۔ آئیڈیل انسانوں کی تشکیل سے ہی آئیڈیل معاشرے کی تشکیل ہو سکتی ہے۔ اسلامی شریعت و طریقت کا حقیقی مقصد اس زندگی اور اُخروی زندگی دونوں میں کامیابی و کامرانی ہے۔ درحقیقت طریقت (اسلامی روحانیت) میں ہی شریعت بھی موجود ہے کہ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے ہر طرح کی روحانی ترقیاں پانا طریقت کا مقصد ہے۔ اس کی حدود سے باہر جانے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

اسلام میں اُخروی زندگی کو اس دنیاوی زندگی پر بہت زیادہ فوقیت دی گئی ہے۔ لیکن قرآنِ پاک کو غور سے پڑھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیاوی زندگی کو اچھے طریقے سے گزارنا بھی فرض ہے۔ لیکن وہ اصول جو آپ کو اُخروی زندگی میں کامیابی دیتے ہیں ان اصولوں کو دنیا میں بھی استعمال کیا جائے تو یہ دنیاوی زندگی بھی بڑی کامیاب اور روشن ہو جائے گی۔ گو اسلام میں مادی چیزوں کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی، اس کے باوجود روحانیت کی بنیاد اس انسانی صلاحیت پر ہے کہ انسان زندگی میں ہر قسم کی چیزوں کو اپنی طرف کشش کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ جتنی زیادہ ذہنی طاقت ہوگی اتنی ہی یہ کشش زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہ ذہنی کشش ہر قسم کی علمی و ذہنی معلومات کو بھی با آسانی آپ تک لے آتی ہے تاکہ آپ اپنے مطلوبہ کام یا شعبہ ہائے زندگی میں آسانی پیدا کر سکیں۔ اس پر گرفت رکھ سکیں اور آپ کا کام آسان ترین ہوتا چلا جائے۔ اسلام میں اس صلاحیت کو توکل الی اللہ کے نام سے بتایا گیا ہے۔

میں اپنی پچھلی تینوں کتابوں میں تفصیلاً لکھ چکا ہوں کہ نماز و عبادات، نوافل، مراقبات اور قرآنِ پاک کا پڑھنا کس طرح انسان کے لاشعور میں پیغام دے کر اس کے نوری جسم کو ایکٹو کر دیتا ہے۔ انسانی جسم میں اللہ کا عطاء کردہ وہ نور موجود ہے جو کہ اس نے انسان کو اس دنیا میں اپنے خلیفہ (نائب) کے طور پر عنائیت کیا ہے۔ اس نور میں اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

سبھی صفات موجود ہیں۔ گو کہ یہ انسان میں بڑے محدود پیمانے پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو جیسے ایک سمندر ہے اور انسان ایک پیالہ پانی، اور اس پیالہ پانی نے واپس سمندر میں ہی جانا ہے (قیامت کے بعد سبھی مومنین نے جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ہے)۔

جب عبادات و نوافل سے انسان کا روحانی جسم جاگ جاتا ہے تو انسانی ذہن کی طاقت بھی بہت بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر نہ صرف انسان عام انسانوں سے زیادہ ذہین (بلکہ بے حد ذہین تک) ہو جاتا ہے بلکہ ساتھ ہی اس کی اپنی مطلوبہ چیزوں کو کشش کرنے کی صلاحیت بھی بہت بڑھ جاتی ہے۔ ایسا انسان مادی چیزوں کے علاوہ ہر طرح کی علمی اور روحانی معلومات کو بھی اپنی طرف کشش کرتا ہے۔ اس نوری انسان کے اندر اس نوری وجود کے صحیح طرح سے جاگنے کے بعد انسان نہ صرف بہت زیادہ جسمانی قوتِ مدافعت کا مالک ہو جاتا ہے بلکہ اس کی ذہنی طاقت بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ گو اس ذہنی طاقت کو صحیح طرح سے استعمال کرنے کے لیئے منفی سوچ سے بچنا اور مثبت سوچ پر رہنا لازمی ہوتا ہے۔ پھر ایسے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے متعلقہ شعبہِ زندگی کی مطلوبہ معلومات بھی حاصل کرے۔

بغیر عبادت کے بھی انسان اس کشش کی روحانی صلاحیت کو استعمال کر سکتا ہے مگر پھر کچھ عرصے میں ہی یہ توانائی (انرجی) ختم ہونے لگ پڑتی ہے عبادات اس کو ضروری انرجی (پٹرول) دیتی رہتی ہیں۔

نوری جسم کے جاگنے کے بعد انسان کی زندگی بڑی آسان ہو جاتی ہے۔ ہر طرح کی خوشیاں، سکون، مالی کامیابیاں، قابلِ رشک صحت، ذہانت، شہرت، کرامات یہ سب کچھ انسان کے پاس آنے لگ پڑتا ہے۔

اگر لوگوں کو اس کا علم ہو جائے تو پھر وہ سب کچھ چھوڑ کر اسے ہی تلاش کرتے پھریں۔ انسانی روح میں موجود یہ کشش کی صلاحیت ان سب چیزوں کو انسان کی طرف کھینچتی ہے۔

Marfat.com

مگر زندگی کو مکمل اور بھرپور طریقے سے گزارنے میں مددگار کچھ مزید چیزیں میں یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

خوشی اور سکون: یہ زندگی میں مثبت اور لوگوں کی بھلائی کی قسم کے مقاصد سے حاصل ہوتا ہے۔ خوشی سے آگے سکون کی منزل ہوتی ہے۔ عام لوگ تو خوشی کو غم بھلانے کے لیئے تلاش کرتے ہیں اور وقتی خوشی کے بعد اکثر پھر غم ہوا کرتا ہے، اور سکون تو ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جہاں ہر وقت کیف اور مستی سی چھائی رہتی ہے۔

مثبت سوچ اور زندگی میں واحد مقصد ہونا اتنا اہم ہے کہ صرف یہ دونوں چیزیں ہی آپ کی کسی بھی بڑے سے بڑے لیول کی مالی (بلکہ دوسری کسی بھی) کامیابی کے لیے کافی ہیں۔

صحت مندی: انسان اپنے نوری جسم کے جاگنے کے بعد پوری طرح صحتمند ہو جاتا ہے۔ اس کی بیماریوں کے خلاف مدافعت بھی عام لوگوں سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بلکہ یہ دوسرے بیمار لوگوں کو بھی بذریعہ دَم (یا دعا) صحت یاب کر سکتا ہے (خود میرے ساتھ ایسے ہزاروں واقعات ہو چکے ہیں)۔ یہ اگر خود بیمار ہو تو یہ خود کو بھی دم کر سکتا ہے۔ اس کی تقریباً ہر دُعا بھی بفضلِ خدا قبول ہوتی ہے۔

شہرت: روحانی انسان کی ذہنی طاقت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص چاہے تو اپنے مطلوبہ شعبہ زندگی میں شہرت کی صورت میں بھی اسے کیش کروا سکتا ہے۔ گو صوفیاء اسے سخت ناپسند کرتے ہیں، مگر اسلام کے پیغام یعنی تبلیغِ اسلام میں شہرت ہو تو پیغام پہنچنے میں بڑی آسانی رہتی ہے۔ ایسے لوگوں کو تسخیر ذہن کی طاقت بھی مل جاتی ہے۔

علم: روحانی انسان کی ذہنی طاقت اور یادداشت عام لوگوں سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر یہ انسان مثبت سوچ اور فیتھ (پختہ یقین) کی مدد سے اپنے مطلوبہ علم کو اپنی طرف کشش کرتا ہے۔ تحقیق کرنے والے اور فلاسفر علم کو باہر کتابوں اور لوگوں میں ڈھونڈتے ہیں

Marfat.com

اور روحانی انسان اپنے اندر صفائی کر کے یہی علم اپنی طرف کشش کر لیتے ہیں۔ فلاسفروں کی نسبت یہ لوگ کئی گنا آسانی سے ان علوم کے منبوں تک پہنچنے کے قابل ہیں۔

زیادہ روحانیت زیادہ ذہنی توانائی اور زیادہ کنسنٹریشن بھی دیتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بات یا مسئلے پر بڑی دیر تک غور کریں تو پھر اس کے پیچھے چھپے امکانات و فوائد بھی نظر آ جاتے ہیں۔

روحانیت میں ترقی یافتہ اور اہل یقین جہاں پر بھی ہو وہاں ہر قسم کی برکت شروع ہو جاتی ہے۔ قدرتی و موسمی اثرات (زلزلے، سیلاب، بیماریوں) سے بھی بچت رہتی ہے۔ اجڑے ہوئے شہر بہترین شہر بن جاتے ہیں اور اجڑے ہوئے ملک بہترین ملک بن جاتے ہیں۔ "یہ صرف سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ میری بارہا کی آزمائی ہوئی ہیں"

صحیح معنوں میں ترقی شدہ روحانی انسان ایک بادشاہ کی طرح ہو ہوتا ہے۔ لوگوں کو اگر اس طاقت کا علم ہو جائے تو وہ اسے ہی زندگی کی سب سے لازم و اہم شے تصور کریں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ آپ کے اندر ہی موجود ہے مگر جیسے سویا ہوا ہے اس کتاب میں اسے جگانے اور زندگی میں اسے استعمال کرنے کے سبھی اہم ترین اور آسان طریقے بتائے جائیں گے اور اسمیں ہر قدم پر آپ کی رہنمائی بھی کی جائے گی۔

Marfat.com

انسان جسمانی ہستی ہے یا روحانی

یہ ایک بڑا عجیب اور دلچسپ سوال ہے بلکہ روحانیت کا تو سب سے بنیادی سوال یہ ہی ہے۔

عام لوگوں سے پوچھا جائے تو پچانوے فیصد سے زائد کا جواب یہ ہوگا کہ ہم جسمانی ہستی ہیں۔

سائنس کے لفظوں میں ہم بندر سے ترقی کر کے انسان بنے ہیں، پھر جسم مر جاتا ہے اور معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔

ہمارا دین (اور دوسرے ابراہیمی مذاہب بھی) اس سے مختلف بات کرتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی کچھ ہے اور کم از کم روزِ قیامت کو دوبارہ زندہ ہو کر سزا و جزا کا حساب ہوگا اور انسان میں روح بھی ہوتی ہے۔

آجکل کا نیا دور سائنس کا دور کہلاتا ہے۔ سائنس پورا زور اس پر لگا رہی ہے کہ روح یا نظر نہ آنے والی چیزوں (کشف و کرامات و الوہیات) کو بالکل ہی نہ مانا جائے اور موجودہ دور میں دنیا کے لوگوں کی بہت بڑی تعداد بھی یہ ہی عقیدہ رکھتی ہے۔

لوگ دین و مذاہب کو نہ مانیں یا الہامی کتابوں میں موجود شدہ پیغمبروں یا رسولوں کے معجزات کو بھی شک کی نظر سے دیکھیں یا انہیں صرف نبیوں رسولوں کا کام قرار دیں۔

پھر بھی بہت سے ایسے سوال باقی رہ جاتے ہیں جن کی کوئی صحیح توجیح ذہن میں نہیں آتی۔

Marfat.com

مثلاً سچے خوابوں، مستقبل کی کسی نہ کسی حد تک سچی پیشنگوئیاں، روحانی علاج (دم، ریکی، ہیلنگ وغیرہ) دعا وغیرہ کی کوئی بھی توجیح کر لیں اسے انسانی لاشعور کی طاقت ہی سمجھ لیں۔ مگر ایک ہی انسان کے ایک وقت میں دو مختلف جگہ پر موجود ہونے کی آپ کیا توجیح کریں گے۔ خود مجھے کم از کم دس ایسے لوگ مل چکے ہیں، جن کو ایک وقت میں دو جگہ پر دیکھا گیا ہے۔ پنڈی کی ایک مشہور روحانی ہستی میجر صادق صاحب حج پر نہیں گئے تھے مگر اس سال کئی لوگوں نے انہیں وہاں پر دیکھا۔

اس کے علاوہ مجھے خود بہت سے ایسے لوگ مل چکے ہیں جنہیں صبح اٹھتے وقت اپنے بستر پر پیسے وغیرہ ملتے ہیں وہ پیسے رات کو سوتے وقت ان کے پاس نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے کمروں کے دروازے بھی اندر سے بند ہوتے ہیں۔

میں اپنی پچھلی کتابوں میں یہ لکھ چکا ہوں کہ کس طرح عبادات، نوافل، مراقبات اور قرآنِ پاک کے پڑھنے سے انسان کے اندر سویا ہوا نوری انسان جاگنے لگ پڑتا ہے، کہ اسطرح آپ اپنے لاشعور کو جو پیغام مسلسل دیتے ہیں وہ ان پر عمل شروع کر دیتا ہے اور پھر انسان کا نوری جسم بننا اور ایکٹو ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

جسمانی طاقت سے انسان دس انسانوں سے بھی نہیں جیت سکتا۔ مگر روحانی طاقت کی مدد سے وہ دو سو سے بھی جیت سکتا ہے۔

روحانی طاقت جگانے کا طریقہ جو ساری دنیا میں استعمال ہوتا ہے، وہ مراقبات ہے۔ دنیا کے مختلف روحانی لوگ اور مذاہب کے پیروکار اسی پر عمل کرتے ہیں۔

اسلام میں اس کا بہتر طریقہ قرآن پاک پڑھنا، عبادات، نوافل اور ورد و وظائف بتایا گیا ہے۔ گو ساتھ ساتھ مراقبات کیے جاتے ہیں۔ پھر ساتھ پختہ یقین اور اللہ پر پختہ ایمان کا ہونا انتہائی اونچے درجے کی روحانیت تک آپ کو باآسانی پہنچا سکتا ہے۔

میرے تجربات و مشاہدات میں ورد و وظارف، نوافل اور قرآن خوانی ہی اس کا یقینی

Marfat.com

اور طاقتور ترین طریقہ ہے۔

مسلمانوں کو پانچ وقت نماز فرض ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی نظر آتی ہے کہ ہم دن میں پانچ بار اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دی، اللہ سے تعلق کو (ایمان کو) مضبوط کریں۔ اللہ تعالیٰ کا تصور کریں۔ پھر ہم میں موجود اللہ کا عطا کردہ نور جاگنے لگ پڑتا ہے۔

قرآنِ پاک میں ہے، ''اللہ زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے''

اسلام میں داڑھی رکھنے اور عورتوں کے پردے کی بہت سی افادیت ہوسکتی ہے۔ مگر ایک چیز جو سامنے واضح نظر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ روح کو ہی زیادہ اہمیت دو۔

اور اپنی شکل وصورت اور حلیے کو اسی دنیا میں کیش کرانے کی بجائے اصل مقصد یعنی اگلی دنیا کی تیاری کرو۔

ہم دراصل روحانی ہستی ہیں جو کہ جسم میں قید ہیں۔

قرآن پاک ''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت (روحانی مکمل اور طاقتور صورت) میں بنایا اور پھر اسے اسفل سافلین میں گرادیا''۔ (سورۃ والتین آیت ۳)۔

علامہ اقبالؒ کا ایک دلچسپ شعر ہے۔

چشمِ آدم سے چھپاتے ہیں مقامِ بلند
کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار
ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ کہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

انسان دراصل روحانی ہستی ہی ہے مگر عبادت، نوافل و مراقبات کے ساتھ جب انسان روحانی طور پر ترقی کرنا شروع کر دیتا ہے تو ایک خاص حد تک پہنچنے کے بعد (جو آپ اپنے کامیاب روحانی تجربات کو دیکھ کر معلوم کرسکتے ہیں) وہ روحانی بن جاتا ہے۔ پھر اس پر جسمانی اصولوں کا کم اور روحانی اصولوں کا زیادہ اطلاق ہوتا ہے۔ پھر کچھ مزید ترقی کے

Marfat.com

بعد دنیاوی اسباب پر کم سے کم غور کرنا چاہیے۔ گو شروع روحانیت میں ہر انسان کو مادی اسباب پر ضروری نظر رکھنی چاہیے خصوصاً اپنی روزی کے معاملوں میں روحانی ترقی کے بعد ان پر نظر کم کرنا شروع کر دیں۔ اور اپنے کامیاب روحانی تجربات کے بعد اسباب کی بجائے اللہ پر ہی زیادہ توکل کریں۔

قرآن پاک میں اسی سلسلے (خصوصاً انہی لوگوں کیلئے) میں لکھا ہوا ہے۔ تمہارا رزق تو آسمانوں میں ہے تم اسے زمینوں پر تلاش کرتے پھر رہے ہو۔

اسی طرح قرآنِ پاک میں لکھا ہے "اگر تم اللہ پر بھروسہ کرو تو اللہ تمہیں (ہر) مشکل سے نکلنے کا سبب کرے اور تمہیں ایسے طریقے سے روزی دے جو تمہارے گمان میں بھی نہ ہو" (سورۃ الطلاق ۲،۳)

۔(صرف اس آیت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ پر مکمل بھروسہ (اس کے دین پر عمل) ہی آپ کی سب دنیاوی، معاشی اور دوسری مشکلات کو با آسانی حل کر سکتا ہے)

اس کے بعد پھر آگے قرآنِ پاک میں لکھا ہے "اللہ کے دوستوں (ولی) کو (اس دنیا میں اور نہ آخروی دنیا میں) نہ خوف ہوگا اور نہ رنج"۔ (سورۃ یونس ۶۲)

اس دوسرے اور تیسرے آخری بیان کردہ پیغام میں بھی فرق ہے کہ روحانی ترقی (اللہ کی قربت) کے بعد ہر رنج و غم اور مشکلات (جسمانی، مالی، ذہنی) سے جان ہی چھوٹ جائے گی اور زندگی آسان تر ہوتی چلی جائے گی۔

بقول اقبال

خردمندوں (سائنسدانوں) سے کیوں پوچھوں میری ابتداء کیا ہے؟
میں اس فکر میں رہتا ہوں کہ میری انتہا کیا ہے؟
خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

Marfat.com

انسان کا ڈبل

میں نے اپنے سکول و کالج ٹائم میں روحانیت کی کتابوں میں صوفیوں اور فقیروں کے ایک وقت میں دو یا زیادہ جگہ موجود ہونے کا پڑھا تھا۔ مگر بڑے عرصے کے بعد اس کی صحیح سمجھ آئی۔ پھر قدرت اللہ شہاب صاحب کی کتاب ''شہاب نامہ'' میں ان کے جاگتے وقت جسم سے نکلنے کے تجربے کا پڑھا۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے، ''وہ چارپائی پر لیٹے تھے اور اچانک وہ جسم سے باہر نکل گئے۔ اس وقت ان کا ایک جسم چارپائی پر بھی موجود تھا اور دوسرا جسم (جسمِ مثالی) ہوا میں اڑ رہا تھا''۔

پھر 1994 کے قریب خود مجھے بھی یہ ہی تجربات بیسیوں بار ہوئے۔ پھر مجھے کافی سارے اور لوگ ملے جنہیں اس قسم کے خاصے تجربات ہو چکے تھے۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد یہ جسمِ مثالی مزید ترقی کرنے کے بعد کہیں دور دوسری جگہ پر اپنے اصلی جسم کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ یہ وہاں اپنی اصلی شکل و صورت میں بھی موجود ہو سکتا ہے اور کبھی کبھی انسان جس بھی روحانی ہستی سے متاثر ہو مثلاً اس کا پیر یا کوئی اور روحانی رہنما (زندہ یا فوت شدہ کوئی بھی) اس کی شکل میں بھی آجایا کرتا ہے۔

انسان کے اس ڈبل یا وجودِ مثالی کی ایک مضبوط صورت ایسے ہوتی ہے جو سب کو نظر آ رہی ہوتی ہے اور ایک ایسی کچھ کمزور صورت بھی ہوتی ہے جو صرف خود اس شخص کو ہی مراقبے قسم کی کیفیت (جاگتے میں خواب کی کیفیت) میں نظر آتی ہے۔ جبکہ وہاں موجود دوسرے لوگوں کو یہ نظر نہیں آیا کرتی۔

ایک دلچسپ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کا یہ وجودِ مثالی خود اس کو اپنی صورت میں ہی کیوں نظر نہیں آتا؟

Marfat.com

اس کی وجہ بظاہر ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ اگر انسان کے سامنے اس کی اپنی ہی شکل کا دوسرا انسان نظر آجائے تو وہ کہیں گھبرا کر بیہوش نہ ہو جائے۔ اسی وجہ سے اس کا اپنا وجودِ مثالی اکثر کسی پیر یا بزرگ کی (زندہ یا فوت شدہ، اسکے حسب عقیدہ کسی بھی) صورت میں آیا کرتا ہے۔

زندہ انسان کا ڈبل ہی جن بھوت اور نظر نہ آنے کی صورت میں کمروں میں وائبریشن کرتا رہتا ہے۔ لوگ اسے وہ ہی سمجھتے ہیں اب چاہے وہ اسے پری یا دیو مانیں یا کچھ اور۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ کسی اہم کام کو ادھورا چھوڑ کر مر جانے یا تکلیف دہ موت کی صورت میں اگر کسی کا یہ ڈبل بن چکا ہو تو یہ جسمانی موت کے بعد بھی کچھ عرصہ وہاں عجیب سی وائبریشن کرتا رہتا ہے۔ لیکن اس کا اپنا شعور نہیں ہوا کرتا۔ انسانی شعور جسمانی موت کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ بہر حال موت کے بعد یہ کسی زندہ شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بہر حال یہ ممکن ہے کہ ڈر کے مارے اس شخص کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ میرے اپنے خیال میں مرنے کے بعد وہاں پر ڈبل کے بجائے اسکی پریشان وائبریشن (لہریں) باقی رہ جاتی ہیں۔ جو کچھ حساس لوگ محسوس کر کے پریشان ہوتے رہتے ہیں۔

روحانی مشقوں میں مشغول لوگوں میں یہی وجودِ مثالی خواب میں آنا شروع ہوتا ہے۔ پھر جاگتے میں بھی صرف اسی کو نظر آتا ہے۔ بہر حال روحانی ترقی کے بعد یہ دور کسی جگہ پر انسان کی اپنی ہی صورت میں بھی نظر آیا کرتا ہے اور کبھی کبھار کچھ ضرورت مندوں اور مصیبت زدوں کی مدد بھی کر دیا کرتا ہے۔

جس شخص کا یہ ڈبل (وجودِ مثالی) بن چکا ہو اکثر اسے برسوں بعد اس کا علم ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگوں کو تو ساری عمر ہی اسکا علم نہیں ہوتا۔ گو مزید کچھ روحانی ترقی کے بعد انسان کو یہ بھی علم ہو جاتا ہے کہ وہ ڈبل فاصلے پر کیا کر رہا ہے۔ یہ علم ہونے کے بعد بھی صحیح معنوں میں بڑی روحانیت کا دروازہ انسان پر کھلتا ہے۔ پھر ہی یہ لوگ صحیح معنوں میں بڑے روحانی

Marfat.com

بنتے ہیں۔

مگر ہم میں سے بہت زیادہ تعداد میں روحانیت میں مصروف لوگ اس وجودِ مثالی کی دوسری شکل کا علم نہ ہونے کی وجہ سے عجیب وغریب چکروں میں پھنس جاتے ہیں۔

مثلاً۔جعلی عاملوں اور پیروں کے کرتوتوں پر مبنی ایک کتاب ''طلسمی و جناتی پھندے'' کے نام سے پاکستان میں چھپ چکی ہے۔اس میں مصنف کو ایک ایسا عامل ملا جو حضرت علی ہجویریؒ (المعروف داتا صاحبؒ) سے ملاقات کرواتا تھا۔اس نے مصنفِ کتاب کو بھی داتا صاحبؒ سے ملوایا۔اس پر مصنف نے انہیں گلے ملتے وقت لاحول والاقوت الا باللہ پڑھنا شروع کر دیا،تو وہ بزرگ شور مچاتے ہوئے وہاں سے غائب ہو گئے۔

یہ دراصل عامل کا اپنا ہی وجودِ مثالی ہوتا ہے مگر اسے اس چیز کا علم نہیں ہوتا۔

ہمارے ایک مشہور عالم دین (جن کا نام میں یہاں نہیں لکھنا چاہتا ہوں، کہ میں ان کا بڑا احترام کرتا ہوں) کا واقعہ میرے ایک اچھے دوست نے مجھے سنایا ہے۔

میرے اس اچھے دوست کا ایک قریبی دوست جو بڑے اچھے قد کاٹھ کا اور مضبوط جسم کا تھا۔وہ ان عالمِ دین کا باڈی گارڈ بن گیا تھا۔پھر کوئی پندرہ دن کے بعد اس نے یہ ڈیوٹی چھوڑ دی۔

اس کا کہنا تھا، ''ہم ایک دن گاڑی میں بیٹھے مال روڈ لاہور پر جارہے تھے۔لارنس گارڈن کے پاس ان عالم دین نے اچانک گاڑی روکنے کو کہا!

پھر وہ گاڑی سے اتر کر فٹ پاتھ پر چلنے لگ پڑے۔کچھ دور چلنے کے بعد وہ کسی کو ہوا میں گلے ملے پھر تھوڑا نیچے ہو کر کسی چیز کو چوما اور پھر گاڑی میں واپس آ گئے۔

گاڑی میں موجود لوگوں نے یہ سب کچھ کرنے کی وجہ پوچھی،تو وہ عالم دین کہنے لگے ''رسولِ پاک ﷺ اس فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔میں نے سوچا آج دست بوسی کا اچھا

Marfat.com

موقع ہے۔ میں آپ ﷺ کو گلے مل کر اور دست بوسی کر کے آرہا ہوں''۔

اس باڈی گارڈ کا کہنا ہے کہ اگلے اشارے پر جب گاڑی رکی تو میں دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا اور پھر کبھی ان عالمِ دین کے پاس نہیں گیا''۔

یہ واقعہ جب میرے دوست نے سنایا تو وہاں موجود دوسرے لوگ ان عالمِ دین کو جھوٹا کہنے لگ پڑے۔ اس پر میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

''میں ان عالمِ دین کو جانتا ہوں، وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ مگر انہیں جو کچھ نظر آرہا تھا، وہ رسولِ پاک ﷺ نہیں تھے مگر وہ انہیں آپ ﷺ ہی سمجھتے ہیں''۔

بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے پاک و ہند کے مسلمان بھائیوں کو ایک آپ ﷺ کی ایک ایسی حدیث پاک سنادی گئی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔

''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا، کہ شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا ہے''۔

حالانکہ یہ حدیثِ پاک آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ سے متعلق تھی اور صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کو دیکھا ہوا تھا۔

ہم نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا ہے اس لئے اگر شیطان کسی بھی شکل میں آکر ہمارے ذہن پر یہ اثر ڈالتا ہے تو ہم اسے صحیح مان لیتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی آپ ﷺ کی زیارت کی تین صورتیں بتائی ہیں۔

۱) ہر شخص کے ذہن میں آپ ﷺ کی ایک خیالی شبیہ ہوتی ہے۔ وہ انسان کے خواب میں آجاتی ہے۔

۲) لوگ جو درود شریف پڑھتے ہیں، اس کا نور بھی آپ ﷺ کی شکل میں آجاتا ہے۔

۳) یہ اصلی زیارت ہوتی ہے۔

میرے خیال میں پہلی قسم انسان کی اپنی خواہش کا پورا ہونا ہی ہے۔ جیسے کسی بچے کا

Marfat.com

خواب میں کھلونوں سے کھیلتے خود کو دیکھنا وغیرہ۔ ایسے خواب روحانی لوگوں کو بھی آ کر انہیں بھٹکا دیتے ہیں۔ ماضی میں کئی بڑی روحانی ہستیاں ان چکروں میں پھنس کر رہ گئیں تھیں۔

یہاں بیان کردہ پہلی دو زیارتیں صحیح نہیں ہوتیں۔ جبکہ تیسری کو صحیح مانا گیا ہے۔

ہمارے مسلمان آپ ﷺ کی ہر زیارت کو صحیح مان کر ایک عجیب وغریب چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً، میرا جاننے والا کراچی کا ایک مشہور عامل لوگوں کو ایک چیز دکھاتا ہے۔

وہ پہلے کمرے میں سات کرسیاں لگوادیتا ہے، پھر وہ ایک چھوٹے بچے کو بٹھا کر اس کی آنکھیں بند کرواتا ہے اور کچھ پڑھ کر اس پر پھونکتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد وہ بچہ بتاتا ہے کہ فضا میں ایک کرسی اڑتی ہوئی آرہی ہے۔ اس کے آس پاس نور ہے، اس کرسی پر ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان بزرگ کا نام بابا فرید شکر گنج ؒ ہے۔

اب وہ کرسی ہمارے کمرے کے سامنے آکر اتری ہے اور وہ بزرگ اتر کر ساتوں کرسیوں میں سے سب سے نچلی طرف والی کرسی پر بیٹھ گئے ہیں۔

پھر وہ بچہ بتاتا ہے کہ اسی طرح ہوا میں ایک دوسری کرسی آرہی ہے، اس کے آس پاس بھی نور ہے اس پر ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں جن کا نام حضرت علی ہجویریؒ ہے۔

وہ کرسی بھی آکر کمرے کے سامنے رکتی ہے وہ بزرگ اندر آتے ہیں اور وہ بھی پہلے بزرگ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں۔

اس کے بعد بچہ تیسری کرسی کو دیکھتا ہے۔ جس پر جو بزرگ بیٹھے ہیں ان کا نام حضرت معین الدین چشتیؒ (اجمیر والے) ہے۔ وہ بزرگ بھی کمرے میں آکر تیسری کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں۔

پھر چوتھی کرسی آتی ہے اس پر جو بزرگ بیٹھے ہوتے ہیں ان کا نام حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ ہے۔ وہ آکر چوتھی کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد فضا میں پانچویں کرسی نمودار ہوتی ہے۔ جس کے آس پاس پہلی کرسیوں کی طرح نور ہے۔ اس کرسی پر جو بزرگ بیٹھے ہیں ان کا نام بچہ حضرت علی المرتضیٰؓ بتاتا ہے۔

وہ بھی کمرے میں آ کر پانچویں کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں۔

پھر فضا میں چھٹی کرسی نمودار ہوتی ہے۔ اس پر جو بزرگ بیٹھے ہیں ان کا نام بچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بتاتا ہے۔ وہ بھی آ کر کمرے میں چھٹی کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں۔

اس کے بعد بچہ بتاتا ہے کہ فضا میں ایک اور کرسی آ رہی ہے، اس کرسی کے آس پاس بہت سا نور ہے۔ اس پر رسول پاک ﷺ بیٹھے ہیں۔

آپ ﷺ کمرے کے پاس آ کر کرسی سے اترتے ہیں اور کمرے میں تشریف لے آتے ہیں اور سب سے اوپر والی کرسی پر تشریف فرما ہو جاتے ہیں۔

پھر وہ بچہ بتاتا ہے کہ وہاں اس شخص کے لیے اجتماعی دعا ہو رہی ہے، اور پھر وہ سب مبارک ہستیاں واپس چلی جاتی ہیں۔

وہ عامل اس دوران کمرے میں موجود سب افراد سے کہتا ہے کہ وہ بھی آنکھیں بند کر لیں۔ انہیں بھی زیارت کا ثواب مل جائے گا۔

میں اس عامل کو بڑے عرصے سے جانتا ہوں۔ وہ کالے جادو کے چکروں میں پڑا رہتا ہے اور سخت قسم کا فراڈیہ ہے۔ لیکن ہمارے سیدھے سادے مسلمان بھائیوں کو جو ایسی چیزیں (کرتب) دکھا دیتا ہے وہ اسکے ایسے پکے مرید ہو جاتے ہیں کہ آپ چاہے جو کچھ بھی انہیں بتاتے رہیں، وہ پیر کا پلہ نہیں چھوڑتے۔ دراصل یہ ہپناٹزم کا عمل ہوتا ہے گو پاکستان میں اسے حاضرات کا عمل بھی کہا جاتا ہے۔ اور آج کل پاکستان میں تو بچے بھی یہ عمل کر لیتے ہیں۔

اسی کرتب کو دیکھ کر کئی لوگ اپنے فقہ چھوڑ کر دوسرے فقوں میں چلے گئے۔

Marfat.com

قرآن پاک میں لکھا ہے کہ شہید کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔

اسی بنیاد پر بہت سے لوگ شہید کو زندہ بھی کہتے ہیں۔

گو شہید تو وہ لوگ ہیں جو کہ اس دنیاوی زندگی کا امتحان پاس کر کے ابھی سے جنت (برزخ کے اچھے درجے میں) میں پہنچ چکے ہیں (بشرطیکہ وہ صحیح شہید ہوں)۔ میں بھی شہید کو زندہ مانتا ہوں مگر وفات کے بعد وہ برزخ میں زندہ ہوتے ہیں دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔

یہاں پر میرا دوست قلندر چڑ کر کہہ رہا ہے کہ پاکستان میں جعلی سیاسی شہیدوں کی اتنی لمبی قطار تم کس کھاتے میں ڈالو گے۔

مردہ شخص کو زندہ ماننے والی بات خود مجھے اس وجہ سے بھی ہضم نہیں ہو رہی کہ آج تک مجھے کسی ایسے فوت شدہ انسان کا معلوم نہیں ہوا جو کہ زندہ ہو کر میری اور آپ کی طرح کھانا کھاتا سوتا اور چلتا پھرتا ہو اور کم از کم چند دن لگاتار دوسرے چند لوگوں کے ساتھ رہا ہو۔ زندہ شخص کو پرکھنے کی یہی ایک آسان اور صحیح ترکیب ہے۔

بہر حال جنوں کے شائقین کیلئے ایک اچھی خبر ہے کہ پیر پھلاہی (چکوال) میں ایک ایسا عامل ''کامل'' بھی ہے جس نے پندرہ ہزار روپے میں جن بیچنے کی آفر لگائی ہوئی ہے۔

قلندر کہہ رہا ہے ابھی یہ مہنگا ہے میں اس کی کلیئرنس سیل کے انتظار میں ہوں۔

پھر قلندر طنزیہ لہجے میں مجھ سے سوال کرتا ہے ''تم بڑے صوفی اور پیر بنے پھرتے ہو کبھی کوئی جن بھی قابو کر سکے ہو؟ میں قلندر کی اونٹ پٹانگ بکواس سے بڑا تنگ رہتا ہوں اسے کہا ''ہاں اس سلسلے میں بڑی محنت کی، بڑے عمل کئے آخر کار ایک جن ہاتھ آیا مگر اس نے میرے قابو میں آنے کی بجائے الٹا مجھ پر جادو کر دیا اور میری زندگی اندھیر کر ڈالی وہ جن میری بیوی ہے۔''

Marfat.com

فیتھ کا غلط استعمال

پختہ یقین ایک ایسی چیز ہے کہ آپ کی ساری زندگی اس کے آس پاس ہی گھومتی ہے۔ اس کے صحیح استعمال میں ہی ہر طرح کی کامیابی ہے اور غلط استعمال میں انسان ناکامیوں مین پھنس کر رہ جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں دنیا میں ہر کامیابی کی وجہ یقین ہے اور ہر ناکامی کی وجہ یقین کی کمی ہے۔ یقین کا اصول نہ سمجھنے کی وجہ سے بھی عام لوگ اسے بمشکل 10 فیصد بھی صحیح استعمال کرتے ہیں اور 90 فیصد اسے غلط استعمال کرتے ہیں اور ساری زندگی پریشانیوں، سردردیوں اور ناکامیوں میں گزارتے ہیں۔ اسے سمجھ کر اور صحیح استعمال کر کے وہی لوگ ایک انتہائی کامیاب اور خوش وخرم زندگی باآسانی گزار سکتے ہیں۔

آپ کی ناکامی کی وجوہات آپ کے غلط یقین (دماغی پرگرامنگ) ہیں۔ جیسے میں بدقسمت ہوں، میرا ہر کام مشکل سے ہوتا ہے۔ میری زندگی غربت اور مشکل میں گزرے گی۔ میری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ میں نئی چیزیں سیکھنے میں کمزور ہوں یا فلاں قسم کی چیزیں سیکھنے میں کمزور ہوں۔ زندگی مشکل ہے۔ ابھی خاصا وقت میرے حالات صحیح ہونے میں لگے گا۔ فلاں فلاں مشکلات میرے حالات صحیح نہیں ہونے دیتیں۔ میرے بہن بھائی

Marfat.com

بہت برے حالات میں ہیں، انہیں برسوں ابھی برے حالات میں رہنا ہے۔ (حالانکہ اللہ چاہے تو چند دنوں میں ہی ان کے حالات صحیح کر سکتا ہے)۔

کسی چیز کی کامیابی کا یقین نہ ہو تو انسان اس میں صحیح کوشش ہی نہیں کرتا ہے اور اس میں ناکام رہتا ہے۔ اس کے بجائے اگر انسان میں اپنی کامیابی کا یقین ہو تو پھر یہ انسان پورا زور لگاتا ہے، اور اگر اس کی کامیابی کا امکانات بیس فی صد بھی ہوں تو اپنے یقین کی مدد سے انہیں اسی فیصد کر لیتا ہے۔

ہر طرح کی دماغ کی غلط یا الٹی پروگرامنگ پر ہم فیتھ کا الٹا زور لگا کر اسے کئی گنا بڑھا لیتے ہیں۔ جیسے جادو کا وہم ہو جائے تو پھر انسان ہر کام کو شروع کرتے وقت ہی ناکامی ذہن میں رکھتا ہے، اور اگر کامیابی کا امکان ہو بھی تو ایسا شخص ناکام ہی رہتا ہے۔

فیتھ کا غلط استعمال یہ بھی ہے کہ اگر مریض کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ صحتمند نہیں ہوگا تو پھر دنیا کی بہترین دوائی، دنیا کا قابل ترین ڈاکٹر بھی اسے صحتمند نہیں کر سکے گا۔

اسی طرح ہم لوگ فیتھ کا عجیب و غریب استعمال کرتے ہیں۔ جیسے فلاں دن میرے لئے لکی ہے، اور فلاں دن ان لکی ہے۔ اسی طرح فلاں نمبر، فلاں دھات، فلاں پروفیشن میرے لیے لکی ہے۔ میرا پامسٹری، آسٹرالوجی، نمبرالوجی، رمل، جفر، ٹیرٹ کارڈ وغیرہ میں برسوں کا تجربہ ہے۔ اس میں معلوم ہوا کہ ہم لکی، ان لکی دن اور دھاتیں وغیرہ خود ہی یقین کی مدد سے تخلیق کرتے ہیں۔ اسی طرح جس کام کو شروع میں سمجھ جائیں اور اس میں روانی حاصل کر لیں تو وہ پروفیشن ہمارے لئے لکی بن جاتی ہے۔ اس چیز کو اکثر لوگ اپٹی چیوٹ بھی کہتے اور سمجھتے ہیں۔

ہم مسلمان اکثر قرآن پاک کی آیتوں کے اور اسمائے الٰہی کے ورد کرتے رہتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں موجود ہر لفظ اور آیت کی اپنی اپنی انرجی ہے۔ مگر پھر بھی ورد کی کامیابی پر یقین ہو تو آپ کو پورے نتائج ملیں گے۔

Marfat.com

ہم سب خوف کا شکار ہیں۔ ہماری زندگی میں سینکڑوں طرح کے خوف ہیں۔ موت کا خوف، غربت کا، بیماری کا، مستقبل کا، لوگوں کی تنقید کا، تنہائی کا، ناکامی کا، اولاد کی نالائقی کا، اپنے پیاروں کی جدائی کا، اندھیرے کا، جنوں بھوتوں کا، بددعاؤں اور جادوٹونوں کا ہر قدم پر خوف ہی خوف ہیں۔ ان کا علاج سوائے پختہ یقین (فیتھ وتوکل الی اللہ) کے اور کوئی نہیں۔

دراصل انسان جب تک کچھ عرصہ تک کامیابی کے ساتھ خود پر فیتھ کو نہ آزمالے اس کا شک وشبہ دور نہیں ہوتا۔ یہ ایک انسانی کمزوری ہے۔ انسان کو اگر دس کامیابیوں کے بعد بھی ایک ناکامی ہو تو وہ پچھلی دس مسلسل کامیابیوں کو بھول کر اکثر پھر سے صفر پر آجاتا ہے۔ حالانکہ ہوسکتا ہے کہ وہ ناکامی درحقیقت اس کے لئے بہتری کا سبب ہو۔ اسی وجہ سے لوگ خود پر فیتھ رکھنے کے بجائے باہر کہیں (اکثر کہیں دور) مزار، پیر یا کسی بھی چیز پر رکھ لیتے ہیں۔ اسلام نے اسی لیئے صرف اللہ پر ہی فیتھ رکھنے کو کہا ہے، اور اللہ سے ڈائریکٹ رابطے کا بتایا ہے۔ خود ہم نے ہی دوسرے پیچیدہ راستے اختیار کیئے ہیں اور ان میں سے جس میں بھی ایک بار کامیابی ہو جائے چاہے وہ اتفاقاً ہی ہو تو ہم اسی طریقے پر اپنے یقین کو پختہ کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور خصوصاً جہاں پر بھی کچھ تقدس کا ایلیمنٹ شامل ہو جائے وہ اسے مزید طاقت دیتا ہے، اور ہم دوسرے سب ساتھیوں کو بھی اسی طریقے پر عمل کرنے کا کہتے ہیں اور بضد بھی ہوتے ہیں، اور جب آپ کا اپنے اس دریافت شدہ طریقے پر پختہ یقین ہوتا ہے تو پھر اس دوسیرے شخص کو بھی آپ کے یقین کی وجہ سے کچھ کامیابی حاصل ہو جاتی ہے، اور یہ سلسلہ (جو کہ شریعت کے حساب غلط ہے) پھیلتا ہی چلا جاتا ہے۔

فیتھ کا ایک سب سے غلط استعمال جو ہم لوگ اکثر کرتے ہیں وہ ہماری آمدنی کے بارے میں ہوتا ہے۔ اس میں سب سے بڑی مددگار چیز یہ ہوتی ہے کہ آپ کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ آپ اپنی مطلوبہ آمدنی (جو کہ 10 ہزار روپے سے دس کروڑ روپے کے درمیان کچھ

Marfat.com

بھی ہوسکتی ہے) کو حاصل کرنے کے قابل ہیں اگر یہ یقین ہو تو مطلوبہ آمدنی کہیں نہ کہیں سے مل ہی جاتی ہے۔ اس میں اہم ترین غلطی جو میرے تجربے میں آئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ یہ سوچتے رہتے ہیں کہ ان کی مستقل آمدنی کس طرح سے آئے گی؟ کہاں سے آئے گی؟ موجودہ حالات میں تو کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے یا موجودہ آمدنی کس طرح بڑھ جائے گی؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس میں انہیں چاہئے کہ وہ اسے اللہ پر چھوڑ دیں وہ کوئی بھی ذریعہ یا طریقہ استعمال کرے گا جس میں آپ کو مطلوبہ آمدنی ملتی ہی رہے گی۔ یا پھر اگر آپ کا توکل ابھی پختہ نہیں ہوا ہے تو تھوڑی بہت تحقیق کرنے کے بعد کوئی دوکان یا دفتر بنا کر بیٹھ جائیں۔ اللہ خود ہی صحیح ایڈوائزر اور گاہک بھی بھیجنے شروع کر دے گا۔

کاروبار شروع کرنے سے پہلے اگر آپ کو اس میں کامیابی پر پختہ یقین ہو تو صحیح معلومات اور ایڈوائزر مل جایا کرتے ہیں۔ اس یقین کی صورت میں آپ کے لاشعور کے سارے خانے کھل کر آپ کی مدد کو آجاتے ہیں اور کامیابی تقریباً یقینی ہو جاتی ہے۔

آپ کو مالی ترقی نہ کرنے کی ایک بڑی وجہ ایسے غلط خیالات و یقین ہوتے ہیں کہ میں اب اس عمر تک کچھ نہ کر سکا اب کیا کر پاؤں گا۔

میرے حالات ایسے ہیں کہ مجھے کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے میری شخصیت ایسی ہے کہ میں دنیا میں کوئی کامیابی (مالی و معاشرتی) حاصل نہیں کر سکتا۔

میں نے ایسا فلاں موقع کھو دیا اب مجھے کہاں دوبارہ ایسا موقع ملے گا۔

بے ایمان لوگ ہی آج کل ترقی کرتے ہیں۔

روپیہ پیسہ روحانیت کا دشمن ہے۔ پیسے والے بُرے لوگ ہوتے ہیں۔

''آپ کے لئے انتہائی لازم ہے کہ ان سب خودساختہ وجوہات کو دور کریں''۔

خود کو دلیلیں دیں کہ آپ مالی کامیابیوں کے قابل ہیں۔ لوگ ہر حالات، ہر عمر، ہر قسم کی شخصیت کے ساتھ ترقی کر جاتے ہیں۔ بس آپ نے خود کو یہ یقین دلانا ہے کہ آپ

Marfat.com

کامیابی کے قابل ہیں۔'' اس پر خوب غور وفکر کریں پھر جب آپ کو اپنے اندر سے یہ آواز آجائے گی کہ آپ اسمیں کامیاب ہوں گے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی''۔

اہم اصول یہ ہے کہ مضبوط پختہ یقین آپ جس چیز پر رکھیں گے وہ چیز ہو جائے گی۔ جس کام پر رکھیں گے وہ کام ہو جائے گا۔ یہ اگر پتھر پر بھی رکھیں گے تو آپ کو اس سے فائدہ ملے گا۔ اسی کے غلط استعمال (یا ہماری لاعلمی) کی وجہ سے لوگوں نے قبر پرستی سے لے کر بت پرستی تک بے شمار راستے ایجاد کر لئے ہیں۔

حالانکہ انسان کو اللہ پر پختہ یقین پھر اپنے اشرف المخلوقات (اللہ کے نائب وخلیفہ) ہونے پر اور اپنے شریعت کے راستے پر پختہ یقین ہو تو ہر کام میں اتنی غیبی مدد آتی ہے کہ انسان کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ یہی سب سے صحیح راہ ہے۔

علامہ اقبال کا شعر ہے۔

جب اس انگارہِ خاکی میں ہو جاتا ہے یقین پیدا
تو پھر یہ کر لیتا ہے بال و پر روح الامین (روح القدس) پیدا

گو کاروباری اور مسابقت کی دنیا میں انسان کو چاہئے کہ وہ پہلے اپنے سارے نظام کو صحیح کرے۔ اس میں دنیاوی علوم (بیرونی علوم) کی مدد لے، سب کاروباری معلومات حاصل کرے سارے سوراخ بند کرے (یعنی اونٹ کا گھٹنہ ضرور باندھیں) فیتھ اور لاجک میں بیلنس رکھنا بڑا ضروری ہے۔ صوفی عنایت خان (مرحوم) کا اس بارے میں ایک دلچسپ قول ہے

IF REASON LEEDS AND FAITH FOLLOWS
AND SUCCESS IS NOT SURE BUT IF FAITH LEEDS
REASON FOLLOWS SUCCESS IS·SURE

Marfat.com

ہم ساری عمر اپنی فیتھ (یقین) اور دلیل میں ترتیب صحیح نہیں کرتے یا تو صرف عقل کی مانتے ہیں اور فیتھ کو بالکل استعمال نہیں کرتے۔ یا پھر فیتھ کی اس طرح مانتے ہیں کہ عقل کو درمیان سے اڑا دیتے ہیں زندگی میں حقیقی معنوں میں کامیابیوں خصوصاً بڑے لیول کی کامیابیوں کے لیے اپنے فیتھ پر پختہ یقین اور اسکے ساتھ دلیل وعقل کو بھی پیچھے (مگر زیادہ فاصلے پر نہیں) چلانا چاہیے ایسا کرنے والے لوگ ہی حقیقی معنوں میں پختہ ترین انسان ہوا کرتے ہیں اور مذہبی زندگی میں ایسا کرنیوالے ہی صحیح معنوں میں مردِ مسلمان بنا کرتے ہیں۔

Marfat.com

خوش رہنا فرض ہے

خوش رہنا آپ کا فرض ہے اور آپ کو خود کو نا خوش رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

خوش نہ رہنا ناشکری ہے اور ناشکری اللہ کے حکم سے باہر کی چیز ہے۔

ہم لوگ اپنی ساری توجہ اس بات پر لگاتے ہیں کہ ہم سروائیو کر سکیں۔ یعنی اپنی روزی کمائیں، سر چھپانے کی جگہ ہو اور ضروریات زندگی کے پیسے ہوں۔

قلندر کہہ رہا ہے کہ اگر زندگی کا مقصد یہی ہے تو لعنت ہے ایسی زندگی پر۔

پھر یہ ضروریاتِ زندگی پھیل کر عیش و عشرت کی زندگی میں بدل جاتی ہیں، اور یہ دوڑ کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اس دوڑ میں اکثر ہم اپنی صحت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

وجہ یہ کہ ہم لوگ خوش رہنا نہیں سیکھتے، سٹریس کا سامنا کرنے کا طریقہ نہیں سیکھتے۔ سٹریس ہمیں اکثر لا علاج قسم کی بیماریاں (شوگر، بلڈ پریشر، ہارٹ ٹربل وغیرہ) میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مستقل بیماریوں (CHRONIC DESEASE) کی نوے فیصد وجہ سٹریس ہی ہوتا ہے۔ باقی دس فیصد وجہ غلط خوراک یا ورزش کی کمی ہوتی ہے۔ میں اپنی پچھلی کتاب "اسرارِ روحانیت اور کامیاب زندگی" میں اس پر تفصیلی بات کر چکا ہوں۔

چند ماہ پہلے میں پاکستان میں تھا تو لاہور چھاؤنی میں ایک محفل میں بلایا گیا۔ وہاں کوئی بیس پچیس پڑھے لکھے حضرات موجود تھے۔ میں نے سٹریس کو ہی تقریباً ہر کرونک بیماری کی وجہ بتایا اور کہا کہ ہم لوگ پریشانی کو دل پر لے لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ پریشانی تو چند ماہ کے بعد چلی جاتی ہے یا کم ہو جاتی ہے مگر سٹریس کی وجہ سے ہونے والی بیماری ہمارے ساتھ پکی رہ جاتی ہے۔

تو اس پر ایک صاحب ہنس کر بولے "میری تو طبیعت ہی سٹریس لینے کی ہے، میں تو

Marfat.com

اس سے نہیں بچ پاتا"۔

اس پر میں نے کہا کہ " آپ کی طبیعت ایسی نہیں تھی، مگر آپ نے ایسی بنا لی ہے۔ اسے تبدیل کرنا بالکل ممکن ہے۔ اس میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ آپ کہ علم ہونا چاہئے کہ یہ عادت نقصان دہ ہے، اور دوسرا یہ کہ اسے تبدیل کرنا ممکن ہے۔ جب انسان کو یہ علم ہو جائے تو وہ خود کو یقینی طور پر تبدیل کر سکتا ہے۔ اسکے بعد اسے تبدیل کرنے کا پکا فیصلہ کر لیں۔

پھر جو پریشانی حل ہونے والی ہو اُسے حل کریں جو آدھی حل ہونے والی ہو اسے آدھا حل کریں، اور جو حل نہ ہونے والی ہو اسے خدا پر چھوڑ دیں۔ خود اس پر پریشان ہو کر آپ خود کو پہلے کمزور اور پھر بیمار کر لیں گے اور اسی وجہ سے وہ پریشانی آپ کے لئے مزید کئی گنا بڑھ جائے گی۔

اگر آپ صحتمند ہیں تو آپ کم از کم روزی کمائیں گے، بیمار آدمی تو ایسا نہیں کر پاتا بلکہ الٹا وہ دوسروں پر بھی بوجھ ہوتا ہے۔

مشکل کو صورت میں یہ دیکھیں کہ یہ مشکل آپ کو زیادہ سے زیادہ کہاں تک لے جا سکتی ہے، اور پھر کم از کم کہاں تک۔

ان دونوں کے درمیان بہت زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔ انسان ایک ایسی چیز ہے کہ وہ ہر مشکل کا سامنا کر سکتا ہے۔ مثلاً اگر کسی عورت کا خاوند جوانی میں فوت ہو جاتا ہے، تو چند ہی ماہ کے بعد اسے نئی زندگی کا عادی بننا پڑتا ہے"۔

پھر میں نے ہنس کر کہا کہ مشکل نے زیادہ سے زیادہ کیا تو کیا کر سکتی ہے؟ یہ آپ کو جان سے ہی مار سکتی ہے۔ اس صورت میں بھی اگر آپ نیک انسان ہیں تو موت آپ کے لئے تحفہ ہی ہوتی ہے۔ آپ کے پچھلے رہنے والے خود ہی گزارا کر لیں گے۔

اس پر میرے ایک دوست خالد صاحب (جو حبیب بنک سرور روڈ صدر بازار لاہور

Marfat.com

کینٹ میں آفیسر ہیں) بولے۔

"جب میں سات سال کا تھا تو میرے والد صاحب فوت ہو گئے تھے۔ میرے چھوٹے بہن بھائی بھی تھے مگر ہم سب لوگ اچھی طرح پل بڑھ گئے۔ اس لئے مشکل کو بہت زیادہ سیریس لینا کوئی عقلمندی نہیں ہوتی ہے"۔

آپ کی زندگی میں بے شمار خوشیاں ہوتی ہیں۔ غم تو آپ کو یہ ہی بتانے کے لیئے آتے ہیں کہ خوشیوں کی قدر کریں۔

رات نہ ہو تو دن کی قدر کون کرے۔ بیماری نہ ہو تو صحت کی قدر کون جانے۔ بدی نہ ہوتی نیکی کا کیا پتہ چلے۔

غربت نہ دیکھی ہو تو امارت کی بھی قدر نہیں ہوتی۔

دنیا میں ہر چیز کا جوڑا اور ضد ہوتی ہے۔ ترقی کے لئے مقابلہ وضد لازمی ہوتے ہیں۔

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

مشکلیں تو آپ کو جگانے کے لئے آتی ہیں کہ مستقبل میں آپ بڑی مشکلوں سے بچ سکیں۔

جیسے اگر کسی کو کاروبار میں کچھ نقصان ہو جائے تو وہ اس سے سبق سیکھ کر کل بڑے نقصان سے بچ جائے گا۔

اللہ سے یہ دعا نہ مانگیں کہ وہ آپ کو مشکلیں بالکل ہی نہ دے، بلکہ یہ دعا مانگیں کہ وہ آپ کو مشکلوں کا سامنا کرنے کا حوصلہ دے۔

قلندر ایک لطیفہ سنا رہا ہے "ایک بہرا کسی بیمار کی تیمارداری کے لئے گیا۔ اس نے سوچا میں پوچھوں گا کیا حال ہے؟

Marfat.com

وہ کہے گا خاصا بہتر ہوں۔

تو میں اس سے کہوں گا اللہ اس میں ترقی دے۔

پھر اس سے پوچھوں گا کونسی دوائی لے رہے ہو؟

وہ دوائی کا نام لے گا، تو میں کہوں گا کیا لا جواب دوائی ہے۔

پھر میں اس سے پوچھوں گا کونسے ڈاکٹر سے علاج کرا رہے ہو،

وہ نام لے گا تو میں اس ڈاکٹر کی تعریف کروں گا۔

اس کے بعد اس سے پوچھوں گا بیماری کیا ہے؟

غرض کہ اس نے ان سب سوالوں کے جواب رٹ لئے۔ جب وہ مریض کے پاس پہنچا تو اس سے پوچھا، کیسی صحت ہے؟

مریض تنگ آیا ہوا تھا۔ کہنے لگا، مر رہا ہوں۔

تو وہ صاحب بولے، اللہ اس میں مزید ترقی دے۔

پھر پوچھنے لگے، کونسی دوائی لے رہے ہو؟

مریض غصے سے بولا، زہر۔

اس پر وہ صاحب کہنے لگے، کیا لا جواب دوائی ہے!

پھر ان صاحب نے پوچھا، کونسے ڈاکٹر سے علاج کرا رہے ہو؟

مریض جل کر بولا، ملک الموت سے۔

تو وہ صاحب کہنے لگے، سارے شہر بلکہ ملک میں اس سے قابل ڈاکٹر کوئی نہیں ہے۔

پھر اس مریض سے پوچھنے لگے، کہ کونسی بیماری ہے؟

تو مریض جو ناک و ناک آ گیا تھا، کہنے لگا، مرضِ بڑھاپا۔

تو اس پر وہ صاحب کہنے لگے، بڑی موذی بیماری ہے، پچھلے سال ہمارے محلے میں اس بیماری سے کئی بچے مر گئے تھے۔

Marfat.com

زندگی اور موت

کچھ عجیب وغریب حادثات ایسے ہوتے ہیں جن کو سن کر انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے اور اس کا ذہن ان کی کوئی توجیح نہیں کرتا۔

زندگی اور موت کا کھیل دنیا میں عجیب وغریب طریقے سے چل رہا ہے۔ ایمسرڈیم میں میرا ایک دوست گوگی بٹ مجھے اپنے ایک کزن کا واقعہ سنا رہا تھا۔

وہ کہنے لگا "میرا کزن لاہور سے اسلام آباد جا رہا تھا۔ وہ کوچ میں سوار ہوا تو کوچ ڈرائیور اس کا واقف نکل آیا۔

وہ کھڑا ہو کر اس سے گپیں مارنے لگ پڑا۔ اب اس کا اور ڈرائیور دونوں کا دل تھا کہ وہ ڈرائیور کے پاس اگلی سیٹ پر بیٹھے۔ جبکہ بس میں سب سے پیچھے ایک ہی سیٹ خالی رہ گئی تھی۔

بس میں اگلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے باقی سب لوگ دو دو تھے۔ صرف ایک ساٹھ سالہ ادھیڑ عمر شخص اکیلا تھا۔

میرے کزن اور ڈرائیور دونوں نے اس کو سیٹ چھوڑ کر پچھلی سیٹ پر جانے کو کہا۔ اس شخص کا پچھلی سیٹ پر جانے کی کوئی مرضی نہیں تھی۔

لیکن جب دونوں نے اس پر زور ڈالا تو وہ شخص مجبوراً اٹھ کر پیچھے چلا گیا۔

کوچ لاہور سے چلی تو گجرات، لالہ موسیٰ کے پاس وہ سریہ لادے ہوئے ٹرک میں پیچھے سے جا لگی۔

ڈرائیور اور سارے مسافر ہلاک ہو گئے، صرف وہ شخص بچا، جسے سامنے سے اٹھا کر پیچھے زبردستی بٹھایا گیا تھا۔ پھر اس شخص نے ہی وہ سارا واقعہ سنایا"۔

Marfat.com

اسی طرح قاسم بلڈنگ صدر بازار لاہور چھاؤنی میں میرے بچپن کے دوست گورو خان نے اپنا ایک واقعہ سنایا۔

"یہ کوئی 1970 کی بات ہے۔ ہم چند دوست اکٹھے ہو کر بس میں ملتان جا رہے تھے۔لاہور سٹاک ایکسچینج کا ایک مشہور بروکر (جس کا نام میں نہیں لینا چاہتا) بھی اس گروپ میں تھا۔ جب وہ بس میں سوار ہوئے تو انہیں درمیان میں سیٹیں ملیں۔ وہ سب دوست پاس پاس بیٹھنا چاہتے تھے۔ مگر وہاں سیٹوں پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ جگہ کم پڑ رہی تھی۔ انہوں نے اس شخص سے کسی دوسری سیٹ پر جانے کی درخواست کی۔ مگر وہ شخص نہ مانا۔ انہوں نے پھر کہا تو اس شخص نے نفی میں جواب دیا۔ باقی سب دوست کہنے لگے، چلو ہم پیچھے چل بیٹھتے ہیں۔ مگر وہ سٹاک بروکر غصے میں آ گیا، اور کہنے لگا، "اس شخص کو لازمی یہاں سے اٹھنا پڑے گا"

ہم سب نے اسے کہا کہ وہ غصے میں نہ آئے، مگر وہ نہ مانا۔ حالانکہ وہ ایسا ضدی اور لڑاکا نہیں تھا۔ مگر اس وقت وہ جیسے چڑ کر اس شخص کے پیچھے پڑ گیا، اور آخر اس شخص کو وہاں سے اٹھا کر وہاں پر خود بیٹھ گیا۔

بس وہاں سے چلی، تو چند میل کے بعد ہی ایک ٹرک اس کی سائیڈ پر ٹکرایا۔

اس حادثے میں صرف ایک ہی شخص کی موت ہوئی۔ باقی تین چار افراد معمولی زخمی ہوئے۔ مرنے والا شخص ہمارا دوست سٹاک بروکر تھا۔

اس سٹاک بروکر کے مرنے کے کوئی ایک ماہ بعد ہی سہگل فیملی کے ایک بزرگ بھی فوت ہو گئے۔

ان بزرگ کے سارے سٹاک شیئرز اسی سٹاک بروکر کے پاس تھے۔ وہ سارے شیئرز اس کمپنی کے ایک ملازم کے ہتھے چڑھ گئے۔ جن کا وہ مالک بن بیٹھا۔

بعد میں انہی پیسوں سے وہ ملازم لاہور سٹاک ایکسچینج کا ایک مشہور بروکر بنا"۔

Marfat.com

روس میں ایک دفعہ کوئی 1990 کی دہائی میں ہوائی جہاز کا حادثہ ہوا تھا۔اس میں باقی سارے مسافر ہلاک ہوگئے،صرف ایک ائیر ہوسٹس زندہ بچی تھی۔

اس ائیر ہوسٹس کا کہنا ہے کہ حادثے کے وقت کسی نوری وجود نے اسے اٹھا کر جہاز کی دم کی طرف پھینک دیا تھا

اسی طرح 2009 میں لیبیا میں ایک ہوائی حادثہ ہوا تھا،جس میں صرف ایک بارہ سالہ بچی زندہ بچی تھی۔باقی سارے مسافر ہلاک ہوگئے تھے۔

جہازوں کے حادثات کی صورت میں ایک بات خصوصاً قابلِ ذکر ہے کہ ان سب جہازوں میں پرواز میں مس کرنے والے مسافروں کی تعداد دوسرے جہازوں کی نسبت کوئی دوگنی ہوتی ہے۔

اس موضوع پر کافی تحقیق کرنے کے بعد بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ موت کا وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے،اوراس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ماضی میں ہونے والے کئی مشہور واقعات بھی ہمیں اسی نتیجے پر لے جاتے ہیں۔

16 ویں صدی عیسوی کی بات ہے،مشہور مغل بادشاہ بابر کا لاڈلہ بیٹا ہمایوں سخت بیمار ہوگیا۔ بیماری طول پکڑتی چلی گئی،حالت اتنی بگڑ گئی کہ طبیبوں نے بھی جواب دے دیا۔

سخت مایوسی کی حالت میں شہنشاہ بابر نے نجومیوں اور عالموں سے رجوع کیا۔آخرکار ایک بزرگ نے اسے بتایا کہ ہمایوں اسی صورت میں بچ سکتا ہے،اگر بابر بادشاہ اپنی دینا کی سب سے پیاری چیز اس پر قربان کردے۔

پہلے تو بابر نے مال و دولت غریبوں کو دینے کا سوچا،پھر اسے خیال آیا کہ دینا میں اس کی سب سے پیاری چیز تو اس کی اپنی جان ہے۔

بابر بادشاہ نے لاڈلے بیٹے پر اپنی جان قربان کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

Marfat.com

اس نے اپنے پیٹ پر ایک کدو باندھا اور بیمار بیٹے ہمایوں کی چارپائی کے گرد سات چکر کاٹے اور ساتھ ہی دعا کی کہ ہمایوں کی بیماری اسے لگ جائے۔

اس دن کے بعد ہمایوں صحت یاب ہوتا چلا گیا اور بابر بیمار ہوتا چلا گیا۔

کوئی ایک ماہ کے بعد بابر فوت ہو گیا اور ہمایوں مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا۔

بابر کے آباؤ اجداد میں امیر تیمور بھی شامل تھا۔ امیر تیمور نے 13 ویں صدی عیسوی میں ہندوستان پر بھی حملہ کیا، ہندوستان میں اس وقت تغلق خاندان کی حکومت تھی۔

جب تیمور نے دہلی کے قلعے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ایک پنڈت آ کر اسے ملا، یہ پنڈت غیب کی باتیں بتانے کا ماہر تھا۔

اس نے تیمور سے کہا کہ وہ دہلی پر حملہ نہ کرے۔

جب تیمور نے اس سے وجہ پوچھی کہ حملہ کیوں نہ کیا جائے؟

تو وہ پنڈت کہنے لگا، ''آپ کی عمر اس وقت 63 سال ہے، آپ کی طبعی عمر ابھی بیس سال بقایا ہے۔ لیکن اگر آپ نے دہلی پر حملہ کیا تو آپ کی عمر صرف سات سال باقی رہ جائے گی''۔

تیمور یہ سن کر بڑا حیران ہوا کیوں کہ وہ پنڈت باقی باتیں خاصی صحیح بتاتا تھا۔

پھر تیمور نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ خود اپنے بارے میں بھی بتا سکتا ہے؟

تو وہ پنڈت کہنے لگا، نہیں مجھے اپنے بارے میں پتہ نہیں چلتا۔

امیر تیمور اس وقت سخت غصے میں آ گیا تھا۔ وہ اس پنڈت کو قتل کرانے کا سوچ رہا تھا۔

مگر پھر اس پنڈت نے بتایا کہ اس نے ساری عمر کوئی گناہ نہیں کیا۔

اس پر تیمور نے اسے معاف کر دیا۔

اس کے بعد تیمور نے دہلی پر حملہ کر دیا، دہلی کی فوج میں لمبے بالوں اور بڑی مونچھوں والے راجپوتوں کی اکثریت تھی۔ دہلی کی فوج بڑی بے جگری سے لڑی۔ تیمور کی فوج کے

Marfat.com

ایک خاص حصے کے کوئی تیس ہزار جوان اس میں کام آئے پھر دہلی فتح ہو گیا۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس واقعے کے ۷ برس کے بعد ہی تیمور کی وفات ہو گئی۔اس واقعے کے بعد تیمور اکثر لوگوں کو بتایا کرتا تھا، کہ اس کی عمر کوئی ۷۰ برس ہو گی۔بہرحال جب انرجی انرجی سے ٹکراتی ہے تو اکثر دونوں کا کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوتا ہے۔

اب چاہے تیمور کے اپنے ذہن میں بیٹھی بات کی وجہ سے ہی تیمور کی ۷۰ برس کی عمر میں وفات ہوئی یا اس کی طبعی عمر ہی اتنی رہ گئی تھی۔

تجربات میں پتہ چلا ہے کہ انسان کی عمر اس کے اعمال کے ساتھ چھوٹی بڑی ہوتی رہتی ہے۔قرآنِ پاک میں لکھا ہوا ہے "قوموں کی زندگی کا ایک وقت مقرر ہے"

انسان کی روح کے اندر ایک جان بچانے کی صلاحیت ہوتی ہے۔یہ عبادات کی وجہ سے نوری انسان کے جاگنے (یا دُوسرے روحانی لوگوں کی دعاؤں سے بھی) کے بعد انسان کی جان بچائی رہتی ہے۔فوجی اور خصوصاً کمانڈوز اس بات کو سمجھتے ہیں۔

لیکن انسان کی موت کا وقت صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

جیسے کوئی انسان عام زندگی گزار رہا ہے تو اس کی طبعی زندگی تقریباً ۷۵ سال ہو سکتی ہے لیکن اگر وہ کشمیر یا افغانستان جہاد میں جانے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اس کی بقایا عمر صرف چند ماہ ہی رہ جاتی ہے۔

اسی طرح جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو دوائی دی جاتی ہے۔ورنہ اگر موت مقررہ وقت پر ہی آنی ہے تو پھر علاج و خرچہ کس لیے کیا جائے۔

Marfat.com

دنیا کے کچھ پرانے واقعات

1907 کا واقعہ ہے یورپ میں وہاں کے سربراہانِ مملکت کی کانفرنس ہو رہی تھی۔ اس میں انگلینڈ کے مشہور وزیر اعظم ((NOBEL PRIME MINISTER گلیڈ سٹون نے قرآنِ پاک کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"جب تک یہ کتاب موجود ہے ہم لوگ مسلمانوں کو فتح نہیں کر سکتے، اور جب تک یہ کتاب موجود ہے آپ لوگ خود کو گھروں میں بھی محفوظ نہ سمجھیں"۔

اور پھر اسی کانفرنس میں 2 فیصلے ہوئے جن میں سے ایک فیصلہ ترکی میں خلافت کا خاتمہ اور ترکی کے آئین میں سے اسلام کا لفظ غائب کرنا تھا۔ دوسرا فیصلہ مشرقِ وسطیٰ میں مسلمان ملکوں کے درمیان ایک دیوار کھینچنا تھا جس کا نام اسرائیل تھا۔

ترکی میں یہ دونوں کام 1923 میں ہوئے اور اسرائیل کا قیام کا عمل 1948 میں ہوا۔

میں ایک دفعہ ایک اردو ہفت روزہ (غالباً اخبارِ جہاں) میں ڈاکٹر شبیر احمد صاحب (مقیم فلوریڈا امریکہ) کا بیان کردہ ایک واقعہ پڑھ رہا تھا۔ جو انہوں نے "جنگل کی حویلی" کے نام سے لکھا۔

ڈاکٹر صاحب نے اس واقعے میں ایک نواب صاحب (راحت علی چھتاری) جو 1940ء کی دہائی میں اتر پردیش کے گورنر بھی رہے) کا ذکر کیا۔ ان نواب صاحب کی ایک انگریز اے سی (کلکٹر) سے دوستی ہو گئی تھی۔

یہ کوئی 1930ء کی بات ہے۔ راحت علی چھتاری ایک دفعہ لندن میں تھے ایک دن

Marfat.com

وہ انگریز اے سی ان نواب صاحب کو کہنے لگا! میں تمہیں ایک جگہ دکھانا چاہتا ہوں؟"

پھر وہ ان نواب صاحب کو لے کر لندن کے پاس ایک جنگل میں واقع ایک حویلی میں چلا گیا۔ اس حویلی میں بہت سے داڑھیوں والے جو کہ زیادہ تر نوجوان تھے، جمع تھے۔ یہ سب لوگ اسلام کے عالم نظر آ رہے تھے۔ ان میں اسلام کے شرعی مسائل پر بڑی گہری اور مدلّل بحث ومباحثات چل رہی تھیں۔

جب بھی کوئی استاد کوئی شرعی سوال کرتا تو جواب میں طالب علم بڑے مہذب طریقے سے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کا جواب دیتا۔ غرضیکہ بڑا علمی ماحول بنا ہوا تھا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر نواب صاحب بڑے حیران ہوئے اور وہ انگریز اے سی سے کہنے لگے۔

"یہاں پر تو لوگ اسلام پر اتنا کام کر رہے ہیں، اور باہر کسی کو اس کا علم بھی نہیں ہے۔ لوگوں کو اس کا علم ہونا چاہیے"۔

انگریز اے سی نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر جب وہ حویلی سے باہر آنے لگے تو اے سی کہنے لگا

"حویلی میں موجود یہ سب لوگ بڑے پختہ مسیحی پادری ہیں، انہیں اسلامی علوم پڑھائے جا رہے ہیں، اور یہاں پر انہیں یہ ٹریننگ دی جاتی ہے کہ جب بھی کوئی انہیں اسلام سے متعلقہ کوئی سوال کرے تو اسے قرآن پاک میں سے کوئی جواب نہ دیا جائے بلکہ حدیث کے حوالے دیئے جائیں اور حدیث میں سے بھی ایسی حدیث چنی جائیں جو حدیث پاک (حدیث صحیحہ) نہ ہوں۔ پھر جب بھی کوئی شخص ان کو قرآنِ پاک کا حوالہ دے تو وہ اس سے کہیں کہ قرآنِ پاک کی طرف مت جاؤ، کہ قرآنِ پاک تو کسی کو سمجھ ہی نہیں آتا ہے۔ یہ دیکھو حدیث پاک میں یہ بات بالکل واضح لکھی ہوئی ہے۔ پھر اس کے بعد یہ سب پادری مشرقِ وسطیٰ، ترکی اور مصر وغیرہ میں بھیجے جائیں گے، اور یہ وہاں جا کر کہیں گے کہ ہم مسلمان عالم

Marfat.com

ہیں ہمیں کچھ بچے دو ہم انہیں پڑھانا چاہتے ہیں۔

پھر یہ وہاں کسی مسجد میں ڈیرا لگا کر امام مسجد بن جائیں گے اور یہ غلط خیالات پھیلائیں گے"۔

گلیڈسٹون کے پہلے بیان کردہ واقعے اور پھر ڈاکٹر شبیر احمد صاحب کے لکھے ہوئے اس واقعے کو پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغربی قوموں نے ہمیں کس طرح نقصان پہنچانے اور خصوصاً قرآنِ پاک سے دور رکھنے کی سازش کی۔

قرآنِ پاک کو سمجھنے کا جو طریقہ مجھے سمجھ آیا وہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک کے معنی کو پہلے قریش کی عربی میں پڑھا جائے اس کے بعد کوشش کی جائے کہ اس کا ترجمہ اور تفسیر کو زیادہ سے زیادہ خود قرآنِ پاک میں سے لیا جائے کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ پھر انہی الفاظ کو آگے کہیں دہرا کر اس کے صحیح معنی اور تشریح مسلمانوں کو سمجھا دیتا ہے۔ پھر اگر وہاں سے بھی سمجھ نہ آئے تو پھر اس میں سنت و حدیثِ پاک سے مدد لی جائے۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال بھی اپنی لمبی تحقیق کے بعد اسی نتیجے پر پہنچے تھے۔

رہی بات ترجمے کی، تو کسی بھی کتاب کا ترجمہ اگر دوسری زبان میں کیا جائے وہ بیس فیصد مطالب کھو دیتا ہے اور قرآن پاک تو کوئی پچاس فیصد مطلب کھو دیتا ہے۔

قرآن پاک کو اگر باشعور آدمی پڑھتا ہے تو اسے اس کے صحیح معنی بڑی حد تک سمجھ آجاتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں لکھا ہے۔ "ہم نے قرآن پاک کو سمجھنا آسان کر دیا ہے"۔ قرآن کی ایک ایک بات واضح اور سچی ہے اس پیغام کو بھی ذہن میں پکا بٹھا کر قرآن پاک کو سمجھنے کی شروعات کریں یہ آسان ہو جائے گا۔ قرآنِ پاک کو پڑھنے کے بعد ہمیں چاہئے کہ ہم سنتِ رسول ﷺ اور حدیثِ پاک کو پڑھیں۔ پھر اس کے بعد فقہ کی طرف آئیں۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ آپ سورت فاتحہ سے شروع کریں اور وہاں سے ہی اللہ کے بیان کردہ قانون نکالنا شروع کر دیں۔ مثلاً پہلا قانون الحمد للہ رب العالمین ہے۔ یعنی

Marfat.com

رب الیہودین (یہوا) ختم ہو گیا۔رب الہنود ین ختم ہو گیا۔اس کے بعد مالک یوم الدین ہے۔ایاک نعبدوایاک نستعین ہے۔

ہم مسلمان صحاح ستہ کو مانتے ہیں اور تقریباً سبھی مسلمان صحیح بخاری پر متفق ہیں۔

ہمارے مولوی صاحبان ہمیں سب سے پہلے فقہ پڑھا کر ہمیں اپنی عینک لگوا دیتے ہیں۔ پھر اس کی روشنی میں ہمیں اپنی مرضی کی حدیثِ پاک پڑھاتے ہیں۔ جو کہ صحیح بخاری کی بجائے کچھ بھی ہو سکتی ہیں، اور لازمی نہیں کہ وہ صحیح ہوں۔ پھر انہیں پڑھوانے کے بعد ہماری آنکھوں پر کولہو کے بیل کی طرح کھوپرے لگا دیتے ہیں۔ پھر ہمیں ان کے ساتھ قرآنِ پاک پڑھاتے ہیں۔

میں خود اسلامی دنیا کے تین عالموں سے صحیح معنوں میں متاثر ہوا۔ یہ تین عالم مولانا مودودی، ڈاکٹر ذاکر نائیک اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تھے۔

کیا یہ ایک عجیب ستم ظریفی نہیں ہے کہ ہمارے پاکستانی علماء دین ان تینوں کو عالم ماننے سے ہی انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تینوں ان کے کسی مدرسے کے پڑھے ہوئے نہیں تھے۔

Marfat.com

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کی تحقیق

علامہ اقبالؒ نے قرآنِ پاک کے صحیح معنی کو سمجھنے کے لیئے بڑی محنت کی تھی۔ اس میں مولانا سلیمان ندوی کے ساتھ کافی خط و کتابت بھی ہوئی تھی پھر آخر کار وہ حضرت شاہ ولی اللہ کی تحریروں سے مستفید ہوئے۔ علامہ اقبالؒ بھی اسی نتیجے پر پہنچے تھے کہ قرآنِ پاک کی تفسیر زیادہ سے زیادہ قرآنِ پاک کے اندر سے ہی لی جائے۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے خطابات الہ آباد میں اجتہاد پر بھی کافی بات کی تھی۔ یہ (RE CONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM) کے عنوان سے تھے۔ اس کے علاوہ بھی یہ خطبات بڑے اونچے معیار کے تھے۔

2010 میں ایک دفعہ میں نے ٹی وی پر عمران خان کو ان خطبات کے حوالے سے بات کرتے سنا۔ عمران خان نے کہا کہ اگر کوئی شخص اس لیول کا ایک خطبہ بھی دے تو وہ جینیس کہلائے گا، اور اگر اس قسم کے دو خطبات دے گا تو وہ بہت بڑا جینیس کہلائے گا، اور علامہ اقبالؒ نے اس قسم کے پانچ خطبات دیئے تھے۔

میری عمران خان کے بارے میں رائے یہ ہے کہ وہ ہمارے ملک کے چند ایک ذہین ترین سیاست دانوں میں سے ایک ہے، سیکھنے میں بڑی محنت بھی کر رہا ہے، اور کسی حد تک انٹرنیشنل سیاست کو بھی سمجھتا ہے۔

علامہ اقبال پر ان خطبات کے حوالے سے ایک بڑا اعتراض یہ لگایا گیا تھا کہ انہوں نے اس میں کہا کہ کافر ہمیشہ کے لیئے دوزخ میں نہیں رہیں گے۔ (حالانکہ قرآنِ پاک میں واضح لکھا ہے)

Marfat.com

اس موضوع پر لندن میں ایک بار میری مشہور ماہرِ اقبالیات ڈاکٹر شریف بقاء صاحب سے بات ہو رہی تھی۔

تو وہ کہنے لگے کہ علامہ صاحب نے کہا تھا کہ ایک خیال یہ بھی ہے کہ کافر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔

علامہ اقبالؒ بڑے ذہین انسان تھے، مگر غلطیاں کر سکتے تھے اور غالباً انہوں نے کچھ چھوٹی موٹی غلطیاں کی بھی تھیں، یہ کتنی بڑی زیادتی اور بے وقوفی ہے کہ ہم کسی کی ۵ فیصد غلطیوں کو پکڑ کر اس کے ۹۵ فیصد انتہائی قیمتی پیغام کو سننے اور سمجھنے سے ہی منکر ہو جاتے ہیں۔ ہم ایسے لوگ ہیں کہ ولی اللہ کو بھی غلطیوں سے پاک ماننے کی دوڑ میں ہی لگے رہتے ہیں۔ جب کہ رسولوں تک کی غلطیوں کا قرآن پاک میں ذکر ہے۔ صرف رسول اپنے پیغام میں (یعنی رسالت کے پیغام کو پہنچانے) غلطیاں نہیں کرتے تھے۔ بہر حال رسول شریعت کو مکمل اور صحیح طریقے سے پہنچاتے تھے۔ اور غلطی سے پاک صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔

جس بھی شاعر یا ادیب کے ساتھ تقدس اٹیچ کر دیا جائے اس کی علمی گہرائی اور وسعت کو صحیح ناپنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

علامہ اقبال ہماری اردو شاعری کے واحد ایسے شاعر ہیں جنہوں نے جس موضوع کو بھی چھوا اس کا حل دینے کی کوشش بھی کی اور بہت حد تک صحیح حل بھی دیا۔ یہ چیز کم از کم اردو کے کسی بھی شاعر میں مجھے نہیں ملی۔ شاعروں کا کام بے حد مشکل ہوا کرتا ہے کہ انہوں نے خوبصورت لفظ بھی ڈھونڈنے ہوتے ہیں اور اپنا مطلب کم سے کم لفظوں میں بیان بھی کرنا ہوتا ہے۔ انہیں ہم لکھاریوں کی طرح یہ آزادی نہیں ہوتی کہ اپنے مطالب جتنے صفحات میں چاہیں بیان کریں۔ شاعروں پر سب سے دلچسپ تنقید جرمن فلاسفر نطشے نے کی تھی۔ وہ کہتا ہے ''مجھے شاعر لوگ کھوکھلے لگتے ہیں۔ ان میں گہرائی کی سخت کمی ہوتی ہے، یہ اپنے پانی کو گدلا کر دیتے ہیں تاکہ یہ گہرا نظر آئے۔''

Marfat.com

میرا خیال یہ ہے کہ ادیب اور شاعر کسی زبان کا میک اپ اور زیور ہوتے ہیں (عورتوں کی طرح) نثر کی کوئی بھی تحریر چند بار پڑھی جائے تو پھر اسے مزید پڑھنے پر دل نہیں کرتا لیکن اچھی شاعری کو بیسویں بار بھی سنا جائے تو یہ دل کو اچھی لگتی ہے اسے صدیوں دہرایا جاتا ہے شاید اسی وجہ سے قرآن پاک کو دُنیا کے گہرے ترین اور دانشمندانہ ترین پیغام کے ساتھ دُنیا کی سب سے اچھی شاعری کی صورت میں لکھا گیا ہے۔

علامہ اقبالؒ کی شاعری میں آپ کو گہرائی بھی نظر آئے گی، وسعت بھی اور حجم بھی اور اس میں زبردست قسم کا جوش وخروش بھی پایا جاتا ہے جو کہ اس وقت مایوسی کی بدترین قسم کے شکار مسلمانوں (خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں) کو اس دلدل سے نکالنے کے لیے ضروری تھی۔ انہوں نے بڑا وسیع کام کیا ہے۔

علامہ اقبالؒ کی شاعری کے مختلف ادوار تھے۔ 1894 میں وہ لاہور کے علمی حلقوں میں متعارف ہوئے۔ 1895 تک وہ ان میں مشہور ہو چکے تھے۔ 1895 سے لے کر 1903 تک انہوں نے ہندوستانی نیشنل ازم کی شاعری کی۔ پھر 1903 سے لے کر 1908 تک انہوں نے مسلمانوں کے علیحدہ وطن کی بات کی۔ پھر 1908 سے 1938 تک ان کی شاعری مسلم قومیت پر مشتمل تھی۔ یہی ان کی شاعری کا پختہ اور میچور ترین دور تھا۔

جب علامہ اقبالؒ خطبات الہ آباد کے بعد لاہور واپس آئے تو ان کا ملازم علی بخش ایک دلچسپ بات سناتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگلے چند دنوں میں علامہ کو ملنے کے لیے ہندو سٹوڈنٹ آئے ان سٹوڈنٹس نے علامہ سے خطابات الہ آباد کے حوالے سے تحقیقی سوالات کیئے اور چلے گئے۔

پھر اسکے بعد مسلمان طالبِ علم ملنے کے لئے آئے، مسلمان طالبِ علموں نے ان خطابات کے بارے میں کوئی بات ہی نہ کی۔ بلکہ حال چال پوچھ کر چلے گئے۔

Marfat.com

ان کے جانے کے بعد علامہ اقبالؒ دھاڑیں مار مار کر رونے لگ گئے، اور کہنے لگے ''جن گدھوں کے لئے میں نے یہ کام کیا ہے، ان کو اس کی اہمیت تک کا پتہ نہیں چلا ہے''۔

ہم مسلمان اُس وقت ہنود سے علم میں اتنے پیچھے تھے کہ علامہ اقبالؒ اس پر رو رہے تھے۔

پھر مغربی اقوام تو ہم سے علوم (سائنسی اور دوسرے علوم) میں کوسوں آگے تھیں۔ علامہ اقبالؒ کے خطبات کا ایک مقصد انہی فاصلوں کو بھرنے کی ایک کوشش بھی تھا۔

علامہ اقبالؒ کی شاعری کا بڑا مقصد مایوس ہندوستانی مسلمانوں کو سخت احساسِ کمتری سے نکال کر امید کی طرف لانا تھا۔

انہوں نے اس قوم میں ایسا جوش و خروش بھی بھرا کہ وہ قوم احساسِ کمتری سے نکل کر ایک آزاد ملک کے مالک بن گئی۔

میرا یہ دعویٰ ہے کہ علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری کے اصلی پیغام کو ملک میں صرف ۳،۴ آدمی ہی سمجھتے ہیں۔ علامہ اقبال جب خطبات الہ آباد کے بعد لاہور آئے تو ان کے ایک دوست (غالباً چوہدری رحمت علی) سے کہنے لگے کہ تمہارے خطابات الہ آباد اتنے اہم ہیں کہ انگیزوں نے انہیں آکسفورڈ یونیورسٹی کے ہال میں لگا دیا ہے۔

یہ سن کر وہاں موجود علامہ کے ایک دوسرے دوست نے علامہ سے کہا ''انگریزوں کو تمہاری شاعری کی سمجھ ہی نہیں آئی، ورنہ وہ تمہیں ضرور پھانسی پر بھی چڑھا دیتے۔''

علامہ کا پیغام واقعی اتنا اہم طاقتور اور انقلابی ہے

گو علامہ اقبالؒ کی دو تہائی شاعری فارسی میں تھی۔ ان کی فارسی میں اتنی وسیع شاعری کرنیکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سنٹرل ایشیاء کے ترکی ملکوں میں فارسی زبان سمجھی جاتی ہے، اور علامہ اقبالؒ مسلم وطنیت کی بات کرتے تھے۔

علامہ اقبالؒ کی شاعری کو 1979 کے انقلابِ ایران میں بھی استعمال کیا گیا اور ان

Marfat.com

ترکی ممالک نے بھی اپنی روس سے آزادی کی جدوجہد میں اس شاعری سے استفادہ کیا۔

میرے ایک دوست مجھے بتا رہے تھے کہ انڈونیشیا ، کے انقلاب میں بھی علامہ کی شاعری کا ترجمہ کر کے لوگوں میں جوش و خروش بھرا گیا۔

علامہ اقبالؒ کے خیالات پر اعتراض کرنا تو بڑا آسان ہے، لیکن مسائل کا حل دینا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

ایک دفعہ ایک مصور نے بڑی خوبصورت تصویر بنائی۔ اس تصویر میں بظاہر کوئی کمی نہیں تھی۔ وہ اس پر اتنا نازاں تھا کہ اس نے وہ تصویر شہر کے چوک میں لٹکا دی اور ساتھ نیچے لکھ دیا کہ اگر اس تصویر میں کوئی نقص ہے تو دیکھنے والے وہاں نشان لگا دیں۔

دوسری صبح جب مصور وہاں پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران و پریشان ہو گیا کہ ساری تصویر پر جگہ جگہ نشان لگے ہوئے تھے۔ اور ساری تصویر کا بیڑا غرق ہو گیا تھا۔

وہ سخت پریشان ہو کر اپنے استاد کے پاس آیا اور اپنی پریشانی بیان کی۔

استاد نے اس سے پوچھا "کیا تمہارے پاس ویسی ہی دوسری تصویر موجود ہے"

شاگرد کہنے لگا "ہاں اس کی دوسری کاپی موجود ہے"۔

استاد کہنے لگا "اس دوسری تصویر کو چوک میں اسی جگہ لٹکا دو اور نیچے لکھ دو کہ اگر کوئی اس تصویر میں کچھ بہتری کر سکتا ہے تو وہ کر دے"۔

شاگرد نے اگلے دن وہ تصویر پھر چوک میں لٹکا دی۔

دوسری صبح جب وہ وہاں پہنچا تو دیکھا وہ تصویر بالکل صاف اسی طرح موجود تھی۔

جو شخص بھی علامہ اقبالؒ کی شاعری میں نقص نکالتا ہے اسے چاہیے کہ وہ علامہ اقبالؒ کی طرح اپنی شاعری میں گہرائی لائے، مسائل کا حل دے اور پھر جوش و خروش بھی ہو۔ اس کے بعد ہی اس کی تنقید صحیح معنوں میں جائز ہو گی۔

نقص نکالنا بڑا آسان کام ہے۔ مسائل کا حل دینا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

Marfat.com

تقدیر یا محنت

تقدیر کی ہر آدمی کی اپنی توجیح ہوتی ہے۔اس بارے میں کسی دانشور کا قول ہے
''ہم تقدیر کو کیا کہیں گے۔ کچھ بھی نہیں! مگر ہمت مرداں، حوصلہ وارادہ، صبر وتحمل اور مہارت۔ یہی وہ عناصر ہیں جو ملک کر تقدیر بناتے ہیں۔
میری برسوں پر محیط لمبی تحقیق کے مطابق آپ کی قسمت (تقدیر) آپ کی محنت (جسمانی وذہنی محنت، سٹڈی، تعلقات وغیرہ) پھر آپ کی اندرونی طاقت ومضبوطی (یعنی منفی یا مثبت سوچ اور آپ کے یقین کی طاقت اور آپ کی عبادات ووظائف کا اثر) پھر آپ کے گروپ کی انرجی وتوانائی یعنی آپ کی فیملی کے لوگوں بزرگوں اور آپ پر انحصار کرنے والوں ان سب لوگوں جن کا رزق آپ کے زریعے اللہ ان تک پہنچاتا ہے، مزید آپ کی جماعت (سیاسی یا دوسرے گروہ) کے لوگوں کی یہ انرجی بھی اس میں شامل ہوتی ہے۔ان کی سب انرجی، دعائیں اور ان کی طاقت بھی آپ کی طاقت ہوتی ہے۔مختصراً آپ کی محنت، آپ کی شخصیت وروحانیت، پھر آپ کے گروپ کی محنت وروحانیت (دعائیں وغیرہ) مل کر ہی آپ کی قسمت بنتی ہیں۔
میرے خیال میں یہی آپ کی قسمت ہے۔یہی میرے تجربات ومشاہدات میں آیا ہے۔اگر کوئی صاحب قسمت کو اس سے زیادہ کچھ سمجھتے ہیں تو وہ برائے مہربانی مجھ سے کانٹیکٹ کر کے میری اصلاح کریں۔

Marfat.com

انسان جو کچھ کھا پی لیتا ہے، جو کپڑے پہن لیتا ہے اور جو سواری استعمال کر لیتا ہے۔ اسکو ہی وہ خرچ کرتا ہے۔

مختصراً کھانا پینا اور سادہ کپڑے تو بندہ محنت کرے یا نہ کرے پھر بھی اسے مل جائیں گے۔ لیکن دوسری چیزیں مہنگے کپڑے، سواری، کوٹھیاں وغیرہ تو محنت سے متعلقہ ہیں۔

جتنی وہ کرے گا اور جتنے آرگنائز طریقے سے کرے گا وہ ہی اس کا دوسرا نصیب ہو گا۔ جو محنت سے متعلقہ ہوتا ہے اس کے بارے میں قرآنِ پاک میں لکھا ہے "لیس الانسان اللہ ماسعیٰ" (تمہارے لیئے وہی ہے جس کے لیئے تم محنت کرو)۔ اللہ کسی کی بھی محنت ضائع نہیں کرتا ورنہ یہ اللہ کی اپنے قانون کے خلاف ورزی ہے۔

ہم لوگوں نے تقدیر کا ایک بڑا غلط مطلب لے لیا ہے کہ مثلاً اللہ نے ہمیں غریب گھرانے میں پیدا کیا ہے اور اس نے ہمیں غریب ہی رکھنا ہے۔

حقیقت میں تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب نے ایک دن مرنا ہے۔ چاہے پانچ سال کی عمر میں یا ہزار سال کی عمر میں یا زیادہ، اور مرنے کے بعد روزِ جزا (قیامت) کو اپنے ہر اچھے اور بُرے عمل کا حساب دینا ہے۔

تقدیر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ نے ہمیں اچھا یا بُرا، امیر یا غریب پیدا کیا ہے، اور ہمیں اسی طرح رکھے گا۔

علامہ اقبالؒ نے بھی تقدیر کو ہی مسلمانوں کے یاس وقنوطیت کا سبب قرار دیا تھا اور کہا تھا

تقدیر کے پابند جمادات و نباتات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

اور مزید کہا ہے کہ

تیرے بحر میں طوفاں کیوں نہیں ہے

Marfat.com

خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث (بہانہ) ہے شکوۂ تقدیر یزداں (خدا)
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

اقبال کا نظریہ یہ تھا کہ جوں جوں مسلمانوں میں تن آسانی اور کاہلی کا روگ سرایت کرتا چلا گیا۔ وہ قسمت اور تقدیر کے غلط معنی لے کر قوت اور عمل سے محروم ہوتے چلے گئے اور اس کو صبر و توکل اور تسلیم و رضا کے شاندار الفاظ میں بیان کرنے لگے۔

علامہ اقبالؒ نے ایک منحوس قسم کی تقدیر پرستی کو مسلمانوں کے زوال کا سب سے بڑا سبب قرار دیا ہے۔

جب کوئی شخص دنیا میں بڑا کام کرنا چاہتا ہے تو اسے اس میں مسابقت کا سامنا کرنا ہوتا ہے وہ شخص اپنی محنت، اپنی مثبت سوچ، یقین و توکل اور گروپ کی دعائیں وانرجی لے کر چلتا ہے۔ یہ سب چیزیں ملکر ایک انرجی کا بال بناتی ہیں وہ یہ بال لیکر چلتا ہے۔ اس شخص سے مسابقت کرنے والے اپنی اسی قسم کی انرجی کا بال لے کر آتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اس دوسرے شخص کی صرف محنت ہی اتنی زیادہ ہو کہ اسے پہلے شخص پر کامیابی حاصل ہو جائے۔ لیکن اوپر بیان کردہ تینوں چیزیں مل کر کسی کے کامیاب ہونے کا فیصلہ کرتی ہیں۔ اس انرجی میں سے محنت تو نظر آجاتی ہے مگر دوسری چیزیں دیکھنے کے لئے گہری نظر اور تجربہ چاہیے۔ یہ مقابلہ اور مسابقت چاہے سیاست میں ہو، کاروبار میں یا کسی ملازمت کے حصول میں یہ سب چیزیں مل کر ہی کامیابی کا فیصلہ کرتی ہیں۔ جس کا انرجی بال بڑا ہوگا وہی مقابلے میں جیتے گا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں لکھا ہے۔ "مرد" وہ جو تقدیر سے لڑے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ آج سے آٹھ سو سال پہلے اس

Marfat.com

نتیجے پر پہنچ گئے تھے (اس بات کو خود میں ان کے صحیح معنوں میں بڑے درجے کے ولی ہونے کا ایک واضح ثبوت مانتا ہوں)۔ پھر کوئی آٹھ سو سال کے بعد صحیح مسلمانوں میں سے علامہ اقبالؒ نے یہ بات کی۔

دراصل قرآنِ پاک میں ازلی وابدی اٹل، غیر مادی قانون بیان ہوئے ہیں کہ جس فرد اور جس قوم نے بھی اس پر عمل کیا اس نے دنیا میں بھی فلاح پائی اور آخرت میں بھی فلاح پائی۔ (مشہور اسلامی سکالر ڈاکٹر اسرار احمد بھی اس اصول کو بیان کرتے تھے)

عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ کاروبار وغیرہ میں تیس فیصد محنت اور ستر فیصد قسمت ہوتی ہے۔ میرے خیال میں یہ ستر فیصد قسمت آپ کی مثبت سوچ، یقین (توکل الی اللہ) اور آپ کی روحانی انرجی اور گروپ کی دعائیں ہوتی ہیں۔

بہر حال دنیا میں کسی بھی کام کی کامیابی کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں پہلے اپنے متعلقہ شعبے کا تمام کا تمام ظاہری علم حاصل کریں جو کہ متعلقہ شعبے کی اچھی مستند کتابوں سے مل جائے گا اس شعبے کے ماہرین علم سے استفادہ حاصل کریں۔ پھر اس شعبے میں اپنا ذہن لڑائیں اور اس کے بعد موجودہ حالات میں اپنی تخلیقی صلاحیتیں، محنت اور لاجک کو استعمال کریں۔ اپنے متعلقہ کام پر گرفت حاصل کریں۔ پھر اپنی مثبت سوچ، فیتھ ورد و وظائف اور دعاؤں (اپنی اور اپنے گروپ کے لوگوں اور بزرگوں کی) پر بھروسہ رکھیں۔ اگر ساتھ ہی اللہ پر پختہ بھروسہ ہو تو کیا ہی بات ہے۔

بغیر ظاہری علم کو سیکھے آپ کی کامیابی بڑی کچی بنیادوں پر ہی کھڑی ہوگی۔

ہر کام کو شروع کرتے وقت اپنی کامیابی کا یقین آپ کے دل میں ہونا چاہئے۔ گو یہ یقین اکثر آدھے راستے میں بھی مل سکتا ہے بس ہمت اور مثبت سوچ کو دل میں رکھ کر اپنی منزل کی طرف چل پڑیں۔

دل میں کامیابی کا یقین ہو تو پھر اپنے متعلقہ کام میں مطلوب تمام علم، معلومات اور مشکلات کے حل سب خود بخود انسان کے پاس آجایا کرتے ہیں۔

بس انسان کو چاہئے کہ ان کو وصول کرنے کے لئے آنکھیں اور کان کھلے رکھے۔

Marfat.com

اسلام اور جہاد

اسلام میں جہاد کی پانچ قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ پانچ قسمیں زبان کے ساتھ، قلم کے ساتھ، مال کے ساتھ، نفس کے ساتھ اور پھر تلوار کے ساتھ ہوتا ہے۔

تلوار کے ساتھ جہاد دراصل ایک مدافعتی جہاد ہے۔ جو کہ کسی حملہ آور کے مقابلے کے لیے فرض ہے۔

میں یہاں پر زبان، قلم اور مال کے ساتھ جہاد کی تشریح کرنا چاہتا ہوں۔ یہ جہاد ہر جگہ ہر ملک، ہر شعبہ زندگی میں استعمال ہو رہا ہے۔

رسولِ پاک ﷺ کا فرمان ہے "غلط کام یا ظلم ہوتا دیکھو تو ہو سکے تو اسے طاقت سے روکو ورنہ زبان سے روکو اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو ظلم کرنے والے کو بُرا سمجھو (گویہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے)"۔

زبان کے ساتھ جہاد یہ ہے کہ زبان سے غلط کاموں سے روکا جائے اور اچھے کاموں کی ترغیب دیں۔

قلم کے ساتھ جہاد علمائے دین کا کام ہے ان کو چاہیے کہ وہ صرف لفظی معلومات ہی نہ دیتے پھریں بلکہ صحیح راستے کا شعور بھی لوگوں کو دیں۔

آپ مال کے ساتھ لوگوں اور ضرورت مندوں کی مدد کریں مگر اس میں بھیک منگوں کی بجائے ضرورت مندوں کی مدد کریں۔ غریب بچوں کی سکولوں، کالجوں کی فیسیں جمع کروائیں۔ بھوکی عورت کو مچھلی پکڑنا سکھائیں۔

Marfat.com

اب میں نفس اور تلوار کے ساتھ جہاد پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

نفس سے جہاد۔ یہ سب سے مشکل ہے ہم ہر وقت دوسروں سے مقابلہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ ہم سب اپنے کمپلیکسز کو فالو کر رہے ہوتے ہیں۔ ہر کام کو اللہ کی رضا کے مطابق کر دینا ہی اس کا حتمی حل ہے۔

تلوار کے ساتھ۔ یہ آخری قسم کا اور واقعی مشکل جہاد ہے۔ علماء اس کی مختلف صورتیں بتاتے ہیں۔ یہ کم از کم اس صورت میں لازمی فرض ہے جب آپ کو آپ کی مذہبی فرائض کی انجام دہی سے روکا جائے۔

وہ مجاہد جو خود لڑے اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے جیسے پانچ سو مجاہد تیار کرے۔

وہ مجاہد جو خود تو شہید ہو جائے مگر اپنے ساتھیوں کو اکیلا چھوڑ جائے۔ اس سے وہ مجاہد سو درجے افضل ہے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ فاتحانہ میدان کارزار سے نکلے۔ گو پہلا بھی جنت میں ہی جائے گا مگر دوسرا شہید نہ ہونے کے باوجود پہلے سے جنت میں کہیں زیادہ درجات پائیگا۔

ہم جب معاشرے میں کہیں ظلم ہوتا دیکھتے ہیں تو ہمارا دل تو مظلوم کی مدد کرنے کو کرتا ہے۔ مگر ہم ڈرتے ہیں کہ ظالم ہمیں تھانے کچہری میں لے جائے گا۔

ہم اسی ڈر کی وجہ سے کچھ نہیں کرتے اور پھر آہستہ آہستہ غلط کام ہوتا ہوا دیکھتے ہیں اور منہ پھیر کر چل پڑتے ہیں اور گیدڑ کی سو سالہ زندگی گزارتے چلے جاتے ہیں۔

یاد رکھیں ظالم اتنا بھی طاقتور نہیں جتنا آپ سمجھتے ہیں۔ آپ کے ملک پاکستان میں حالات اتنے بُرے نہیں جتنا آپ سمجھتے ہیں۔ اسلامی ترکستان کے ایک ملک کرغستان کی ایک تہائی حصہ مسلمان آبادی روسی کمیونسٹوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئی تھی۔ مگر انہوں نے حکومت سے لڑنا نہ چھوڑا ہم تو ان کی نسبت بہت آسان حالات میں ہیں۔

Marfat.com

پاکستان کی مختلف لوڈ شیڈنگز

اور مسائل کے علاوہ 2008/09 میں پہلے بجلی کا بحران شروع ہوا۔ اس میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ پہلے دو گھنٹے سے شروع ہوئی پھر اٹھارہ گھنٹے روزانہ ہوتی رہی۔

پھر گیس کا بحران شروع ہوا۔ گھروں میں گیس کی گھنٹوں روزانہ لوڈ شیڈنگ کی گئی۔ اس کے علاوہ اکثر اس میں صبح و شام اتنی کم گیس آتی تھی کہ کھانا تک نہیں پک پاتا تھا۔

اب پانی کے ابھی مسئلے کی بات ہو رہی ہے۔ غالباً پانی کے ساتھ بھی اسی طرح کیا جائے گا۔ ان سب چیزوں اور بے شمار دوسرے مسائل کا حل صرف سستے اور فوری انصاف میں ممکن ہے۔ اسلام تو مفت اور فوری انصاف دیتا ہے۔

پانی کے بحران سے متعلقہ ایک لطیفہ عرضِ خدمت ہے:

یہ 2013 کا پاکستان ہے۔ صدرِ امریکہ مسٹر اوبامہ پاکستان تشریف لا رہے ہیں۔ صبح ان کی شیو کے لئے حجام ان کے کمرے میں جاتا ہے۔

اوبامہ تولیہ کندھوں پر رکھ کر بیٹھے ہوئے ہیں اتنے میں حجام شیونگ برش نکالتا ہے اور اس پر تھوک کر اوبامہ کی شیو شروع کر دیتا ہے۔ اوبامہ دیکھ کر غصے سے لال پیلا ہو کر حجام پر چیختا چلاتا ہے، کہ یہ کیا بدتمیزی ہے؟

حجام ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا "سر آپ امریکہ کے صدر ہیں میں تو آپ کی عزت کر رہا ہوں ہمارے ملک میں پانی کا بحران ہے اس لئے میں برش پر تھوک کر شیو کر رہا ہوں۔ میری ڈیوٹی یہاں پر ہائی آفیشلز کے ساتھ ہوتی ہے۔ میں تو پاکستانی حکام کے منہ پر تھوک کر شیو

Marfat.com

کرتا ہوں''۔

اس کے بعد کچھ داڑھیوں والے رائفل بردار لوگ کمرے میں گھس آتے ہیں۔،وہ طالبان لگتے ہیں۔اوبامہ انہیں ہاتھ جوڑنے لگتا ہے کہ میں تو مسلمان ہوں۔

خود میں ہالینڈ بال کٹوانے گیا وہاں پر بال کاٹنے والی لڑکی کو لطیفہ سنایا، کہ ایک شخص بار بر شاپ میں آیا اور کہنے لگا۔

''میرے بال اسطرح کاٹنے ہیں کہ سر کے دائیں طرف ایک انچ لمبے ہوں اور سر کے بائیں طرف آدھا انچ کے قریب لمبے ہوں اور سر پر پیچھے کی طرف بالوں کی ایک لمبی لٹ چھوڑنی ہے۔جو میرے کان تک آئے،سر کے بیچ میں پچھلی طرف ایک پاؤنڈ کے سکے کے برابر جگہ بالکل صفاچٹ ہونی چاہئے''۔

باربر یہ سُن کر شور مچانے لگ پڑا کہ میں ایسے بال نہیں کاٹ سکتا۔میں ایسے بال نہیں کاٹ سکتا۔

یہ سن کر گاہک غصے سے لال پیلا ہو کر بولا'' کیسے نہیں کاٹ سکتے ہو،پچھلی دفعہ تو تم نے اسی طرح کاٹے تھے''۔

Marfat.com

بچپن کی باتوں اور چیزوں کا اثر

مجھے 2000 میں ایمسٹرڈیم ہالینڈ میں ایک یوگوسلاویہ کا ایک نوجوان ملا۔ جو پیشہ ور چور تھا اور یورپ کے مختلف ملکوں میں گھروں کے دروازے کھول کر یا توڑ کر چوریاں کیا کرتا تھا۔

وہ مجھے اپنے تجربات کا بتانے لگا کہ وہ گھر کو باہر سے دیکھ کر ہی یہ اندازہ کر لیتا تھا کہ اس گھر میں کوئی سونے کا زیور وغیرہ ملے گا یا نہیں۔

جب میں نے اس سے پوچھا کہ اسے کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس گھر میں سونے کا زیور ملے یا نہیں؟

کیونکہ آجکل یورپ کے نوجوان لوگوں میں زیور کا شوق تو تقریباً ختم ہی ہو گیا ہے۔

تو وہ کہنے لگا "بوڑھی یورپین عورتیں زیورات کی شوقین ہوتی ہیں اور وہ زیور (سونے کے کنگن، انگوٹھی وغیرہ) بھی گھر کے گلدان میں ہی چھپایا کرتی ہیں۔ میں گھر کے پردے وغیرہ باہر سے دیکھ کر یہ معلوم کر لیتا ہوں کہ یہاں پر کوئی بوڑھی عورت رہتی ہے"۔

میں نے اس سے پوچھا کہ وہ چور کس طرح بنا؟

تو وہ کہنے لگا" مجھے معلوم نہیں میرے ماں باپ پڑھے لکھے اور باعزت لوگ تھے

Marfat.com

۔ جب میں نے لڑکپن میں ہی چوریاں شروع کیں تو ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ میں یہ کیوں کر رہا ہوں، بلکہ کوئی وجہ معلوم نہ ہونے کے بعد وہ اس کی وجہ مجھ میں کسی بھوت پریت کے گھسنے کا ہی سمجھنے لگ پڑے تھے اور مجھے کئی بار پادریوں وغیرہ کی جھاڑ پھونک کا بھی سامنا کرنا پڑا"۔

میں نے اس سے پوچھا" کہ جب تم دس گیارہ برس کے تھے تو کیا چوروں ڈاکوؤں کی کتابیں تو نہیں پڑھتے تھے"۔

اس پر وہ بولا" اس عمر میں مجھ بحری قذاقوں (SEA HAWACKS) کی کتابیں پڑھنے کا جنون ہو گیا تھا۔ میں آدھی آدھی رات تک ان کی کتابیں پڑھتا رہتا تھا"۔

اب مجھے اس کے چور بننے کی وجہ معلوم ہو گئی تھی۔ میں نے اسے بتایا" بچے جس قسم کی بھی کتابیں دس بارہ سال کی عمر میں پڑھتے ہیں اگر وہ ان سے بُری طرح متاثر (IMPRESS) ہو جائیں تو پھر یہ کتابوں کی شخصیتیں ان کے اندر بیٹھ جاتیں ہیں۔ یہ شخصیتیں ان کے لاشعور میں گھس جاتی ہیں۔ وہ ان کا رول ماڈل بن جاتی ہیں۔ پھر ان کی ناپختہ شخصیت انہی کتابوں کے کرداروں میں ڈھلتی چلی جاتی ہے۔ تمہاری چوری کی عادت انہی بحری قذاقوں کی کتابیں بڑے شوق سے کھو کر پڑھنے کا شاخانہ تھی"۔

اب میں آپ کو اپنی زندگی کا ایک ایسا ہی واقعہ سناتا ہوں۔ میری بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی ایک دفعہ ائیر گن ٹھیک کرتے وقت اوپر لے پور سے کٹ گئی تھی اور وہ اب بھی اسی شکل میں ہے کہ ایک پنجا نما ناخن سا بنا ہوا ہے۔

برسوں بعد مجھے معلوم ہوا کہ میں نے بچپن میں ایک ڈائجسٹ میں ایسی ڈراؤنی خیالی کہانی پڑھی تھی جو کہ میری انگلی اس طرح کٹنے کی وجہ تھی۔ وہ مختصراً اس طرح تھی۔

ایک رات کی بات ہے یورپ میں پیرس کے قریب ایک قصبے میں دو نوجوان ایک بس سٹاپ پر اکٹھے بس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔

Marfat.com

ان میں سے ایک نوجوان بولا'' معلوم نہیں بس کب آئے گی کہ ان قصبوں میں بسیں اکثر لیٹ ہو جایا کرتی ہیں''۔

دوسرے نوجوان نے اس پر جواب دیا'' بہتر ہے بس جلد ہی آ جائے، کیونکہ سردی بڑھ رہی ہے''۔

پہلا نوجوان کہنے لگا'' بس کا انتظار تو ہم نے کرنا ہے ہی وقت گزارنے کے لیے میں تمہیں اپنے خاندان سے متعلقہ ایک عجیب وغریب سچی کہانی سناتا ہوں۔ وہ اس طرح ہے کہ میرے پڑدادا نے افریقہ میں ایک جادوگر کو قتل کر دیا تھا۔ اس جادوگر نے مرتے وقت میرے پڑدادا کو بددعا دی تھی کہ تمہاری فیملی کا ہر نوجوان چوبیس سال کی عمر کا ہونے سے پہلے کسی بھیڑیے کے ہاتھوں موت کا شکار ہو جائے گا۔

عجیب اتفاق یہ ہے کہ میری فیملی کے سبھی نوجوان چوبیس سال کا ہونے سے پہلے عجیب وغریب طریقے سے حادثاتی موت کا شکار ہو گئے۔ موت کے بعد ان کے گلے پر بھیڑئے کے ناخنوں کے نشان پائے گئے۔

اس علاقے میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ انہیں کسی انسان نما بھیڑئے نے ہلاک کیا ہے۔ اور اس انسان نما بھیرئے کی بائیں انگلی کا ناخن بڑھ کر بھیڑئے کے ناخن کی طرح ہو جاتا ہے۔

میرے والد نے مجھے بچپن ہی میں اپنے اس آبائی قصبے سے دور بھیج دیا تھا۔ وہ خود اس کہانی وخرافات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ مگر پھر یہ ہوا کہ چوبیس سال کا ہونے سے پہلے وہ بھی اسی طرح موت کا شکار ہو گئے۔ ان کے گلے پر بھی ناخنوں کے نشان پائے گئے تھے۔

میرے والد بہت سی آبائی جائیداد چھوڑ کر مرے تھے۔

مگر اس کہانی پر یقین نہ رکھنے کی وجہ سے انہوں نے یہ شرط لگائی تھی کہ میں جونہی چوبیس سال کا ہونگا مجھے اس قصبے میں ہونا چاہئے۔ مجھے وہ ساری جائیداد مل جائیگی۔

Marfat.com

میرے خیال میں وہ کہانی محض خرافات پر مبنی تھی۔ میں کل چوبیس سال کا ہو جاؤں گا ، مجھے تو کسی انسان نما بھیڑیے نے ہلاک نہیں کیا"۔

یہ سن کر دوسرا نوجوان دوسری طرف دیکھنے لگ پڑا پھر جب وہ پہلے نوجوان کی طرف مڑا تو اس کے چہرے کا نقوش تبدیل ہونے لگ پڑے۔

ان پر بال اگنے لگ پڑے اور اس کی بائیں درمیانی انگلی کا ناخن بڑھ کر بھیڑیے کے ناخن کی طرح کا ہو گیا۔ اسکے چہرے کی شکل تبدیل ہو کر بھیڑیے کی طرح ہو گئی۔ اس نے چھلانگ مار کر پہلے نوجوان کو دبوچ لیا اور اپنے ناخن اس کے گلے میں پیوست کر دیئے۔

تھوڑی دیر میں ہی پہلا نوجوان وہاں مردہ حالت میں پڑا تھا۔

خرافات پر مبنی یہ کہانی میں نے کوئی دس سال کی عمر میں پڑھی ہو گی۔ اس نے میرے ذہن پر گہرا اثر ڈالا تھا اس کے پڑھنے کے کوئی دو برس بعد ائیر گن کھولتے وقت اس کا سپرنگ نکل کر میری بائیں درمیانی انگلی پر لگا اور اسے اس طرح کاٹ دیا کہ وہ پنجہ نما بن گئی۔

مجھے برسوں بعد یاد آیا کہ یہ اسی بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی کا اس طرح کٹنا میرے کچے ذہن پر اسی ڈراؤنی کہانی کے گہرے اثر کی وجہ سے تھا۔

مجھے اسی طرح کے کئی اور واقعات پڑھنے اور سننے کا بھی اتفاق ہوا۔

ایک دفعہ مشہور پامسٹ کیرو (متوفی 1936) نے بھی اپنی یاداشتوں میں ایک بچے کا ذکر کیا تھا۔ جس کے ہاتھ کا پرنٹ اس کا باپ لے کر آیا تھا۔

کیرو نے اسے بتایا کہ یہ بچہ چور بنے گا اور کچھ ہی عرصے میں نہ صرف اپنے علاقے میں چوریاں کرے گا بلکہ جب اس کی عمر بارہ سال ہو گی تو وہ اپنے ماں باپ کو بھی زہر دیدیگا۔

کیرو کے کہنے کے مطابق اس کے باپ نے جو انگلینڈ کی مشہور فیملی میں سے تھا۔ سخت غصے ہو کر کہا، "یہ میرے اکلوتے بیٹے کے ہاتھ کا پرنٹ ہے، یہ تو بڑا شریف اور لائق بچہ

Marfat.com

ہے۔ہم دونوں میاں بیوی کو اس پر بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔تم بکواس کر رہے ہو، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔تم نے یہ خرافات بتا کر مجھے بڑا شدید صدمہ پہنچایا ہے۔اس پر میں تمہیں عدالت میں لے جاؤنگا''۔

مگر کیرو کی بات سچ نکلی۔

کیرو نے اس پیشگوئی کی وجہ بچے کی پیدائش سے پہلے کا کوئی اثر بتایا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد اس بچے کے ماں باپ سخت بیمار ہو گئے۔کوئی ڈاکٹر کوئی دوائی ان پر اثر نہیں کر رہی تھی۔

آخر کار ایک سراغ رسان نے (جو کہ باپ کے بھائیوں نے ان کے گھر میں ملازم کے طور پر بھیج دیا تھا) ایک دن بچے کو ماں باپ کے کھانے میں زہر ملاتے ہوئے پکڑ لیا۔

پھر اس بچے کے کمرے سے بہت سے اڑوس پڑوس سے چوری کی گئی اشیاء بھی برآمد ہوئیں۔

کیرو لکھتا ہے کہ اس واقعے کے بعد بچے کے ماں باپ اس سے معافی مانگنے کے لیئے آئے۔کیرو سے بات چیت کے دوران اسکی ماں نے ایک پرانا واقعہ سنایا۔وہ اس طرح ہے۔

''اس بچے کی پیدائش سے پہلے جب میں حمل سے تھی، تو اس وقت میں نے ایک کتاب بڑی دلچسپی سے پڑھی تھی۔یہ کتاب ایک ایسے بچے کے بارے میں تھی جو کہ بڑی شریف اور معزز فیملی سے تعلق رکھتا تھا۔مگر دس گیارہ سال کی عمر سے وہ اڑوس پڑوس میں چوریاں کرنے لگ پڑا تھا۔پھر بارہ سال کی عمر میں اس نے اپنے ماں باپ کو زہر دے کر ہلاک کر ڈالا تھا۔

یہ کتاب مجھے اتنی دلچسپ لگی کہ میں نے ان دنوں اسے کئی بار پڑھا تھا''۔

اوپر بیان کردہ یہ تینوں کہانیاں بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم سب لوگ بچپن میں

Marfat.com

اپنے آس پاس ہونے والے کسی خاص واقعے اور خصوصاً کسی دلچسپ کہانی میں کھو جاتے ہیں۔ پھر ہماری شخصیت اسی واقعہ کے ہیرو میں ڈھلتی چلی جاتی ہے۔

اسی اصول کی بناء پر مغرب میں بہت سے لوگ حاملہ عورتوں کے کمرے میں خوبصورت بچوں اور مشہور خوبصورت ایکٹروں کی تصویریں لگاتے ہیں۔

آجکل مغرب میں حمل کے دوران عورتوں پر تجربات کئے گئے تو معلوم ہوا کہ پیٹ میں بچہ کبھی خواب دیکھ رہا ہوتا ہے، کبھی خوش، کبھی غمگین ہوتا ہے۔ بلکہ ماں کی ہر گہری سوچ یا جذبات کا اس پر اثر ہوتا ہے۔

خود مجھے اس موضوع پر خاصا مواد پڑھنے کا موقع ملا جس میں معلوم ہوا کہ جو عورتیں دورانِ حمل ڈر و خوف میں رہتی ہیں ان کے بچے پیدائش کے بعد بھی ڈر و خوف کا شکار رہا کرتے ہیں۔ اسی طرح حمل کے دوران ہر مثبت یا منفی شدید سوچ کا ان پر اثر ہوا کرتا ہے۔

مجھے اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بچپن میں کوئی شخص کسی اچھے روحانی بزرگ کے ساتھ رہا ہو تو بعد میں وہ بچہ بڑی آسانی سے روحانی منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے۔ اس لیے اپنے چھوٹے بچوں کو ایسے بزرگوں سے ملائیں اور دعا کرائیں۔

جیسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک واقعہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے، جس میں لکھا تھا کہ جب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے لڑکپن میں اپنی والدہ کو بتایا کہ تقریباً دس برس کی عمر میں ہی انہیں رسولِ پاک ﷺ کی زیارت کا شرف کوئی 14 بار ہو چکا ہے۔

تو اس پر ان کی والدہ بولی، ''اس میں تمہارا کوئی کمال نہیں! یہ اس دودھ کا اثر ہے جو میں نے تمہیں پلایا تھا۔ میں نے ہر دفعہ باوضو ہو کر ہی تمہیں دودھ پلایا''۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے والد ان کی پیدائش کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد

Marfat.com

انتقال کر گئے تھے۔ پھر ان کی پرورش ان کی والدہ نے بڑی محنت سے کی۔

وہ بڑی روحانی خاتون تھیں۔

پھر بارہ سال کی عمر میں جب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پڑھنے کے لیئے بغداد جانے لگے تو ان کی والدہ نے انہیں چالیس دینار ان کے لباس کے اندر سی دیئے اور نصیحت کی کہ کبھی جھوٹ نہ بولنا۔

اسی بغداد کے سفر کے راستے میں ان کے قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ ان میں سے ایک ڈاکو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا

''بچے تمہارے پاس کوئی رقم ہے؟''

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بولے، ''میرے پاس چالیس دینار ہیں''

وہ ڈاکو ان کی بات کو مذاق سمجھ کر آگے چلا گیا۔ پھر کچھ دیر بعد دوسرا ڈاکو آیا اور اس نے بھی ان سے وہی سوال کیا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ان کو بھی وہی جواب دیا، ''ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں''

وہ دوسرا ڈاکو انہیں لے کر اپنے سردار کے پاس گیا اور سردار کو بتانے لگا کہ یہ بچہ کہتا ہے اس کے پاس چالیس دینار ہیں۔

اس پر سردار نے پوچھا، ''وہ دینار کہاں پر ہیں؟''

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے جواب دیا، ''یہ میرے لباس کے اندر کی طرف سلے ہوئے ہیں''۔

جب ڈاکوؤں کے سردار نے وہ دینار دیکھے تو حیران ہو کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے پوچھنے لگا، ''تم تو جھوٹ بول کر بڑی آسانی سے اپنے دینار بچا سکتے تھے۔ تم نے سچ کیوں بولا؟''

Marfat.com

اس پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بولے، ''یہ میری ماں کی نصیحت تھی کہ کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ پھر میں کس طرح جھوٹ بول سکتا ہوں''۔

ڈاکوؤں کا سردار یہ واقعہ سن کر رونے لگ پڑا اور کہنے لگا، ''تم نے تو بچہ ہو کر بھی اپنی ماں کی نصیحت پر اتنے صحیح طریقے سے عمل کیا اور میں کتنا بدقسمت ہوں کہ اپنے خدا کی نصیحت پر عمل نہیں کرتا''۔

پھر اس ڈاکوؤں کے سردار نے سب مسافروں کا لوٹا ہوا مال واپس کر دیا اور خود ڈاکہ زنی سے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا کہنا ہے کہ مجھے جو ملا سچائی کی وجہ سے ہی ملا۔

حضرت سلطان باہوؒ کی والدہ بھی بڑی روحانی خاتون تھیں۔ میرے خیال میں حضرت سلطان باہوؒ کو سب سے زیادہ فیض ان سے ہی ملا۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے والد بھی ایک بڑے روحانی انسان تھے۔ علامہ کی پیدائش سے پہلے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ چاند ان کی گود میں آ گیا ہے۔ اس کی تعبیر انہوں نے یہ نکالی کہ ان کا بچہ سارے زمانے میں مشہور ہو گا۔

پھر علامہ بتاتے ہیں کہ وہ آٹھ دس سال کے تھے تو ایک رات ان کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ان کی والدہ کمرے سے نکل رہی تھیں۔ وہ بھی ساتھ چل پڑے باہر ان کے والد جائے نماز پر بیٹھے تھے۔ ایک نور کا حلقہ ان کے اوپر تھا۔ وہ آگے بڑھنے لگے مگر والدہ نے روک لیا پھر وہ واپس ہو گئیں۔

دوسرے دن علامہ اقبالؒ کے والد نے کہا کہ لاہور (یا سیالکوٹ) کے باہر مضافات میں افغانستان سے ایک قافلہ آیا ہوا ہے اس قافلے کا سردار ایک سخت بیماری کا شکار ہے ہمیں وہاں جانا چاہیے۔

پھر وہ علامہ اقبالؒ کو ساتھ لیکر بتائے گئے مقام پر گئے وہاں پر واقعی افغانستان سے آیا

Marfat.com

ہوا ایک قافلہ موجود تھا۔

جب انہوں نے قافلے والوں سے پوچھا کہ ان کا بیمار سردار کہاں ہے؟

قافلے والے یہ سن کر سخت حیران ہوئے کہ علامہؒ کے والد کو اس بات کا کیسے پتہ چل گیا؟

وہ اپنے بیمار سردار کو لیکر علامہ کے والد کے پاس آئے اس بیمار کا جسم بیماری کی شدت سے گل سڑ رہا تھا۔

علامہ اقبال بتاتے ہیں کہ ان کے والد نے کچھ راکھ دم کر کے پاس رکھی ہوئی تھی وہ اس بیمار کے جسم پر لگائی تو اسے فوری کچھ افاقہ ہو گیا۔

علامہ کے والد نے باقی راکھ قافلے والوں کو دی اور اسے بیمار کے زخموں پر لگانے کو کہا۔ پھر وہ وہاں سے واپس آ گئے۔

چند دن کے بعد وہ بیمار ان کو ملنے آیا تو وہ بالکل صحت یاب ہو چکا تھا۔

چند برس بعد جب علامہ قرآنِ پاک اور اپنی کتابیں پڑھ رہے ہوتے تو اس وقت ان کے والد اپنے وردو وظائف سے فارغ ہو کر وہاں سے گزرتے تھے۔ ایک دن وہ علامہ اقبال کو کہنے لگے۔

”قرآنِ پاک اس طرح پڑھا کرو جیسے تم پر اتر رہا ہے۔ ایسے ہی جیسے آپ ﷺ پر اترا تھا“

پھر علامہ سے وعدہ لیا کہ وہ اپنے علم میں قرآنِ پاک کی تشریح کریں گے۔

جو کہ علامہ نے اپنی شاعری میں یہ تشریح کر کے اپنا وعدہ پورا کیا۔

سب بزرگوں کا فرض ہے کہ وہ لڑکپن میں (کوئی بارہ سے سولہ سال کی عمر تک) اپنے بچوں کی صحیح طرح سے تربیت کریں۔

اس عمر میں بچے جس چیز کو بھی اپنا آئیڈیل (رول ماڈل) بنا لیتے ہیں۔ ان کی شخصیت

Marfat.com

اسی آئیڈیل میں ڈھل جاتی ہے۔

اس عمر میں بچہ زیادہ تر وقت جو چیز بھی ذہن میں گھماتا ہے اس کا لاشعور اسی چیز کی کاپی کر کے اس بچے کی شخصیت ویسی بنا دیتا ہے اور بچہ عمر کا زیادہ تر حصہ ویسی حرکات کرتے ہوئے گزار دیتا ہے۔ اور اکثر ساری عمر ان عادتوں اور ان کمپلیکسز سے چھٹکارا نہیں پا پاتا۔

آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ آپ کا بچہ زیادہ وقت کیا سوچتا رہتا ہے۔ کیا وہ چیز اچھی ہے یا بُری؟ نیکی ہے یا برائی؟

کچھ بچے اس عمر میں زیادہ تر وقت جنس کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں۔ پھر وہ ساری عمر اس چکر سے باہر نہیں آتے۔

اسی طرح کچھ بچے ہر وقت پیسے یا عزت کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں اور ساری عمر انہی چیزوں کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔

کچھ بچے کپڑوں وغیرہ کا سوچتے ہیں اور ساری عمر کپڑے خرید خرید کر ان کا ڈھیر لگاتے رہتے ہیں۔

ان کے بزرگوں کو چاہئے کہ وہ اس عمر سے اپنے بچوں پر بڑی تنقیدی نظر رکھیں۔ انہیں مختلف واقعات اور دلچسپ مثالیں (خصوصاً دینی اور روحانی وغیرہ) سنا کر انہیں اچھی طرف راغب کریں۔

Marfat.com

بچوں کی ٹریننگ

مغرب میں ذہانت کے بے شمار تجربات کے بعد معلوم ہوا کہ ذہانت دو قسم کی ہوتی ہے۔

۱) پیدائشی ذہانت۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ذہین والدین کے بچے اکثر ذہین ہوتے ہیں۔ (مگر اس چیز کو کچھ ماہرینِ تعلیم نہیں بھی مانتے)۔

۲) سیکھی گئی ذہانت۔ (EQUIRED INTELEGENCE) بچہ اپنے ماحول اور استادوں سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اس میں ذہین والدین کا رول سب سے زیادہ دیکھا گیا ہے کہ ڈل (Dull) والدین کا بچہ ذہین والدین کو دیا گیا تو وہ ذہین ہو گیا اور دوسری طرف ذہین والدین کا بچہ ڈل (Dull) والدین کو دے دیا گیا تو وہ ڈل ہو گیا۔

پھر ہر ایک جینیس کے کیس میں ایک نہ ایک اچھے استاد کا کردار اکثر نظر آتا ہے۔

مگر اوپر بیان کردہ دونوں قسم کی ذہانت سے بڑی اور اہم روح کی ذہانت ہوتی ہے۔ میں اپنی پہلی دو کتابوں میں اس ذہانت پر کافی بات کر چکا ہوں۔

بچوں کو خود اعتمادی سکھائیں۔

ان میں مثالوں اور کہانیوں سے سکھانا بڑا موثر ہوتا ہے۔

بچوں کی ٹریننگ میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ انہیں بجائے سزا سے ڈرا کر سکھانے

Marfat.com

کے، انعام کا لالچ دے کر سکھایا جائے۔

میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اگر والدین مہمانوں کے سامنے اپنے بچے کی کسی صفت کی تعریف کرتے ہیں تو بچہ والدین کی اس تعریف پر پورا اترنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے اور اکثر اس کوشش میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔

جیسے کسی والدین نے مہمانوں کو بتایا کہ ہمارا بچہ کمپیوٹر کا بڑا ماہر ہے، تو وہ بچہ کوشش کر کے کمپیوٹر کا ماہر بن ہی جاتا ہے۔

والدین کو چاہئے کہ اس ترکیب کو بچے کے اہم ترین مضمون میں استعمال کریں۔

میرے ذاتی تجربات میں آیا ہے کہ بچوں کی عمر جب گیارہ بارہ سال ہو جائے تو اس وقت ان کا کردار کا بغور جائزہ لیں اور خصوصاً اگر کوئی بچہ ضرورت سے زیادہ حساس نظر آئے تو اس کی حساسیت کو بری سمجھداری سے ڈیل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اسے ذہانت سے ڈیل کیا جائے تو ایسا بچہ کسی ایک لائن میں جینیس بھی بن سکتا ہے۔

اور اگر اسے سمجھ کر صحیح راستے پر نہ ڈالا جائے تو ایسا بچہ سخت ضدی اور جھگڑالو بھی بن جاتا ہے اور بہت سے کیسوں میں ایسے بچے نفسیاتی مریض بھی بن جاتے ہیں۔ اکثر ان کی دوہری شخصیت (ڈبل پرسنالٹی) بھی بن جاتی ہے۔

ایسے بچے شرمندگی سے بچنے کی انتہائی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور انہیں جہاں بھی شرمندہ کیا جائے تو یہ غصے سے بے قابو ہو کر مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔

ایسے بچے خود کو شرمندہ ہونے سے ہر وقت بچانے کو کوشش میں لگے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے ہر وقت بوجھ میں رہتے ہیں۔

میرا بڑا بھانجا حیدر علی جب بارہ برس کا تھا، تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ بڑا احساس ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپ سیٹ ہو جایا کرتا تھا، اور خصوصاً شرمندگی محسوس کیا کرتا تھا۔ میں اسے کچھ عرصہ سمجھاتا رہا کہ وہ یہ عادت تبدیل کرے ورنہ وہ کبھی خوش نہیں رہ سکے گا۔

Marfat.com

کچھ عرصہ یہ سمجھانے کے بعد اس کی یہ عادت تبدیل ہوگئی۔

مجھے سچے خواب آیا کرتے ہیں، اس دوران ایک رات مجھے خواب آیا۔ اس میں دیکھا کہ حیدر علی چودہ برس کا ہے اور اس نے ہاتھ میں خنجر پکڑا ہوا ہے اور ہو اپنے چھوٹے بھائی شیری (شہریار خان) کا پوچھتا ہے کہ شیری کہاں پر ہے؟

شیری اس وقت میرے ساتھ کار میں ہوتا ہے۔ حیدر کار کے سائیڈ شیشے پر خنجر مار کر غصے سے کہتا ہے، ''شیری باہر نکلو!''۔

اس پر میں باہر نکل کر حیدر کے ہاتھ سے خنجر لے لیتا ہوں۔

یہ سچا خواب اس حقیقت کی طرف اشارہ تھا کہ حیدر علی نے اس طرح کا بن جانا تھا اور وہ میرے سمجھانے کی وجہ سے صحیح ہوگیا۔

اب حیدر علی کوئی پچیس سال کا نوجوان ہے اور بڑے ٹھنڈے ذہن کا بڑا ذہین اور خود اعتماد ہے۔

ایسے بچے کو بتانا چاہئے کہ ضرورت سے زیادہ حساسیت اسے کبھی خوش نہیں رکھ سکے گی۔

بچوں کو بارہ تیرہ سال کی عمر سے خود اعتمادی کا سبق دینا چاہئے، کہ وہ ہر کام خود اعتمادی کے ساتھ کریں۔

پھر اسی عمر سے انہیں ایمانداری اور سیلف ریسپیکٹ سکھانی چاہئے۔ سیلف ریسپیکٹ میں انہیں یہ بتانا چاہئے کہ جس آدمی سے وہ بات کر رہے ہیں وہ شخص بڑا اہم ہے۔ مگر خود ان کی اپنی بھی اتنی ہی اہمیت ہے۔ اگر وہ خود کو ریسپیکٹ نہیں دیں گے تو دوسرا شخص بھی انہیں ریسپیکٹ نہیں دے گا۔

اور بچے جب کچھ بڑے ہو جائیں تو انہیں زندگی کا کچھ شعور دیں اور پھر ان کو کوئی زندگی کا واضح مقصد دے دیں۔

Marfat.com

واضح مقصد کی عدم موجودگی میں کوئی شخص جو چاہئے کتنا ہی ذہین اور محنتی کیوں نہ ہو، آج تک کچھ نہیں کر پایا۔

بچوں کی زندگی میں کوئی واضح مقصد نہ ہوا تو پھر وہ کوئی فضول سا وقتی مقصد بنا لیں گے، بلکہ دوسرے لفظوں میں وہ اپنے کمپلیکسز (احساسِ کمتری) کی تسلی کے لیئے انہی کا پیچھا کرتے رہیں گے۔ بچپن کے کمپلیکسز ساری عمر پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ایک بڑی اہم بات یہ ہے کہ اگر آپ نے اپنے بچوں کو زندگی کا شعور اور کوئی ایک واحد اچھا مقصد دے دیا تو پھر وہ موجودہ ماڈرن زندگی کے بے شمار پھندوں (موبائل فون و انٹرنیٹ کے غلط استعمال مختلف قسم کے جوئے کی لت اور جنسی برائیاں) سے بچ پائیں گے اور انتہائی کامیاب زندگی بھی گزاریں گے

بچے گھر میں انصاف دیکھیں تو وہ باہر ہر جگہ انصاف دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح جھوٹ دیکھیں تو جھوٹ ان کے لیے اجنبی نہیں رہتا۔

میری ایک بڑی مجبوری کتاب کے لکھنے میں یہ ہوتی ہے کہ میری کتاب کسی طرح بھی فحاشی کا عنصر نہ ہو۔ یہ تو اسی طرح کی بات ہوئی جیسے بچپن میں یورپ میں والدین اپنے بچوں کو عجیب وغریب کہانیاں سنایا کرتے تھے، مثلاً بچوں کو ان کی پیدائش کے بارے میں بتایا جاتا تھا کہ ان کو بگلا لے کر آیا تھا۔

اسی طرح کا ایک لطیفہ ہے کہ یورپ کے ایک شہر میں مختلف گوری قوموں کے بچے جمع تھے اور اپنی اپنی پیدائش کی سٹوری سنا رہے تھے۔

ایک بچہ کہنے لگا "میرے ماں باپ مجھے لندن ایک ہسپتال سے لے کر آئے تھے۔ مجھ پر سات ہزار پاونڈ خرچہ آیا تھا"۔

دوسرا بچہ کہنے لگا "میرے والدین مجھے پیرس ایک ہسپتال سے لے کر آئے تھے۔ مجھ پر پچیس ہزار فرینک خرچہ آیا تھا"۔

Marfat.com

تیسرا بچہ کہنے لگا، ''میرے والدین مجھے نیویارک کے ایک ہسپتال سے لے کر آئے تھے، مجھ پر دس ہزار ڈالر کا خرچہ آیا تھا''۔

انہی کے بیچ میں بیٹھا ایک آئرش بچہ بڑا چپ چاپ اور اداس بیٹھا تھا۔ ان سب بچوں نے اس سے پوچھا، ''تم کہاں سے آئے تھے؟''

اس پر وہ شرمندہ سا ہو کر کہنے لگا، ''میرے والدین بڑے غریب تھے، انہوں نے مجھے گھر میں ہی بنا لیا تھا''۔

Marfat.com

کیا سیکھنا یا کیسے سیکھنا؟

ساری دنیا میں موجودہ نظامِ تعلیم یہ بتاتا ہے کہ کیا سیکھنا ہے، یہ نہیں سکھاتا کہ کیسے سیکھنا ہے۔ ساری دنیا کے نظامِ تعلیم میں اصول یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی اس متعلقہ علم سے تعلق رکھنے والے کامیاب تجربات یا معلومات ہوتی ہیں۔ وہ سب اس علم کی تعلیم کی کتابوں میں ڈال دی گئی ہیں۔ تاکہ جو انسان بھی اسے پڑھے وہ دس ہزار سال کی انسانی تاریخ میں سبھی کامیاب تجربات کو پڑھ کر ذہن میں محفوظ کرلے پھر اس کے بعد اپنے موجودہ حالات کے مطابق اپنا ذہن لڑائے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بیکار چیزیں سیکھ کر ذہن کو ڈسٹ بن نہ بنائے۔

پاکستان کا موجودہ نظامِ تعلیم زیادہ تر یادداشت کے استعمال کی ہی ٹریننگ دیتا ہے۔ گو تعلیم کا اصل مقصد نئے ماحول میں راستہ بنانا، تخلیقی صلاحیتیں استعمال کرنا، مشکلیں حل کرنا، ذہن استعمال کرنے کا طریقہ سیکھنا پھر نئے حالات اور ماحول میں خود کو ایڈجسٹ کرنا سیکھنا ہونا چاہئے کہ حالات وواقعات تو تبدیل ہوتے ہی رہتے ہیں اور آجکل کی تیز زندگی میں تو ان میں بڑی تیزی آگئی ہے۔

سیکھنے کا طریقہ ڈر وخوف یا پریشر کے بغیر سیکھنے کا ہے۔ اگر طالبعلم کسی چیز کو سیکھتے وقت خوف یا پریشر میں ہوگا تو وہ اسے بہت کم ہی سمجھ پائے گا اور اسے یہ چیزیں بہت کم ہی یاد رہیں گی۔

اسی طرح اگر کوئی طالبعلم کسی سبجیکٹ کو مشکل سمجھتا ہے تو وہ پریشر میں رہ کر اسے سیکھے گا اور اس کے لئے یہ سب کچھ سیکھنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ ہمیں اپنے بچوں اور نوجوانوں کو یہ اُصول لازمی طور پر سمجھانا چاہیے۔

Marfat.com

لاشعور کے کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ کسی بھی نئے علم کو مشکل سمجھ کر اس پر ہاتھ ڈالتے ہیں تو یہ اس علم کو آپ کے لئے لازمی مشکل بنا دے گا، اور آسان سمجھتے ہیں تو آسان بنا دے گا (گو کہ ہر کام کے ساتھ بھی لاشعور یہی کچھ کرتا ہے)۔

جو طالبعلم کسی امتحان میں ناکامی کے خوف میں مبتلا ہوتے ہیں وہ ذہنی پریشر میں رہ کر سیکھتے ہیں ان کے سیکھنے کی رفتار اسی پریشر کی وجہ سے بہت آہستہ ہو جاتی ہے اور پھر کمرۂ امتحان میں بھی وہ لوگ ڈر و خوف میں ہوتے ہیں اور انہیں اس وقت کوئی بھی ماضی کی پڑھی ہوئی چیز یاد نہیں آتی۔

جو طالبعلم کمرۂ امتحان میں ریلیکس اور خود اعتماد ہو کر بیٹھتے ہیں انہیں عرصہ پہلے پڑھی ہوئی چیزیں (چاہے ایک بار ہی کیوں نہ پڑھی ہوں) بھی یاد آ جاتی ہیں۔

اس لئے ہر طالبعلم کو چاہئے کہ وہ خصوصاً کمرۂ امتحان میں ریلیکس اور کانفیڈینٹ ہو کر بیٹھے۔

اور جو طالبعلم اپنے سبجیکٹ کو آسان سمجھتے ہیں وہ انہیں آسانی سے سیکھ لیتے ہیں۔

طالبعلم کو چاہئے کہ شروع میں مشکل محسوس ہونے والی ہر شے کو ابتداء میں بالکل آہستہ آہستہ اور سمجھ کر پڑھے یا کرے۔ پھر کچھ عرصہ اسے کامیابی سے کرنے کے بعد رفتار خود ہی تیز ہو جاتی ہے۔

ماضی میں بہت سی یونیورسٹیوں میں ایسے تجربات کئے گئے جن میں کم عمر طالبعلموں کو عام سے سوالات دیئے گئے مگر پروفیسروں نے طالبعلموں کے ذہن میں ڈالا کہ یہ بہت مشکل سوال ہیں۔

تو بامشکل پچیس فیصد طالبعلم ان سوالات کا جواب بتا سکے۔

اب انہی سوالات کو دوسرے طالبعلوں کے سامنے پیش کیا گیا مگر اب پروفیسروں نے طالبعلموں کے ذہنوں میں دوسری چیز ڈالی۔ اب ان کو پروفیسروں نے کئی بار کہا کہ یہ تو

Marfat.com

بڑے ہی آسان سوالات ہیں۔ ان کا جواب تو کوئی بچہ بھی دے سکتا ہے۔

ان طالبعلموں کی کوئی پچھتر فیصد تعداد نے جواب بالکل درست دیئے۔

یہ تجربات بار ہا دہرائے گئے، تقریباً یہی نتائج ہر دفعہ سامنے آتے رہے۔

اہم یہ ہے کہ جس چیز کو آپ اپنے ذہن کو مشکل کہہ کر پیش کرتے ہیں لاشعور اسے فوراً مشکل بنا لیتا ہے، اور جس چیز کو آسان کہہ کر پیش کرتے ہیں لاشعور اسے فوراً آسان بنا دیتا ہے۔ لاشعور کی طاقت شعور سے کئی گنا (بلکہ بیسیوں گنا) زیادہ ہوتی ہے۔ یہ با آسانی ہر مشکل شے کو آسان اور آسان کو مشکل بنا دیتا ہے۔ ہر اہم کام کرتے وقت اگر آپ کے ذہن میں ہو اکہ آپ اسے کر سکتے ہیں تو کر لیں گے اور اگر یہ ہو کہ نہیں کر سکتے تو نہیں کر پائیں گے اس لیے ہر کام کو خود اعتمادی کے ساتھ اور ونر (Winner) کی حالت میں کریں۔ وہ ہو جائے گا۔

والتھم سٹو (لندن) میں ایک دفعہ میری اپنے دوست افضل خان (جہلم) سے اس مسئلے پر بات ہو رہی تھی۔ خان صاحب کہنے لگے کہ بچپن میں جب گوجر خان میں مجھے پانچویں جماعت میں داخل کرایا گیا تو ہمارے استاد ایک بڑے اچھے قد کاٹھ اور پرسنالٹی والے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیا پڑھو گے؟

میں نے انہیں جواب دیا، "پڑھنا تو حساب بھی ہے، مگر حساب بڑا مشکل ہوتا ہے"۔

انہوں نے پھر مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں یہی جواب دیا کہ حساب تو بڑا مشکل ہوتا ہے۔

اس پر انہوں نے کہا کہ حساب کونسا مشکل ہوتا ہے، پھر مجھ سے پوچھنے لگے "چار اور چار کتنے ہوتے ہیں"۔ میں نے کہا، آٹھ۔

اس پر انہوں نے پوچھا، "اور آٹھ دونے"۔

میں نے کہا، سولہ

Marfat.com

انہوں نے پوچھا، ''سولہ اور چھ کتنے ہوتے ہیں''۔

میں نے کہا، بائیس۔

انہوں نے کہا، ''شاباش، بس یہی حساب ہوتا ہے''۔

افضل خان صاحب نے بتایا کہ اس دن کے بعد حساب میرے لئے بالکل ہی آسان ہوتا چلا گیا۔

مجھے سال 2011 میں چکوال گورنمنٹ کالج فار ویمن میں ویمن ٹیچرز کو لیکچر دینے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر میں نے دوسری باتوں کے علاوہ ذہن کے اس اصول پر بات کی کہ یہ ہر کرنے والی ''نئی چیز'' کو با آسانی آسان یا مشکل بنا دیتا ہے۔ جب میں نے یہ بتایا تو وہاں کی ایک سینئر ٹیچر کہنے لگیں ''جب میں چھٹی (غالباً یہی سال بتایا تھا) جماعت میں تھی تو ہماری ٹیچر نے ہمیں انگلش پڑھاتے وقت یہ کہا کہ انگلش تو بے حد مشکل زبان ہے۔ اس پر میں نے پوچھا کہ انگلش بولنے میں کس طرح مہارت حاصل کی جاسکتی ہے تو اس پر وہ کہنے لگی یہ تو اتنی مشکل ہے کہ یہ تو انگلش کے پروفیسروں کو بھی صحیح طریقے سے نہیں آتی۔ یہ سننے کے بعد انگلش میرے لیے اتنی مشکل ہوگئی کہ میں آج تک اسے صحیح نہیں سیکھ سکی''۔ اور آج آپ کی بات سن کر مجھے کوئی تیس سال کے عرصے کے بعد اس مشکل کی وجہ معلوم ہوئی ہے۔

بس یہی اصول اور عملی طریقہ ماں باپ اور استادوں کو چھوٹے بچوں کو سکھانے میں لازمی طور پر استعمال کرنا چاہئے۔

خود مجھے بارہا سکول ٹیچرز اور کالجوں کے پروفیسروں سے بات چیت کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس بات چیت سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ پہلی جماعت سے پانچویں تک بچوں کو صحیح پڑھایا جائے کہ اس عمر میں ہر قسم کے مضمون کی جھجک یا ڈر ان کے ذہن سے نکل جاتے ہیں۔ اور وہ مضمون ان کے لئے ساری عمر کے لئے آسان بن جاتا ہے

Marfat.com

پھر پانچویں سے نویں جماعت تک انہیں زیادہ محنت پر مجبور نہ کیا جائے، اس عمر میں وہ دوسرے شغلوں میں بھی حصہ لیتے رہیں۔

بس وہ پاس ہوتے رہیں یہی کافی ہوتا ہے اس عمر میں انہیں تعلیم کے بوجھ میں بری طرح پھنسا دینا ان کی شخصیت اور جسم و ذہن کی نشو نما کے لئے مضر ہو سکتا ہے دسویں جماعت سے لے کر بی اے (بلکہ زیادہ تر میٹرک سے ایف اے تک کے) تک کے سال ہی بچوں کے لئے صحیح معنوں میں کیئریئر بلڈنگ سال ہوتے ہیں۔

میٹرک سے بی اے تک کے سال انہیں مکمل محنت کرائی جائے۔ کہ یہی طالبعلموں کی زندگی کے اہم ترین اور کیریئر بلڈنگ سال ہوتے ہیں۔

اس دور میں طالبعلموں کو بتایا جائے کہ جو طالبعلم ان سالوں میں باقی دلچسپیاں چھوڑ کر اپنا وقت تعلیم کو دیتے ہیں وہ دوسرے طالبعلموں سے لازمی آگے نکل جاتے ہیں اور اس کے بعد کی ساری زندگی مالی طور پر ان کے لئے آسان ہو جاتی ہے اور ان سالوں میں باقی دلچسپیوں میں زیادہ وقت گزارنے والے تعلیم میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور باقی کی ساری زندگی ان کے لئے مشکل بن جاتی ہے۔

علم سیکھنے میں ہم سب لوگ یاداشت کا بہت استعمال کرتے ہیں، یاداشت سے متعلقہ بے شمار تجربات میں آیا ہے کہ جو چیز پڑھی جائے وہ بیس تا پچیس فیصد یاد رہ جاتی ہے۔ سنی ہوئی چیز کوئی پینتیس فیصد یاد رہتی ہے۔ پریکٹیکل کی صورت میں دیکھی ہوئی کوئی پینتالیس فیصد یاد ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد اگر دیکھنے والا شخص دوسروں کو سکھائے تو کوئی پینسٹھ فیصد یاد ہو جاتی ہے۔ سکھانے کے بعد پھر اسے دیکھنا پچھتر فیصد اور دیکھنے کے بعد پھر کرنا نوے فیصد تک یاد رکھا دیتا ہے۔ (بہر حال کچھ لوگ پڑھ کر بھی کافی حد تک یاد کر لیتے ہیں)

فوج کی دس ہزار سالہ تاریخ میں ٹریننگ کا یہی طریقہ استعمال ہوتا ہے۔ بار بار کسی چیز کا دہرانا اس چیز کو یاد رکھنے کا سب سے عام فہم طریقہ ہے۔ اس میں کچھ وقفہ ملے تو انسانی

Marfat.com

ذہن اسے بھلانے کی ''پروگرامنگ'' بھی کر لیتا ہے۔

مغرب میں یادداشت کو تیز کرنے کا ایک طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔اس میں بتائی گئی چیزوں کی ایک کہانی بنائی جاتی ہے۔

مثلاً انسان نے کچھ چیزیں یاد کرنی ہیں۔ان کی ترتیب اس طرح ہے۔

۱) پین ۲) دھاگہ ۳) بلی ۴) درخت 5) گھوڑا ٦) کار

ان آپ نے ان سب کی کہانی اس طرح بنانی ہے کہ ایک پین ہے۔پین دھاگے سے بندھا ہوا ہے۔دھاگے کا دوسرا سرا بلی کی دم سے باندھا ہوا ہے۔بلی درخت پر چڑھ جاتی ہے۔درخت کے نیچے ایک گھوڑا آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔تھوڑی دیر بعد ایک کار وہاں پر آتی ہے۔

اسی طرح آپ نے بتائی گئی جتنی بھی چیزیں ہوں ان کی ایک کہانی بنا لینی ہے۔

وہ چیزیں چاہے چھ ہوں یا بیس زیادہ ہونے کی صورت میں آپ نے دو کہانیاں بنا لینی ہیں۔

میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ حافظ قرآن کی یادداشت بے پناہ تیز ہوتی ہے۔

یہاں میں یادداشت سے متعلقہ دو چھوٹے سے لطیفے آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔

میں ایسٹ لندن (LEYTON) میں اپنے دوست راجہ لیاقت (جہلم) کو ملنے گیا۔تو وہ مجھے اپنے پڑوسی دو پاکستانیوں کا قصہ سنانے لگے کہ وہ دونوں پاکستانی کانسٹرکشن کا کام کرتے ہیں۔پچھلے ہفتے ان سے کوئی واقف ڈرل مشین ادھار مانگ کر لے گیا۔اب دونوں کو یہ یاد نہیں ہے کہ کون ان سے مشین مانگ کر لے گیا تھا۔وہ دونوں اسی وجہ سے کام پر نہیں گئے۔

ہم دونوں اس پر ہنسنے لگ پڑے کہ ایک کو اگر یاد نہ رہے تو پھر بھی خیر ہے،لیکن دونوں

Marfat.com

شیر یہ بات بھول گئے۔

ایک پرانا لطیفہ اس بارے میں ہے۔

کہ مرزا شکیل کے بھائی کی یاداشت حیرت انگیز حد تک اچھی تھی۔ اسے ہر سنی ہوئی چیز، ہر واقعہ یاد ہو جاتا تھا۔ اسے سیاسی لیڈروں اور مولویوں کے ایسی تقریریں بھی یاد رہ جاتی تھیں۔ جن کا نہ سر ہوتا تھا نہ پاؤں۔ شیطان نے ایک دن اس کی تعریف سنی تو امتحان لینے کے لیئے اس کے پاس آیا۔

اس وقت شام کا وقت تھا، مرزا کا بھائی ایک گلی میں سے گزر رہا تھا۔ شیطان ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں پیچھے سے آیا اور اس کو کندھے پر ہاتھ رکھ کر بلایا۔ جب وہ واپس مڑا تو شیطان پوچھنے لگا، ''سنا ہے تمہاری یاداشت بہت تیز ہے''۔؟

مرزا کے بھائی نے کہا، ''لوگ اسی طرح کہتے ہیں''۔

شیطان نے پوچھا، ''صبح ناشتے میں کیا کھاتے ہو؟''

مرزا کے بھائی نے کہا، ''ہاف بوائلڈ انڈہ''۔

یہ پوچھ کر شیطان وہاں سے غائب ہو گیا۔

اس واقعے کو بارہ سال گزر گئے۔ مرزا کا بھائی اب شادی شدہ اور دو بچوں کا باپ بن چکا تھا۔ اس کا اپنا کاربار تھا اور وہ پیری مریدی بھی کرتا تھا ایک دن شام کو وہ پھر گلی سے گزر رہا تھا تو شیطان نے اسی بوڑھے آدمی کی شکل بنائی اور اسے پیچھے سے کندھے سے چھوا۔

جب وہ واپس مڑا تو شیطان نے اس سے پوچھا، ''کس چیز کے ساتھ''۔

تو مرزا کا بھائی فوراً بولا، ''نمک کے ساتھ''۔

یہ سن کر شیطان نے چیخ ماری اور فوراً غائب ہو گیا۔

Marfat.com

مغرب میں استاد کی عزت

میرے ایک عزیز دوست ڈاکٹر شکیل صاحب (جو پی ایچ ڈی) ہیں اپنے ہالینڈ میں قیام کا ایک واقعہ سنا رہے تھے۔ یہ انہی کی زبانی سنیے۔

''میں چند سال پہلے ہالینڈ پڑھائی کے سلسلے میں گیا ہوا تھا۔ وہاں میں ایمسٹرڈیم سنٹرل سٹیشن کے قریب ایک سڑک (MARTILAR GRAGHT) سے گزر رہا تھا۔ وہاں پر چلنے والوں کے لئے لال بتی کی وجہ سے اشارہ بند تھا۔ مگر میں نے دیکھا کہ ایک طرف سے ایک معزز سا ڈچ آدمی چلا آ رہا ہے۔ وہاں پر موجود پولیس والے نے لال بتی ہونے کے باوجود گاڑیوں کو اشارے سے روکا اور ان صاحب کو سڑک پار کرنے کا موقع دے دیا۔

میں نے یہ دیکھ کر پولیس والے سے انگلش میں سوال کیا کہ تم نے یہ قانون کیوں توڑا؟

تو پولیس والا کہنے لگا! یہ گزرنے والے صاحب پروفیسر ہیں اور یہ آج تک اپنے کام سے ایک منٹ بھی لیٹ نہیں ہوئے۔ اسی وجہ سے میں نے انہیں لال بتی ہونے کے باوجود گزرنے کا اشارہ دیا تھا۔ ہمارے ملک میں اگر پروفیسر ملکہ ہالینڈ کو بھی ملنے جائے تو ملکہ پر لازم ہے کہ وہ اس سے ملے۔

یہ سن کر میں نے سوچا کہ اس بات کو ٹیسٹ کیا جائے۔

Marfat.com

میں نے ملکہ کے دفتر میں جا کر وہاں عملے کو اپنا تعارف کرایا اور ملکہ محترمہ کو ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ عملے نے مجھے ایک دفتر میں بٹھا دیا۔ کوئی پندرہ بیس منٹ کے بعد ملکہ محترمہ وہاں پر جلدی میں بھاگی بھاگی آئیں اور مجھے کہنے لگیں مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اتنی دیر انتظار کرنا پڑا۔ دراصل پارلیمنٹ کا اجلاس تھا اور میں وہ اجلاس چھوڑ کر آپ کو ملنے آ رہی ہوں"۔

ڈاکٹر شکیل صاحب انتہائی سچے اور نیک انسان ہیں۔ ایسے انسان میں نے زندگی میں بہت کم دیکھے ہیں۔ ان کی بات سن کر میں یہ سوچنے لگ پڑا کہ ہر بڑے انسان کی تشکیل میں ماں باپ (خصوصاً ماں) یا کسی بہت لائق استاد کا حصہ لازمی دیکھا گیا ہے اور ہمارے ملک میں پروفیسر اور استادوں کی وہ عزت نہیں کی جاتی جو کہ ہمیں کرنی چاہیے۔

Marfat.com

ہر سوال کے جواب مل جانا

میں یہ کافی عرصے سے یہ محسوس کر رہا تھا کہ ذہن میں موجود ہر سوال کا جواب مجھے چند دنوں میں کہیں نہ کہیں سے مل جاتا ہے۔ چاہے وہ خاصا مشکل اور پیچیدہ سوال ہی نہ ہو۔ بس جب بھی ذہن میں کوئی سوال آتا تھوڑے ہی دنوں میں مجھے کہیں نہ کہیں سے اس کا جواب مل جاتا۔

بعد میں ایک دفعہ میں مشہور انگریز فلاسفر برٹرینڈ رَسل (متوفی 1971) کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس میں اس نے لکھا کہ وہ جب بھی کوئی مضمون یا کتاب لکھنے کا ارادہ کر لیتا تھا تو پھر اس کا پکا فیصلہ کر کے اسے لکھ کر رکھ لیتا تھا۔ پھر اپنی نارمل زندگی شروع کر دیتا تھا۔ اس کے بعد اگلے تین چار ہفتوں میں ہی اسے مختلف ذرائع سے مطلوبہ معلومات مل جایا کرتی تھی۔

یہ دراصل صوفیوں کا بھی طریقہ ہے۔

خود میرے مشاہدے میں آیا کہ جب بھی مجھے کوئی مشکل سوال ملتا تھا تو پھر اگلے چند ہی دنوں میں مجھے کوئی نہ کوئی ایسا شخص مل جاتا تھا جو کہ اس سوال کے جواب سے بخوبی واقف ہوتا تھا۔

ورنہ کوئی نہ کوئی ایسی کتاب مل جاتی تھی جس میں اس سوال کا حل ہوتا تھا۔

اگر یہ دونوں چیزیں نہ ہوتیں تو مجھے خواب میں اس سوال کا جواب مل جاتا کرتا تھا۔ یہ جواب اگر سو فیصد نہیں تو تفصیلات کی حد میں بھی نوے فیصد درست ضرور ہوا کرتے تھے (اب کشف اس میں مدد کر دیتا ہے)۔

دراصل انسانی ذہن ضرورت کی ہر چیز کو اپنی طرف کشش کرتا ہے۔ یہ سوالات کے

Marfat.com

جوابات اور مشکل کا حل بھی اپنی طرف کشش کرتا ہے۔

پرانے وقتوں میں زندگی اتنی پیچیدہ نہیں تھی۔اس وقت روحانی اور صوفی لوگ سیدھی سادھی باتوں کے جواب بھی بذریعہ اس ذہنی کشش یا پھر کشف کے ذریعے لیا کرتے تھے۔

علامہ اقبالؒ بھی ایسے بہت سے سوالوں کے جوابات کی تلاش میں تھے۔انہیں اپنی ریسرچ میں بھی کچھ کے جواب ملے، کچھ بذریعہ شاعری ان پر الہام بھی کئے گئے، جو کہ کبھی خود ان کو بھی اس وقت سمجھ میں نہ آئے۔مگر وہ بڑی حد تک صحیح جوابات تھے۔الہامی شاعری کے بارے میں ایک بار میں نے ان کی بائیوگرافی میں پڑھا۔اس میں انہوں نے لکھا ''جب شعر کہنے کی کیفیت مجھ پر طاری ہوتی ہے تو سمجھیں ماہی گیر نے جال ڈالا ہوا ہے اور مچھلیاں اس کثرت سے جال کی طرف کھنچی ہوئی آتی ہیں کہ ماہی گیر پریشان ہو جاتا ہے کہ اتنی مچھلیاں میں کسے پکڑوں اور کسے چھوڑوں؟ یہ کیفیت مجھ پر سال میں زیادہ سے زیادہ دو بار طاری ہوتی ہے۔لیکن فیضان کا یہ عالم کئی کئی گھنٹے رہتا ہے اور میں بے تکلفی سے شعر کہتا جاتا ہوں۔پھر عجیب بات یہ ہے کہ جب طویل عرصے کے بعد یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو پہلی کیفیت میں کہا گیا آخری شعر دوسری کیفیت کے پہلے شعر سے مربوط ہوتا ہے۔گویا اس کیفیت میں ایک قسم کا تسلسل بھی ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ یہ فیضان کے لمحے دراصل ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔جب کی کیفیت ختم ہوتی ہے تو میں ایک قسم کی تھکان عصبی اضمحلال اور پژمردگی سی محسوس کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ چھ سات سال تک یہ کیفیت مجھ پر طاری نہ ہوئی تو میں یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت مجھ سے چھین لی ہے۔چنانچہ اس زمانے میں میں نے نثر لکھنے کی طرف توجہ دی۔ یک بہ یک ایک روز پھر یہی کیفیت طاری ہوگئی۔ان لمحوں میں میری طبیعت عجیب لذت محسوس کر رہی تھی۔اس میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اشعار کا ایک بحرِ امواج ہے کہ اُمڈتا چلا آتا ہے۔ہی کیفیت سرود ونشاط اتنی دیر تک قائم رہی کہ اس نے چھ سات سال کے

Marfat.com

جمود و تعطل کی تلافی کر دی"۔

ایسی ہی کشفی صلاحیت کا شاہ عبدالرحیم (دہلوی) نے بھی ذکر کیا ہے کہ جب کوئی مجھ سے کوئی سوال (استعارہ وغیب کے متعلقہ) پوچھتا ہے تو میرے سامنے بے شمار جوابات آ جاتے ہیں۔ پھر ان میں سے جو جواب مجھے مناسب ترین لگتا ہے وہ میں پوچھنے والے کو بتا دیتا ہوں (کتاب انفاس العارفین)۔

خود مجھ پر لکھتے وقت یہ کیفیت طاری ہوا کرتی ہے۔ خصوصاً رات کے آخر میں ورد و ازکار کے بعد جب میں ہائی قسم کی انرجی جسم میں محسوس کرتا ہوں اس وقت ذہن میں طرح طرح کے نئے اور اچھوتے خیالات آیا کرتے ہیں۔ یہی وقت میرے لکھنے کے لیے بہترین ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں کا اس بارے میں خیال یہ ہے کہ الہام کی کیفیت کم لکھے پڑھے لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے۔

حالانکہ میرا خیال یہ ہے کہ اگر پڑھے لکھے لوگوں میں روحانیت موجود ہو اور خوف اور انا (EGO) کا عنصر غالب نہ ہو تو ان پر زیادہ اونچی اور پالش شدہ (REFINED) قسم کا الہام ہوتا ہے۔

بشرطیکہ انہیں اپنی اس صلاحیت پر پختہ بھروسہ ہو جوں جوں یہ بھروسہ پختہ ہوتا جاتا ہے۔ خیالات کی آمد بڑھتی چلی جاتی ہے۔

دراصل کائناتی لاشعور (عالمِ مثال) میں موجود سوچوں سے اونچے قسم کے الہام کی آمد ہوا کرتی ہے۔ اس میں انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی ہمت بڑی رکھے خود کو بڑے سے بڑے لیول کی معلومات حاصل کرنے کے قابل سمجھے۔ ہر قسم کے ڈر و خوف اور اپنی انا (EGO) کو بھول کر صاف نیت ہو جائے پھر ہی وہ اونچی قسم کے الہام سے مستفید ہو گا۔

Marfat.com

کیا وہ بھوت تھے

یہ کوئی 2006ء کی بات ہے۔ میرے ایک واقف کرنل صاحب اپنے ڈرائیور کے ساتھ چکوال سے سہگل آباد کی طرف جا رہے تھے۔ رات دس بجے کا وقت تھا، ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا۔ اچانک سڑک کے ایک طرف سے ایک نوجوان لڑکی جس نے رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ہاتھوں اور گلے میں کافی زیور تھا سڑک کی ایک سائیڈ سے نکلی اور گاڑی سے ٹکرا گئی۔ ڈرائیور نے بریک لگانیکی کوشش کی مگر گاڑی اس لڑکی سے ٹکرا گئی۔ ڈرائیور اور کرنل صاحب دونوں گاڑی سے نکلے اور اس لڑکی کی طرف بڑھے۔

مگر اس دوران وہ لڑکی اٹھ کر سڑک کی سائیڈ پر آگے کی طرف چلنے لگ پڑی۔ وہ اس کے پیچھے دوڑے، مگر وہ لڑکی اچانک ہی فضاء میں غائب ہوگئی۔

اسی وقت ان کی گاڑی کی لائٹیں خود بخود بجھ گئیں۔

انہوں نے اس لڑکی کو وہاں کافی تلاش کیا، لیکن انہیں اس کا کوئی اتہ پتہ نہ چلا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ میرے دوست ضیغم صاحب کا ہے جو چکوال میں سرکاری آفیسر ہیں انہی کی زبانی یہ سنیں۔

"یہ 2006ء کا واقعہ ہے مجھے رات 2 بجے ایک دوست کو چھوڑنے سہگل آباد کی

Marfat.com

طرف جانا پڑا۔میں اکیلا اندھیرے میں نہیں جانا چاہتا تھا اسی لیے ایک دوست اور ڈرائیور کو ساتھ لیا۔گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا۔

جب ہم روپال والے موڑ پر پہنچے تو اس وقت گاڑی کی رفتار کوئی 100 کلومیٹر فی گھنٹہ تھی۔سائیڈ سڑک سے اچانک ایک نوجوان لڑکی نکلی اس نے رنگین کپڑے اور زیور پہنے ہوئے تھے۔وہ لڑکی کار کے نیچے آ گئی۔

ڈرائیور نے کار کو فوراً بریکیں لگائیں، گاڑی چند فٹ کے فاصلے پر جا کر بند ہو گئی۔

اتنے میں پیچھے سے ایک گاڑی کی لائٹیں نظر آئیں اور روشنی ان تک پہنچنے لگ پڑی۔

اس وقت وہ بدحواسی کے عالم میں گاڑی سے نکل ہی رہے تھے کہ وہ لڑکی بونٹ کے سامنے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔اس کا منہ کار کی ونڈ سکرین کی طرف تھا۔

پھر وہ مسکرائی اور سامنے سڑک پر آرام سے چلنے لگ پڑی۔تھوڑی دور جا کر وہ دیکھتے ہی دیکھتے فضاء میں غائب ہو گئی۔

گاڑی میں موجود سب لوگوں کا مارے خوف کے عجیب حشر ہو گیا اور ڈرائیور تو اتنا ڈرا کہ خوف کے مارے بیہوش ہو گیا۔پھر مزید ایک مہینے اسے بخار چڑھا رہا۔

اسی سے ملتا جلتا واقعہ ایک دوسرے واقف کے ساتھ بھی پیش آیا۔اس واقعے کے راوی روزنامہ دھن کہون کے ایڈیٹر خواجہ دانیال سلیم اور ان کے دوست فرید خان صاحب ہیں۔

وہ بتا رہے تھے کہ تقریباً 2006ء کی بات ہے۔ان کے ایک ملنے والے اقبال سراج صاحب جو یو بی ایل چکوال کے اسسٹنٹ وائس پریزیڈنٹ تھے اپنے ایک دوست کو موضع سرکال (یہ بھی سہگل آباد کے پاس ہی واقع ہے) اتار کر چکوال واپس آ رہے تھے۔ڈیڑھ بجے رات کا وقت تھا۔ان کی کار کے سامنے سے ایک رنگین کپڑے اور زیورات پہنے ہوئے ایک نوجوان لڑکی نے سڑک کراس کی اور پھر سڑک پر اوپر کی طرف دوڑنے لگ پڑی۔

Marfat.com

اقبال سراج صاحب نے پہلے تو اسے بڑی دلچسپی سے دیکھا اور مسکرانے لگ پڑے۔

پھر انہیں احساس ہوا کہ کار کی رفتار تو کوئی اسی کلومیٹر فی گھنٹہ ہے اور وہ لڑکی کار کے ساتھ برابر اسی سپیڈ سے دوڑ رہی ہے۔ یہ سوچ کر ان کے پسینے چھوٹ گئے۔

پھر ہمت کر کے انہوں نے آیت الکرسی پڑھنی شروع کر دی۔ لڑکی کی رفتار اسی وقت ٹوٹ گئی اور وہ کار سے پیچھے رہ گئی۔

اس پر میں نے ہنس کہا، ''یعنی آیت الکرسی نے اسے بریکیں لگا دیں''۔

پھر میں اور خواجہ دانیال زور زور سے ہنسنے لگ پڑے۔

اسی لڑکی سے متعلقہ دو تین اور لوگوں نے بھی چکوال کے قریب کے واقعے سنائے۔ ان میں میرے ایک دوست حکیم ابراہیم صاحب بھی شامل ہیں۔

میرے ایک دوست ڈاکٹر طاہر عثمان صاحب (چکوال) اپنے ایک واقف کا واقعہ سنا رہے تھے۔

انہوں نے بتایا، ''ان کا یہ واقف اپنے موٹر سائیکل، ہنڈا سیونٹی پر چکوال خانپور کے پاس سے گزر رہا تھا۔ ایک راہ گیر نے اس سے لفٹ لی۔

کچھ دیر موٹر سائیکل چلانے کے بعد موٹر سائیکل والے کو محسوس ہوا کہ موٹر سائیکل بھاری ہوتی جا رہی ہے اور اس کی رفتار کم ہوتی جا رہی ہے۔

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پیچھے بیٹھنے والے راہ گیر کی ٹانگیں گزوں لمبی ہو کر سڑک پر گھسٹ رہی ہیں اور اس کا چہرہ موٹر سائیکل ڈرائیور کے سر پر اوپر سے جھکا ہوا ہے۔

موٹر سائیکل والے نے گھبرا کر موٹر سائیکل کو فل ریس دی، کہ سامنے کچھ فاصلے پر آبادی تھی۔ وہاں ایک دوکان کے سامنے پہنچ کر اس نے بریک لگائی اور موٹر سائیکل چھوڑ کر دوکان کے اندر کی طرف بھاگا۔

مگر پھر اسے محسوس ہوا کہ اس کے پیچھے تو کوئی بھی نہیں بیٹھا ہوا تھا۔

Marfat.com

میرے دوست کرنل خالد فاروق صاحب (پرنسپل پریسٹو سکول محلہ لائن پارک چکوال) اپنی کپتانی کے دور کا ایک واقعہ سنا رہے تھے۔ یہ ان کی زبانی ہی سنتے ہیں۔

''میں اس وقت کوئٹہ میں ڈیوٹی پر تھا، ایک دن ہمارے ایک بریگیڈیئر صاحب بمعہ اپنی بیگم کے آفیسرز میس میں کچھ دن کے لیئے آ کر ٹھہرے۔

بریگیڈیئر صاحب آ کر میس کے اندر بیٹھ چکے تھے۔ ان کی بیگم ان کے بعد کار سے اتریں۔ وہ چل کر میس کی طرف آ رہی تھیں، راستے میں وہ اچانک گھبرا کر بولیں

''وہ یہاں بھی آ گئے''

یہ سن کر ہم ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کے پاس ہی دو ٹوٹے ہوئے انڈے پڑے ہوئے تھے۔

خیر ہمیں کچھ سمجھ نہ آیا۔ پھر وہ دونوں میس میں کچھ عرصہ ٹھہرے رہے۔

پہلے دن ہی میس میں میز پر پڑی ہوئی پلیٹیں ہوا میں اٹھیں اور فرش پر گر کر چکنا چور ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف کی پلیٹیں اس طرح گر کر ٹوٹ گئیں۔

تھوڑی دیر بعد کھڑکی کے پردوں میں سے ایک کو آگ لگ گئی۔ وہ آگ بجھائی گئی تو کچھ دیر کے بعد ہی دوسرے پردے کو آگ لگ گئی۔

یہ آگ بھی بجھائی گئی تو پھر دوبارہ میز سے برتن گر کر ٹوٹنے لگ پڑے۔

ہم اس واقعے سے سخت پریشان تھے، کہ میرے پاس ایک دوسرے کپتان کا اردلی بھاگا ہوا آیا اور کہنے لگا!

''کپتان صاحب کو کمرے میں کچھ ہو گیا ہے''۔

میں ان کے کمرے کی طرف گیا۔ تو دیکھا کہ کپتان گھبرایا ہوا اپنی کرسی پر بیٹھا ہے۔

میں نے اس سے اس کی گھبراہٹ کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا

''میں یہاں اپنی کرسی پر بیٹھا تھا کہ بند کمرے میں اچانک ایک آدھی اینٹ آ کر

Marfat.com

سامنے فرش پر لگی۔ میں نے گھبرا کر دائیں بائیں دیکھا تو کمرے میں میرے علاوہ کوئی دوسرا موجود نہ تھا"۔

پھر اس کے بعد مسلسل میس کے کھانے کے کمرے کی پلیٹیں ہوا میں اڑ اڑ کر گرتی رہیں۔

پھر پردوں میں آگ لگ جاتی تھی۔ جب آگ بجھائی جاتی تھی تو پلیٹیں گر کر ٹوٹنی شروع ہو جاتی تھیں۔

یہ واقعات اگر ایک گھنٹہ نہیں ہوتے تھے تو پھر مسلسل چالیس پچاس منٹ چلتے رہتے تھے۔

مختلف عامل قسم کے لوگ بھی بلائے گئے مگر یہ چیزیں نہ رکیں۔

آخر کار پشاور کی سائیڈ سے ایک لڑکی بلائی گئی جو کہ ان چیزوں کو ہونے سے پہلے ہی دیکھ لیا کرتی تھی۔ مثلاً وہ کہتی تھی، "ان پلیٹوں کو پکڑو"۔

اگر اس وقت کوئی فوراً ان پلیٹوں کو پکڑ لیتا تھا تو پھر وہ ٹوٹنے سے بچ جاتی تھیں۔

اسی طرح وہ پردوں کی طرف اشارہ کر کے کہتی تھی، "اس پردے کو پکڑو"۔

اگر کوئی اس پردے کو پکڑ لیتا تھا، تو اس پردے کو آگ نہیں لگتی تھی۔ ورنہ وہ جلنا شروع ہو جاتا تھا۔

اس لڑکی کا کہنا تھا کہ کچھ کالے کالے لباسوں والے لوگ ہیں جن کا چہرہ وہ واضح طور پر نہیں دیکھ سکتی۔ وہی آ کر ان پلیٹوں کو نیچے پھینکتے ہیں۔

اور پردوں کو آگ لگاتے ہیں۔

یہ واقعات اس وقت تک جاری رہے جب تک بریگیڈیئر صاحب کی بیگم وہاں رہیں۔

پھر جس دن وہ ٹرین پر واپس جا رہیں تھیں تو میں بھی انہیں چھوڑنے کے لیئے ٹرین

Marfat.com

اسٹیشن پر موجود تھا۔

اس وقت سب لوگوں نے دیکھا کہ بہت سے گتے کے ڈبے، پلاسٹک کی بوتلیں اڑ اڑ کر ڈبے پر برس رہی تھیں۔

بیگم صاحبہ کے جانے کے بعد پھر سب امن ہو گیا، اس کے بعد ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا"۔

قدرت اللہ شہاب صاحب نے شہاب نامے میں بملہ کماری کی روح کے نام سے ایسے کچھ واقعات لکھے ہیں۔

اسی طرح سکھوں کے دسویں گرو گرو گوبند سنگھ کا ایک دلچسپ واقعہ بھی ہے۔

گرو گوبند سنگھ ایک بار جموں میں ایک ہندو پنڈت کو ملنے کے لئے گیا۔ اس پنڈت کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ درگا دیوی (شیر پر بیٹھی دیوی) کے درشن کرا دیتا ہے۔

جب گرو گوبند سنگھ نے درگا دیوی کو دیکھنے کی خواہش کی تو پنڈت نے اسے دیگیں دان کرنے کو کہا۔

گرو گوبند سنگھ کوئی سات دن تک دیگیں دیتا رہا، مگر کچھ نہ ہوا۔

آخر کار ساتویں دن درگا دیوی نمودار ہو گئی۔ دیوی نے گرو گوبند سنگھ کی تلوار پر (=) اس شکل کا نشان لگایا اور غائب ہو گئی۔

پھر وہ پنڈت کہنے لگا، "چونکہ درگا دیوی بڑے عرصے کے بعد نظر آئی ہے، اس لئے اسے تین انسانی جانوں کی بھینٹ دینی ہے"۔

اس پر گرو گوبند کے تین چیلوں نے اپنے سر خود ہی پیش کر دیئے۔

ان تینوں کے سر قلم کر دیئے گئے۔

اب ہم یہاں اوپر بیان کردہ واقعات کی توجیح کرتے ہیں۔

وہ لڑکی جو سہگل آباد کے پاس کاروں سے ٹکراتی ہے، وہ کسی ایسی لڑکی کا وجودِ مثالی

Marfat.com

ہے۔ جو کہ وہاں قریب ہی کسی گاؤں میں رہتی ہے۔

وہ لڑکی حقیقت میں صرف خودکشی کرنے کا سوچتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کا وجودِ مثالی کاروں سے ٹکراتا رہتا ہے۔ اگر حقیقت میں کوئی لڑکی ٹکراتی تو اتنی سخت ٹکر کے بعد کبھی اٹھ کر چل نہ پڑتی اور غائب بھی نہ ہوتی۔

موٹر سائیکل والے نے جس شخص کو لفٹ دی تھی، وہ کوئی ہپناٹزم و نظر بندی کا ماہر تھا۔ اس نے موٹر سائیکل والے سے مذاق کیا تھا۔

نظر بندی کی حالت میں انسان کو جو چیز بھی دکھائی جائے وہ اسے نظر آنے لگ پڑتی ہے۔

پیچھے بیان کردہ بریگیڈیئر صاحب کی بیگم کا واقعہ لوگوں کو بڑا عجیب محسوس ہوا ہوگا۔ حالانکہ دنیا کے مختلف مما لک میں اس قسم کے واقعات مختلف ادوار میں ہوتے رہے ہیں اور آجکل بھی ہوتے رہتے ہیں۔

گو ایسے واقعے اکثر کسی بارہ تا پندرہ سالہ بچے (لڑکی یا لڑکا دونوں) کے ساتھ ہوا کرتے ہیں جو کہ نئے نئے جوان ہو رہے ہوتے ہیں۔ اس عمر میں ہونے والی جسمانی تبدیلیاں ان بچوں کو سخت اریٹیٹ کرتی ہیں اور اگر کسی وجہ سے کسی بچے کا وجودِ مثالی بھی بن چکا ہو تو اس گھر میں برتن ٹوٹنے، کپڑوں کو آگ لگنے، چیزیں گم ہو جانی، چیزیں اچھل کر دیواروں میں لگنی اور بے شمار اسی قسم کی حرکات شروع ہو جاتی ہیں۔

جب بچہ اس جسمانی تبدیلی سے گزر چکتا ہے تو پھر ایسی حرکات خود بخود بند ہو جاتی ہیں۔

ایسے واقعات ان بالغ افراد کے ساتھ بھی ہو جاتے ہیں، جن کا وجودِ مثالی بن چکا ہو اور وہ ان دنوں سخت پریشان ہوں۔

شہاب نامے میں بیان کردہ بملہ کماری کی روح کا واقعہ یہ بتاتا ہے کہ کبھی کبھی زندہ

Marfat.com

انسانی جسم سخت پریشانی کی حالت میں ایسی وائبریشن چھوڑ جاتا ہے، جو کہ اس کے مرنے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ ایسی حرکات کر لیتا ہے۔ مگر یہ حرکات واثرات زیادہ کمزور ذہن پر ہی اثر انداز ہوتے ہیں۔ حقیقت میں بہت کم اثر کیا کرتے ہیں۔

گرو گوبند سنگھ کے واقعے میں دیوی کا آنا اسی پنڈت کے موکل یا وجودِ مثالی کا آنا تھا۔ اکثر ایسے واقعات میں نظر بندی کا ہی استعمال ہوتا ہے۔ مگر گرو گوبند سنگھ کی تلوار پر نشان لگنا یہ بتاتا ہے کہ وجودِ مثالی ہی آیا تھا۔

وجود مثالی کے بارے میں میری لمبی تحقیق میں یہ آیا ہے کہ یہ جسمانی طور پر کسی دوسرے انسان کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ ہاں اگر دوسرا شخص اسے دیکھ کر بیہوش ہو جائے یا اپنا نقصان کر لے تو یہ علیحدہ بات ہے۔

Marfat.com

عملیات وغیرہ میں وقت ضائع کرنا

روحانیت میں دلچسپی رکھنے والے اور خصوصاً عملیات میں دلچسپی رکھنے والے عام لوگ تو ایک دن میں ہی زمین سے آسمان تک جانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ مگر برسہا برس عملیات اور جن وغیرہ قابو کرنے کی مشقوں میں مصروف رہنے کے بعد ان میں سے 98 فیصد بالکل ناکام رہتے ہیں اور بہت سے لوگ اس چکر میں ذہنی توازن تک کھو بیٹھتے ہیں۔ پھر وقت، محنت اور پیسے کا ضیاع علیحدہ ہوتا ہے۔

میں نے اپنی کتابوں میں روحانیت کے جو بھی طریقے بتائے ہیں وہ یقینی نتائج دیتے ہیں چاہے وہ نتائج آپ کو 33 فیصد ملیں یا 99 فیصد۔ مگر انشاء اللہ ملیں گے ضرور۔ اور پھر آپ کی زندگی ایک بالکل نئی اور کامیاب زندگی ہوگی۔

اگر آپ کو ''فقیری'' نہ ملی تو پھر بھی آپ ایک بہت کامیاب اور بھرپور زندگی گزاریں گے اور اسلام کا صحیح شعور بھی رکھیں گے۔ عام زندگی کی روزانہ مشکلوں اور پریشانیوں سے آپ کی جان بچی رہے گی اور اپنی آمدنی بھی آپ جتنی چاہیں بڑھا سکیں گے۔

صرف مثبت سوچ کو ہی سمجھ لیں اور زندگی میں ایک واضح مقصد رکھیں۔ یہی دو چیزیں آپ کی زندگی کو ایک کامیاب زندگی بنانے کے لیے کافی ہے۔ اسکی تفصیل آپکو میری تیسری کتاب ''اسرار روحانیت اور کامیاب زندگی'' میں مل جائے گا۔ روحانیت میں گہرا نہ جانے والے اصحاب بھی صرف ان دونوں پر عمل کر کے کامیاب زندگی کو پا سکتے

Marfat.com

ہیں۔

پھر روحانی ''فقیری'' اگر بالغرض آپ کو نہ بھی ملی تو آپ اس سے صرف ایک قدم ہی دور رہ جائیں گے۔ اس قسم کے شوق میں مصروف لوگوں کے لئے میں نے اپنی پہلی کتاب ''روحانیت، دانش اور حقیقتیں'' میں خود کو ہپنا ٹائز کر کے جس سے نکلنے کے جو تجربات لکھے ہیں اگر آپ ایک اسی کی مشق کریں تو پھر آپ جسم سے نکل کر دنیا میں جہاں چاہیں جا سکیں گے۔ اس مشق میں کسی استاد کی بھی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

ایک احتیاط یہ ضرور رکھیں کہ اگر اس کا غلط استعمال کرنے کی کوشش کی تو یہ صلاحیت اسی وقت آپ سے چھین لی جاتی ہے۔ یہ کیسے اور کیوں ہوتا ہے ایک لمبی کہانی ہے۔

اسی طرح میں نے اپنی کتاب میں وِنر، لوزر کا جو اصول لکھا ہے، ہر کام کو کرتے وقت وِنر کی کیفیت میں رہ کر کریں تو آپ کو 80 فیصد کامیابی ہی ملے گی۔

پھر دنیا کی ہر قسم کی تمام ضروری ترین روحانی، نفسیاتی، معاشی، سیاسی اور شریعتی معلومات بھی میں نے اپنی کتابوں میں دے دی ہے۔ انہیں استعمال کریں اور لوگوں کو بھی اس کا بتائیں۔

رسولِ پاک ﷺ کا فرمان ہے ''علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے''۔

اور ہم لوگ کیا کر رہے ہیں؟ کچھ دیر بیٹھ کر اس پر ضرور غور کریں۔

Marfat.com

مسخرے ڈاکو

میرے ایک دوست ریاض قریشی صاحب (چکوال) یہ بتاتے ہیں کہ چند سال قبل وہ چکوال سے موٹر سائیکل پر مونا ڈپو (بھلوال) جا رہے تھے، مونا ڈپو کے قریب انہیں ایک باریش آدمی نے اشارے سے روکا۔

جب قریشی صاحب رکے تو وہ آدمی انہیں بتانے لگا ''میں اپنی ہنڈا 125 موٹر سائیکل پر جا رہا تھا کہ ایک بڑی ماڈرن سی برقعہ پوش لڑکی نے یہاں مجھ سے لفٹ مانگی۔ میں نے اسے پیچھے بٹھالیا۔ چند میٹر موٹر سائیکل چلانے کے بعد وہ لڑکی کہنے لگی کہ میری جوتی پیچھے گر گئی ہے۔ میں نے موٹر سائیکل سٹارٹ ہی چھوڑا اور پیچھے جوتی اٹھانے کیلئے چل پڑا۔ تو اس دوران وہ لڑکی میرا موٹر سائیکل لیکر فرار ہوگئی۔''

اس وقت قریشی صاحب کو یاد آیا کہ تھوڑی دیر پہلے ایک برقعہ نما سا ان کے پاس سے بڑی رفتار میں موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا گیا تھا۔

جھنگ شہر میں دو لڑکیاں ایک نئے موٹر سائیکل رکشے پر بیٹھیں، اور وہاں سے نواں لاہور کی طرف جانے لگیں، کچھ دور جانے کے بعد رکشہ ڈرائیور کو ایک سفید لمبی داڑھی والے، سفید رنگ کے صاف ستھرے لباس میں ملبوس بزرگ نظر آئے جو کہ بالکل فرشتہ معلوم ہو رہے تھے۔ وہ بزرگ سڑک کے درمیان چل رہے تھے اور رکشہ کی طرف آ رہے تھے۔ ڈرائیور نے لڑکیوں سے کہا ''یہ بابا تو رکشہ کے نیچے ہی آنا چاہتا ہے اس پر لڑکیاں کہنے لگیں ''ہمیں تو کچھ نظر نہیں آ رہا''

اس دوران بابا اور قریب آ چکا تھا، رکشہ ڈرائیور بولا ''اب تو یہ بالکل سامنے آ چکا ہے،

Marfat.com

وہ دیکھو''

اس پر لڑکیاں بولیں ''پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے تو ہمیں تو کوئی بھی نظر نہیں آ رہا''

اس دوران بابا رکشہ کے بالکل سامنے آ چکا تھا۔

اب رکشہ ڈرائیور گھبرا کر چلایا ''یہ تو میرے رکشہ کے نیچے ہی آنا چاہتا ہے'' اس پر لڑکیاں سامنے دیکھ کر بولیں، ''لگتا ہے تم پاگل ہو گئے ہو، ہمیں تو کوئی شخص نظر نہیں آ رہا''

اب رکشہ ڈرائیور کی برداشت جواب دے گئی اس نے رکشہ روکا اور ڈر کر کھیتوں میں ایک طرف بھاگ نکلا۔

وہ فرشتہ نما بابا رکشہ پر بیٹھا اور اپنی ساتھی لڑکیوں سمیت وہاں سے فرار ہو گیا۔

اسی طرح چند سال پہلے ایک قومی اردو اخبار میں خبر چھپی تھی جس میں ملتان شہر سے آتی ہوئی فلائنگ کوچ میں ٹھگوں کے ایک گروہ نے کوچ کے اندر ہی اسی وقت ایک شادی کرنے کا ڈرامہ رچایا اور ڈرائیور سمیت سب مسافروں کو اسی خوشی میں نیند کی دوائی میں ملی ہوئی مٹھائی کھلا دی۔

جب سب مسافروں کی آنکھ کھلی تو کوچ ایک ویران جگہ پر رکی ہوئی تھی اور مسافروں کے بستر وغیرہ سامنے درختوں پر ٹنگے ہوئے تھے اور سب کی جیبیں خالی تھیں۔

Marfat.com

معاشی معاملات میں کمزوریاں دور کرنا

کاروبار میں کامیابی کے چند اہم اصول ہوتے ہیں وہ یہاں آپ کے نذر خدمت ہیں

۱) اس میں سب سے پہلا کام اسکی فزیبلٹی بنانا ہوتا ہے۔ پھر اس میں ڈیمانڈ اور سپلائی کا اصول ہے۔

۲) عملی تجربہ ہوتا ہے۔

۳) اچھی جگہ، اچھی لوکیشن پر کاروبار ہونا چاہئے۔

۴) آپ کے پاس موجود سرمایہ ہے۔ خصوصاً فالتو محفوظ سرمایہء۔

۵) ایمانداری اور ساکھ ہے۔

۶) محنت۔ آپ نے سب کچھ چھوڑ کر ایک چیز کے پیچھے پڑ جانا ہے، اور دوسروں سے زیادہ محنت کرنی ہے۔

۷) ساتھ پر امید ذہن، مثبت اور اوپٹامسٹک سوچ۔ یہ نہ ہو تو پہلے بیان کردہ سب چیزیں مٹی کا ڈھیر بن جاتی ہیں۔

۸) ہر انسان کو اپنے آپ کو مطلوبہ آمدنی حاصل کرنے کے قابل ماننا چاہئے۔ آپ در حقیقت اتنا ہی پیسہ کما سکتے ہیں۔ جتنا آپ خود کو قابل سمجھتے ہیں۔ اس کو سیلف ورتھ (SELF WORHT) کہتے ہیں۔ یہ کاروبار میں کامیابی کا لازمی ترین حصہ ہے

Marfat.com

اصل میں اس پر ہی سب سے زیادہ زور دینے اور اسے سمجھنے کی ضرورت ہے

اس کے بعد اپنے کاربار (بلکہ کام کا بھی) کا مکمل علم ہونا یعنی اس پر گرفت ہونا، اس کی ترقی میں بڑا امدگار ثابت ہوتا ہے۔

اپنے کام کو حلال سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔

اسے لازمی پسند کرنا سیکھیں۔

اسی طرح شکر گزاری کرنا مالی ترقی میں بیحد مددگار ہوتا ہے۔

اپنی آمدنی کی زکوۃ لازمی ادا کریں پھر دیکھیں اس میں کیسی برکت ہوتی ہے یہ اپنی سیل (کم از کم بچت) ہاتھ میں آتے اس میں سے علیحدہ کر دیں یہ کم از کم دو فیصد ہونی چاہئے۔

اس کے بعد آپ نے اپنی منفی چیزوں سے بچنا ہے۔ان میں سے پہلی چیز حسد ہے۔ حاسد کبھی امیر نہیں ہو پاتا، اسے رشک میں بدلیں۔حسد کی ایک خطرناک قسم ہوتی ہے اگر آپ اس فکر میں رہیں کہ آپ کے ساتھ کے لوگ (فیملی، دوست، احباب، پڑوسی) مالی ترقی نہ کر لیں، تو یہ سوچ خود مالی طور پر آپ کے لئے سخت نقصان دہ ہوتی ہے انہیں ترقی کرنے دو کم از کم انہیں اپنا کام کرنے دو۔

اسی طرح اپنے ماحول کی شکایت ہوتی ہے کہ میں غریب گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ یاد رکھئے ملک ریاض (بحریہ ٹاؤن کے مالک) امیر گھر میں نہیں پیدا ہوئے تھے۔سلطان حیدر علی بھی سپاہی سے ترقی کر کے جرنیل بنا تھا۔بس مثبت سوچ اور زندگی میں واحد مقصد ہونا یہ دونوں چیزیں انسان کو کمزور ترین ماحول سے کامیاب ترین ماحول و حالات میں باآسانی لے جا سکتی ہیں۔

اسی طرح ایک بہانہ کم تعلیم یا کم صلاحیتوں کا ہونا ہے۔

بے شمار لوگ ان پڑھ تھے جن میں پاکستان کے عبدالستار ایدھی صاحب اور امریکہ

Marfat.com

کے ہنری فورڈ بھی شامل ہیں۔ دورِ جدید کے اسلام کے عظیم ترین عالم مولانا مودودی صاحب بھی صرف میٹرک پاس تھے۔

اسی طرح اپنے آپ کو کم کمانے کے قابل سمجھنا ایک ایسی غلط سوچ ہے جسے تبدیل کرنا انتہائی ضروری ہے۔

ہم میں سے اکثر لوگ اا پنے ماضی کی کم علمی اور ناکامیوں کی وجہ سے مایوسی کا شکار ہو کر خود کو بہت اوسط قسم کی زندگی گزارنے کے قابل ہی مانتے ہیں اور جو کچھ بھی انسان مان لے وہ ہی بن جاتا ہے۔

خود کو کم کمانے کا قابل ماننے والے یقینی طور پر کم ہی کماتے ہیں۔ اس سوچ کو لازمی تبدیل کریں۔

اس کے علاج میں لکھیں کہ آخر آپ میں کیا کمی ہے کہ آپ کم کمائیں گے؟ اور جو بھی کمی نظر آتی ہے۔ اس کا حل بھی ڈھونڈیں، جیسے تجربے کا نہ ہونا وغیرہ۔

اس کا علاج اپنے کسی من پسندیدہ کاروبار میں کچھ عرصہ ملازمت کرنا یا وہاں بیٹھنا ہو سکتی ہے۔

پھر اس سے متعلقہ کتابیں پڑھیں۔

لوگوں سے معلومات لیں وغیرہ۔

خود کو قابل ماننے کو سیلف ورتھ (SELF WORTH) کہتے ہیں اسے بڑھائیں۔

اگر آپ ملازم پیشہ بھی ہیں تو آپ نے خود کو بیچنا ہے اور مالک نے آپکے وقت کی قیمت دینی ہے۔ اپنی اچھی قیمت بنائیں، اچھی ٹریننگ لیں اور اچھی قیمت لگائیں۔

کامیاب ہونے کے لئے اہم ترین کاروباری اصول میں نے اسی باب میں لکھ دیئے ہیں۔ انہیں ذہن میں پکا بٹھالیں، یہ کامیابی کے لیئے کافی ہیں۔

Marfat.com

مجھے اپنے برسوں کے مشاہدات و تجربات میں یہ واضح طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ بیرون ملک میں موجود پاکستانیوں (بلکہ اندرون ملک بھی) میں سے نوے فیصد لوگ اتنی صلاحیتیں رکھتے ہیں کہ ان کے لیئے دس یا بیس ہزار یورو یا پاؤنڈ ماہانہ کمانے بالکل ممکن ہے۔ صرف انہیں معلوم نہیں کہ وہ کیسے اسکی شروعات کریں۔ اس میں پہلا اہم اصول یہ ہے کہ اچھے لیول کے کامیاب کاروباری لوگوں کو ملنا جُلنا اور ان میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیں۔

Marfat.com

ماؤزے تنگ اور اسلام

چین ہمارا پڑوسی اور دوست ملک ہے۔ چین نے پاکستان کی ہر آزمائش، ہر مشکل وقت میں بڑھ چڑھ کر ساتھ دیا ہے۔

اس واقعے کا تعلق دہلی (انڈیا) کے مشہور عالم اور رائٹر مولانا وحید الدین خان سے ہے۔ اپنی کتاب میں انہوں نے موزے تنگ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا۔

مولانا وحید الدین خان موزے تنگ کو ان کی وفات سے کوئی ایک سال پہلے ملے تھے۔

بات چیت میں مولانا نے موزے تنگ سے ایک سوال کیا، وہ سوال یہ تھا، ''آپ نے کمیونزم میں خدا کی گنجائش کیوں نہیں رکھی؟''

اس پر موزے تنگ نے ان کو جواب دیا، ''جب ہم لوگ کمیونزم کے سبھی پہلوؤں کی تکمیل میں لگے ہوئے تھے تو اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ خدا کے بغیر ہمارا کمیونزم نہیں چل پائے گا۔

اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد ہم نے تمام مذاہب میں خدا کا جائزہ لیا۔ بڑی تحقیق کے بعد ہم اس فیصلے پر پہنچے کہ جو خدا ہمارے نظام کی ساری ضروریات پوری کر سکتا ہے، وہ صرف اسلام کا خدا ہے۔ اس پر ہم نے اسلام کے خدا کو اپنے نظام میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس میٹنگ کے دو ہفتے کے بعد ہماری فائینل اور بڑی میٹنگ ہونی تھی۔ جس میں ہم نے ان سب فیصلوں کا اعلان کرنا تھا۔

Marfat.com

نامعلوم کہاں سے انگریزوں کو ہمارے اس فیصلے کی خبر ہوگئی۔ ہماری بڑی میٹنگ سے ایک ہفتہ پہلے انہوں نے اس سارے علاقے میں جہازوں سے لاکھوں کی تعداد میں ایسے ایسے پوسٹر پھینکے جن میں اسلامی عالموں کے کیمونزم کے خلاف بیان لکھے ہوئے تھے۔

بلکہ یہ بیان اس طرح کے تھے کہ کیمونسٹ کا قتل واجب ہے، اسے قتل کرنا عین نیکی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے سینکڑوں بیانات سے بھرے ہوئے پوسٹر ان علاقوں میں لاکھوں کی تعداد میں پھینکے گئے۔ جس کو پڑھنے کے بعد علاقے میں مسلمانوں کے خلاف اتنی نفرت اور اشتعال پھیل گیا کہ ہمارے لیئے یہ ناممکن ہوگیا کہ ہم اسلام کے خدا کا اعلان کرسکیں"

میرے لاہور کے ایک بڑے پیارے دوست نعیم طاہر صاحب 1990 کے قریب دہلی میں مولانا وحیدالدین خان صاحب کو ملنے گئے۔ دہلی میں ان کے گھر جا کر جب طاہر صاحب نے اپنا تعارف کرایا اور مولانا سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، تو مولانا نے ملنے سے انکار کر دیا۔

نعیم صاحب نے بڑے سخت غصے ہو کر اندر پیغام بھیجا کہ یہ کہاں کی انسانیت ہے۔ میں لاہور سے آپ کو ملنے آرہا ہوں، آپ کیوں نہیں مل رہے؟

اس پر مولانا نے انہیں اندر بلا لیا۔ جب نعیم صاحب نے مولانا سے نہ ملنے کی وجہ پوچھی تو مولانا فرمانے لگے، "میں اس وجہ سے نہیں ملا تھا، کہ پاکستان کے اسلامی علماء ہپو کریٹ ہیں، کہتے کچھ ہیں عمل کچھ کرتے ہیں"۔

Marfat.com

ایڈکشن

ہم لوگ اپنی زبان میں ایڈکشن کے معنی ہیروئن یا کوکین کی ایڈکشن کے لیتے ہیں۔ جن کی عادت پڑ جائے تو انسان چوری چکاری اور ہر قسم کی گھٹیا حرکتوں اور جرائم تک پر اتر آتا ہے۔

ہیروئن کا ایک نشئی کہہ رہا تھا ''میرے والدین تو مجھے پائلٹ بنانا چاہتے تھے میں تو خود جہاز بن گیا ہوں''

اس کے بعد چرس یا شراب نوشی کی نسبتاً کم خطرناک ایڈکشن ہوتی ہے۔ پھر سگریٹ جیسی جو کہ ایسی خطرناک تو نہیں، مگر اسے چھوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

یہ سن کر میرا مسخرا دوست قلندر کہہ رہا ہے، ''سگریٹ چھوڑنا کونسا مشکل ہے۔ میں پچھلے دس سال میں تین سو بار چھوڑ چکا ہوں''۔

اپریل 2010 کی بات ہے۔ مجھے کچھ سکھ ہائی سٹریٹ اوپن مارکیٹ والتھم سٹو (لندن) میں نظر آئے۔ یہ سکھ لوگوں کے ہاتھ پڑھ کر انہیں الٹی سیدھی جھوٹی باتیں بتا کر ان سے تھوڑے بہت پیسے جھاڑ لیا کرتے تھے۔ کسی دوکاندار سے اگر کچھ نہ ملے تو کوکا کولا کا ایک ٹن ہی قیمت میں لے لیا کرتے تھے۔

ان سکھوں میں سے ایک میرا پرانا ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) کا واقف نکلا۔ وہ وہاں بھی یہی ''ہیرا پھیری'' کرتا تھا۔ اسے یہ کام کرتے ہوئے کوئی پچیس سال سے زیادہ ہو گئے تھے۔

Marfat.com

پھر میں سوچنے لگا کہ یہ جھوٹ کا ہی کاروبار کرتے ہیں۔ان کی سارے دن کی آمدنی کوئی پندرہ بیس پاؤنڈ ہی ہوتی ہوگی۔جبکہ لندن میں عام کام کرنے والے چالیس پچاس پاؤنڈ دن پر کام کرتے ہیں۔

دراصل ان لوگوں کو بھی ایک ایڈکشن ہوتی ہے۔کبھی کبھی انہیں خلافِ امید دس یا پندرہ پاؤنڈ بھی مل جاتے ہیں۔جس سے انہیں اتنی خوشی (اتنی کِک) ملتی ہے کہ وہ پھر اسی خوشی کی تلاش میں رہتے ہیں۔جوئے میں بھی ایسی خوشی کی تلاش انہیں لوگوں کو جوا چھوڑنے نہیں دیتی۔

ایڈکشن کے بے شمار قسمیں ہیں۔کچھ خطرناک قسم کی ایڈکشن جواء کھیلنا بھی ہوتی ہے۔اس کے علاوہ بلیئرڈ یا کیرم بورڈ کھیلنا وغیرہ اس میں بے جا کپڑوں کی شاپنگ سے لے کر کہیں بیٹھ کر لوگوں کو دیکھنے تک کی بے شمار قسمیں ہیں۔جس کے لوگ عادی ہو جاتے ہیں۔زندگی میں کوئی ڈائریکشن یا کوئی مقصد نہ ہو تو پھر ایسی عادتوں کا حملہ بڑا آسان ہو جاتا ہے۔

ہم میں سے زیادہ تر لوگ اسی طرح کی کسی نہ کسی ایڈکشن میں اپنے کمپلیکسز کی تسلی میں بہت دور تک نکل جاتے ہیں۔جیسے نوجوان لڑکیاں نیم برہنہ کپڑے اپنی احساسِ کمتری کی تسکین کے لیئے پہنتی ہیں، کہ دیکھنے والے نوجوانوں کی بھوکی نظریں انہیں یہ یقین دلاتی ہیں کہ وہ ابھی تک خوبصورت اور پرکشش ہیں۔یہ بھی احساسِ کمتری ہی ہوتی ہے۔

شراب کی ایڈکشن بھی عجیب ہے۔یہ پی کر لڑنے جھگڑنے کے علاوہ انسان کی صحت کو تباہ کر دیتی ہے۔پھر انسان کی قوتِ ارادی اور خود اعتمادی بھی کمزور ہو جاتی ہے۔

مغربی ملکوں میں تو بے شمار لوگوں اور پاکستانیوں نے بھی پی کر گاڑی چلانے کے الزام میں اپنے ڈرائیونگ لائسنس تک کھو دیئے اور اسی وجہ سے کئی لوگ اپنی ٹیکسی چلانے کا کام بھی کھو بیٹھے۔

Marfat.com

سگریٹ صحت کے لیئے بھی مضر ہے اور اس کی ایڈکشن بھی ہو جاتی ہے۔ میرے کئی جاننے والے ایسے لوگ ہیں جو اس وجہ سے روزے تک نہیں رکھتے۔ اور میں نے کئی لوگ ایسے دیکھے ہیں جو جہاز پر سفر کرتے وقت اسی وجہ سے سخت تکلیف میں ہوتے ہیں۔

چرس پینا کوئی زیادہ نقصان دہ چیز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ہالینڈ میں اس کی اجازت ہے، مگر پاکستان میں یہ پینا سخت خطرناک ہے۔ کیونکہ اس کو پینے والے کے ساتھ ہیروئن پینے والے بھی آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔

ہیروئین پینے والے ہر وقت اس چکر میں ہوتے ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہیروئین کے نشئی بنائیں۔ اسی مقصد کے تحت وہ آہستہ آہستہ چرس پینے والے کو چرس میں ہیروئین ملا کر دینے لگ پڑتے ہیں۔ پھر کچھ ہی عرصے کے بعد وہ شخص ہیروئین کا عادی ہو جاتا ہے۔

اگر سگریٹ میں کوئی چیز ملائی جائے تو انسان کو فوراً محسوس ہو جاتا ہے۔ مگر چرس کے اندر ملی ہوئی ہیروئین یا کوکین کو محسوس کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

کام کاج کے بعد ریفریشمنٹ سب کو چاہیئے۔ یہ ہر شخص کی علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے۔ مگر کچھ لوگ اسے ہی زندگی کا محور بنا لیتے ہیں۔ پھر یہ ایڈکشن بن جاتی ہے۔ یہ کچھ نوجوانوں کو جنس مخالف سے متعلقہ بھی ہو جاتی ہے۔ پھر شراب جوا وغیرہ، اس کی اور بھی بہت سی قسمیں ہیں۔

چند سال پہلے ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) میں مجھے ایک عجیب مزاحیہ قسم کی ایڈکشن کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

ایمسٹرڈیم میں ریڈ لائٹ ڈسٹرکٹ (بازارِ حسن) شہر کے سنٹر میں کئی جگہ پر ہیں۔ ایک دفعہ وہاں پاس سے گزرتے وقت میرے دوست چوہدری نے ایک طوائف کی کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کھڑکی کے باہر پانچ معزز سوٹڈ بوٹڈ گورے حضرات ایک قطار میں

Marfat.com

کھڑے تھے۔ یہ سب لوگ آپس میں کوئی بات چیت نہیں کر رہے تھے۔ ان میں سے کوئی زمین کی طرف دیکھ رہا تھا، کوئی سامنے دیوار کی طرف اور کوئی اوپر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا کہ یہ سب حضرات وہاں گزرنے والے دوسرے لوگوں سے بھی نظریں چرا رہے ہیں۔

چوہدری نے مجھ سے پوچھا، "کیا تمہیں پتہ چلا یہ سب یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

میں نے جواب دیا، "نہیں، تم ہی بتاؤ۔ تم ہی اس ایریئے کے گرو ہو"۔

اس پر چوہدری نے ہنس کر مجھے بتایا، "یہاں سامنے ایک طوائف کی کھڑکی ہے، جو اپنے گاہکوں کو ہاتھ پاؤں باندھ کر پیٹنے کی ماہر ہے۔ بس یہی اس کا کاروبار ہے۔ اور اس کا کاروبار بہت چلتا ہے۔ یہ سب حضرات اسی ایڈکشن میں مبتلا ہیں، اسی وجہ سے انہیں اس قطار میں لگ کر لوگوں کی مزاحیہ نظروں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مگر ایڈکشن ایڈکشن ہی ہے"۔

اب مجھے سمجھ آیا کہ وہ پانچوں حضرات کس وجہ سے ایک دوسرے اور پاس سے گزرنے والوں سے نظریں چرا رہے تھے۔

ایک دفعہ عمران خان ٹی وی پر ہنس کر بتا رہا تھا کہ مجھے شوکت خانم ہسپتال کے لئے چندا مانگ کر اس کی ایڈکشن ہو گئی ہے۔ اب جہاں جاتا ہوں وہاں ہاتھ خود ہی پھیل جاتا ہے۔

خیر یہ تو نیک مقصد کے لئے ایڈکشن ہے۔

ایڈکشن سے بچنے کے لیئے زندگی میں کوئی واضح مقصد ہونا اشد ضروری ہے ورنہ کوئی نہ کوئی فضولیات یا بیکار سا مقصد آپ کے کندھوں پر لازمی سوار ہو جائے گا اور وہ اسی وقت آپ کے کندھوں سے اترے گا جب کوئی اور فضول اور وقت ضائع کرنے والا مقصد آپ کے کندھوں پر سواری کے لئے آموجود ہوگا۔

ہر ایڈکشن کو چھوڑنا ایک دن میں بھی ممکن ہے۔ بشرطیکہ اس کے خلاف نفرت پیدا

Marfat.com

کر دی جائے۔

• جیسے کوئی بندہ موٹاپے سے بچنا چاہتا ہے تو اسے کوئی بھی موٹا کرنے والی چیز کھاتے وقت اپنے پھولے ہوئے چہرے کے نیچے دو سو کلو کے بھینس نما جسم کا تصور کرنا چاہئے۔ پھر وہ ان چیزوں کو کھانے سے بچ جائے گا۔

اس کی ایک دلچسپ مثال ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) کے ایک راجہ صاحب ہیں۔ یہ بڑے عرصے سے سخت قسم کی شراب نوشی کی لت میں مبتلا تھے۔ کوئی نصیحت ان پر کام نہیں کر رہی تھی۔ پچھلے سال میں نے انہیں دیکھا تو وہ شراب چھوڑ چکے تھے۔

میں نے ان سے شراب چھوڑنے کی وجہ پوچھی۔

تو وہ کہنے لگے، ''آپ کو پتہ ہے، ہماری بہت سی دشمنیاں ہیں اور مجھے اکثر لڑائی جھگڑے سے واسطہ رہتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں اسی وجہ سے کئی بار جیل بھی جا چکا ہوں۔ مجھے شراب نوشی کی لت تھی۔ یہ میں کسی طرح بھی چھوڑ نہیں پا رہا تھا۔ میرے ایک مہربان بزرگ ہیں میں ان کا بڑا احترام کرتا ہوں۔ ایک دن انہوں نے مجھے بڑی سختی سے طعنہ دیا، ''کہ تم تو سخت بزدل ہو، کہ شراب بھی نہیں چھوڑ پاتے ہو''۔ مجھے بزدلی سے سخت نفرت ہے۔ اس دن کے بعد میں نے ایک دفعہ بھی شراب نہیں پی۔ اب اس واقعے کو تقریباً ایک سال گزر چکا ہے۔''

ہر انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ کسی نہ کسی چیز کے بارے میں بہت حساس ہوتا ہے۔ وہ سب دوسری باتیں برداشت کر جاتا ہے، مگر اس بات کا ذکر آتے ہی آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ (اپنے دوستوں اور احباب کے حلقے میں اس ''دکھتی رگ'' کو کبھی مت چھیڑیں)۔

کسی بھی ایڈکشن کو چھوڑنے کے لئے آپ نے اس کی اسی کمزوری کو استعمال کرنا ہے۔

Marfat.com

یہی چیز آپ خود بھی اپنی کسی ایڈکشن کو چھوڑنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

میرے تجربات میں بارہا آیا ہے کہ اسلامی روحانیت میں مصروف لوگوں (سالکوں) کے لیے گناہوں سے بچنا تو مشکل نہیں ہوتا مگر اپنے کمپلیکسز کو چھوڑنا بے حد مشکل کام اور امتحان ثابت ہوتا ہے۔ اسی لیے تو صوفیاء کہتے ہیں کہ نفس کو مارنا توقتل ہو جانے سے بھی کئی گنا مشکل کام ہے۔

مزید یہ کہ نفس سو شیطانوں کا ایک شیطان ہوتا ہے۔

Marfat.com

شعور لازم ہے

رب زدنی علماً۔ ''اے رب میرے علم میں اضافہ فرما'' (یہ قرآنِ پاک کی دعا ہے)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ (حدیثِ پاک کا مفہوم)

علم کا نچوڑ شعور ہے جو کہ بتاتا ہے کہ شعور میں بھی زندگی کا شعور سب سے اہم ہے کہ بتائی گئی (سنی یا دیکھی گئی) میں سے میرے لیے اہم ترین کونسی ہے۔ یعنی اولیت (PRIORITY) کسے دینی ہے۔ دوسرے نمبر پر اہم کونسی ہے۔ تیسرے نمبر پر کونسی اور فضول حصہ کونسا ہے۔ یہ کامن سنس (عقلِ سلیم) کی ریفائینڈ سی قسم ہوتی ہے۔

زندگی کا شعور نہ ہو تو دینی شعور بھی نہیں آپاتا اور سیاسی شعور بھی نہیں ملتا۔

دوسرے سب شعوروں کو حاصل کرنے کیلئے بھی زندگی کا شعور لازمی ہے۔ کاروباری، سیاسی، معاشرتی، علمی اور صحت کا شعور یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ پھر اجتماعی شعور ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں سے زیادہ تعداد میں لوگ زندگی کا شعور حاصل کیئے بغیر مذہبی شعور کی کوشش کرتے ہیں۔ تو دین کو سمجھنے کے بجائے مذہب (یعنی فرقے وغیرہ) پر ہی رہ

Marfat.com

جاتے ہیں۔ اس کی عینک لگا لیتے ہیں اور باقی رہی سہی عقل و عمر انہی الٹے سیدھے حقائق کو مروڑ تروڑ کر درست ثابت کرنے میں لگا دیتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا قرآنِ پاک میں واضح حکم ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقے میں مت پڑو۔

جسے بھی زندگی کا شعور مل گیا وہ غلط عقیدوں سے خود ہی بچ جائے گا۔ میں خود برسوں پریشان رہا کہ لوگوں کو ان کے غلط اور مشرکانہ قسم کے عقائد سے کیسے نکالوں کہ وہ تو ان کی بڑی مضبوط عینک لگا چکے ہیں۔ پھر ان پر اپنے گروپ (خصوصاً اقلیتوں کے کیس میں) کا بڑا دباؤ بھی ہوتا ہے۔ پھر اس کا حل یہ ملا کہ انہیں زندگی کا شعور دوں۔ پھر وہ خود ہی الٹے سیدھے عقیدوں کی اصلاح کر لیں گے۔ مجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اسی طرح ہم میں سے بہت سے لوگ سیاست میں برسوں کے بحث و مباحثہ کے بعد جمہوریت کی بھی عینک لگا چکے ہیں۔ بحث کر کے آپ انہیں تبدیل نہیں کر سکتے۔

انہیں زندگی کا شعور دیں، پھر سیاسی اور مذہبی شعور بھی خود ہی آ جائے گا تو یہ عینک خود ہی اتر جائے گی۔

صحت کا شعور نہ ہو تو آجکل ڈاکٹروں کے پاس چکر ہی ختم نہیں ہوتے اور ان کی دواؤں کے سائیڈ ایفیکٹ الٹا آپ کو پہلے کی نسبت زیادہ بیماریوں کا شکار کر دیتے ہیں۔

آپ نے اگر اپنے بچوں کو زندگی کا شعور نہ دیا تو ان کے لئے قدم قدم پر پھندے ہیں۔ آپ نے اربوں روپے کی جائداد بھی چھوڑی تو چند ہی برسوں میں وہ کسی پھندے (مثلاً جوئے، نشے طوائفوں کے پھندے وغیرہ) میں پھنس کر کنگال ہو سکتے ہیں اور شعور دیا تو دولت وہ خود ہی بنا لیں گے۔

زندگی کا شعور رکھنے والا انسان ہر سنی گئی بات کو پہلے بڑے سانچے میں (IN THE WHOLE) دیکھتا ہے۔ پھر وہ بات اگر اسے وزن دار لگے تو اس کے بعد وہ اس کی

Marfat.com

باریکیوں میں جاتا ہے۔ یہ ہر کاروباری معاملے کو بھی اسی طرح تولتا ہے۔ اس طرح یہ شخص اپنا بہت سا وقت اور انرجی بچا لیتا ہے۔

جھوٹ کو پکڑنا بڑا آسان ہوتا ہے۔ مگر سچ میں ملے ہوئے جھوٹ کو پکڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ صرف صحیح معنوں میں باشعور انسان ہی اسے پکڑ سکتا ہے۔

اسلام میں بھی مختلف فقوں والے اس چیز کو استعمال کرتے ہیں۔ وہ آٹھ سچی باتوں کے ساتھ دو جھوٹ بھی شامل کر دیتے ہیں۔ عام آدمی کا ذہن پہلی آٹھ باتوں کو تول تول کر ہی تھک جاتا ہے اور آخری دو جھوٹوں کو بھی سچ مان لیتا ہے۔ دینی شعور رکھنے والا انسان ہی ایسے حربوں کو پہچان پاتا ہے۔

سچ چھپانے کا اسی طرح کا ایک اور طریقہ ہوتا ہے کہ پہلے پانچ طویل چیزیں بیان کی جاتی ہیں، پھر وہ سچ اور اہم بات بتائی جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر پانچ سات طویل چیزیں بیان کی جاتی ہیں۔

اہم چیز کو اگر اکیلا بتایا جائے تو انسان اس کو صحیح طرح سے سمجھ کر اس کی اہمیت سے واقف ہو جاتا ہے۔

باشعور انسان یہ بھی جانتا ہے کہ اس کے موجودہ مسائل کا حل کیا ہے پھر وہ اہمیت کے حساب سے انہیں حل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ پاکستان جیسے ملک میں اکثر مالی مسئلے کے حل ہونے کی صورت میں لوگوں میں دوسرے مسائل بھی کافی حد تک حل (یا کم از کم ہلکے) ضرور ہو جاتے ہیں۔

پاکستان میں رہتے ہوئے بھی باشعور انسان کے لئے حلال طریقے سے مالی مسئلہ حل کرنا کوئی مشکل بات نہیں۔

Marfat.com

بڑھاپا ایک نعمت

کہتے ہیں کہ عورت کے لیئے سب سے بڑی گالی یہ ہے کہ وہ بوڑھی ہو رہی ہے۔
دنیا میں تقریباً مرد بھی بڑھاپے سے بیحد خوف زدہ رہتے ہیں۔ بڑھاپے کا خیال آتے ہی ہمارے ذہن میں جسمانی کمزوری، جھریاں بھرا چہرہ، بیماریوں اور جسمانی تکلیفوں کی تصویر گھومنے لگ پڑتی ہے۔
اس سے خوف زدہ ہونے کی یہ واضح وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ بڑھاپے کو بیماریوں کا گڑھ بھی کہتے ہیں۔ کہ انسان کے اعضاء بھی کمزور ہونے لگ پڑتے ہیں، جسمانی دلکشی و خوبصورتی بھی ختم ہونے لگ پڑتی ہے۔
دماغی طاقت کے کم ہونے کی وجہ سے خوداعتمادی کی بھی کمی ہونے لگ پڑتی ہے۔
یہ سب کچھ بڑی حد تک سچ ہے۔ لیکن میرے خیال میں بڑھاپا ایک نعمت بھی ہوسکتا ہے۔ اس میں انسان اپنے سیکھے ہوئے تجربات دوسروں کو سکھا سکتا ہے۔
یہ ایک پروفیسر، عالمِ دین یا کسی بھی شعبہ زندگی کے استاد کے لئے بہترین وقت ہوتا ہے۔

Marfat.com

اس میں بھی خاص طور پر وہ شخص جو آخرت کے لئے کام کر رہا ہو، لوگوں کو دینی شعور دینے میں لگا ہو اور اس کا مناسب علم بھی رکھتا ہو۔ تو بڑھاپا اس کے لئے بہت بڑی نعمت ہو سکتا ہے۔

مولانا مودودی اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی زندگی اس کی ایک بہترین مثال ہے۔

لندن میں ایک دفعہ میری اپنے کزن سمی سے اس موضوع پر بات ہو رہی تھی۔ میں نے اسے اپنے خیالات بتائے کہ میں اپنے بڑھاپے کو ایک بڑے خوشگوار طریقے سے دیکھ رہا ہوں۔

میں ایک صحیح روحانی استاد کی حیثیت سے یہ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ میں لوگوں کو دین، زندگی اور روحانیت کا شعور دینے میں اپنا تمام وقت صرف کرنا چاہتا ہوں۔ جو کہ قرآنِ پاک کے پیغام کے عین مطابق ہے اور قرآنِ پاک کی تشریح بھی ہے۔

میں تبلیغی جماعت کا ممبر نہیں ہوں مگر سچ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت میں مصروف بزرگوں کے لئے بڑھاپا فراغت کا وقت ہے۔ وہ اپنا تمام وقت لوگوں کو دعوتِ حق دینے میں صرف کر سکتے ہیں۔ نوجوانوں کو اور بہت سے بکھیڑے اس کام کو مناسب وقت دینے میں رکاوٹ ہوتے ہیں۔ یعنی ہمیں چاہئے کہ دنیا کے جھنجٹوں سے فارغ ہو کر سارا وقت اللہ کی راہ میں لگائیں۔

نیکی اور پیار کی راہ میں (یعنی شریعت کی راہ میں) چلنے والے انسان کا ہر قدم اسے اپنی اخروی منزل (روزِ جزا) کی کامیابی کی طرف لے جا رہا ہوتا ہے۔ یہی احساس نیک انسان کو ہر لمحے خوشی اور سکون میں رکھنے کے لئے کافی ہے۔

Marfat.com

خود اعتمادی

کامیاب لوگ زندگی میں خود اعتمادی کو زندگی میں کامیابی کے لئے سب سے ضروری چیز سمجھتے ہیں اور بڑی حد تک یہ بات سچ بھی ہے۔

ونر، لوزر کا کھیل جو انسان کی زندگی کے ہر ایک لمحے میں چل رہا ہے۔ اس میں ونر کا ہتھیار خود اعتمادی ہی ہوتی ہے۔

لوگ سچ ہی کہتے ہیں کہ گفتگو میں الفاظ کے پیچھے جذبات ضرور ہونے چاہئیں مگر اصل میں گفتگو میں ذہانت کی نہیں بلکہ خود اعتمادی کی ضرورت ہوتی ہے۔

خود اعتمادی خوبصورتی کیلئے بھی بہت ضروری ہوتی ہے۔ اس کی عجیب سی کشش ہوتی ہے۔ بدصورت ترین آدمی میں بھی خود اعتمادی آجائے تو اس میں خوبصورتی آجاتی ہے۔

مجھے بچپن میں ایک دفعہ جنرل شفیق الرحمٰن صاحب کی ایک مزاحیہ تحریر پڑھنے کا اتفاق ہوا، جو مختصراً کچھ اسطرح تھی۔

ہم دوست ایک بار ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمیں ساتھ کی ٹیبل سے رونے کی آواز آئی۔ اسطرف دیکھا تو ہمارا ایک پرانا دوست امجد وہاں چائے کا کپ سامنے رکھ کے بھوں بھوں کر کے رو رہا تھا۔

ہم سب اس کی ٹیبل پر گئے اور اسے چپ کرانے لگے۔ لیکن وہ چپ نہ ہوا۔ بڑی کوشش کے بعد اسے چپ کرایا اور اس سے رونے کی وجہ پوچھی۔

Marfat.com

وہ بولا، ''میں کیا بتاؤں میں بے شمار مشکلات میں گھرا ہوا ہوں اپنی تعلیم بھی پوری نہیں کرسکا۔ آخری سال میں فیل ہو گیا، سب بہن بھائی، ماں باپ علیحدہ علیحدہ ناراض رہتے ہیں۔ صبح اٹھتا ہوں تو پریشانیاں سامنے ہوتی ہیں اور رات سوتا ہوں تو بھی پریشان ہوتا ہوں''۔

اس پر مزید ستم ظریفی یہ تھی کہ وہ ایک لڑکی پر بھی عاشق تھا۔ لڑکی تو اس میں تھوڑی بہت دلچسپی رکھتی تھی مگر اس کے والد صاحب امجد کی شکل سے بھی الرجک تھے۔

مزید ان لوگوں کا ایک بڑا سا خطرناک قسم کا کتا تھا، جو امجد کو دیکھتے ہی اس کے پیچھے لگ جاتا تھا۔ اس کتے کو دیکھتے ہی امجد کی جان قضا ہو جاتی تھی۔

یہ سب کچھ سنا کر آخر میں امجد کہنے لگا، ''میں تو اب خودکشی کا فیصلہ کر چکا ہوں، میں کل صبح ہونے سے پہلے چھت سے کود کر خودکشی کر لونگا۔ اسی وجہ سے اب یہاں بیٹھا رو رہا ہوں''۔

اس کی داستان سن کر ہم سب اسے دلاسہ دینے لگے، پھر ہمارے دوست شیطان بولے۔

''تمہاری مشکلات تو بہت سی اور پیچیدہ ہیں، ان کا حل ہونا تو بہت ہی مشکل لگتا ہے۔ ان کا حل کوئی ایک آدھ فرشتہ اکیلا نہیں کرسکتا، بلکہ اس کے لئے تو فرشتوں کا ایک پورا سینڈیکیٹ بیٹھے گا۔ ہاں میں ایک ایسے بزرگ کو جانتا ہوں جو بڑے پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ سارا سال ایک پہاڑی غار میں رہتے ہیں اور سارا سال صرف چند دن کے لئے باہر آتے ہیں۔ اگر وہ تمہیں اپنا تعویز دیدیں تو پھر تمہاری سب مشکلات با آسانی حل ہو سکتی ہیں۔ اتفاق سے چند دنوں کے بعد ان بزرگ کا پہاڑ سے باہر آنے کا وقت ہو رہا ہے۔ میں تمہاری پوری طرح مدد کرونگا اور وہ تعویز لانے کی پوری کوشش کرونگا''۔

سب نے اس تجویز پر خوش ہو کر تالیاں بجائیں اور داد دی۔

Marfat.com

اس واقعے کے تین چار دن کے بعد شیطان غائب ہو گئے، پھر چند دن غائب رہنے کے بعد وہ نمودار ہوئے تو ان کے پاس ان پہنچے ہوئے بزرگ کا تعویز تھا۔

ہم سب بے حد خوش ہوئے۔ پھر ہم نے اکٹھے جا کر وہ تعویز امجد کے حوالے کر دیا۔ امجد نے اسے ایک چمڑے کی چھوٹی سی تھیلی میں رکھ کر گلے میں ڈال لیا۔

یہ تعویذ ملنے کے بعد امجد بڑا خوش نظر آتا تھا، پھر ہم نے اُسے مشورہ دیا کہ وہ اپنا فائنل امتحان دوبارہ دے۔

امجد کہنے لگا، ''میں پہلے بھی دو بار ٹرائی کر چکا ہوں، دونوں بار فیل ہو گیا تھا۔ اب تو گھر والے امتحان کی فیس بھی نہیں دینا چاہتے''۔

اس پر شیطان بولے ''اب تمہارے پاس ایسا تعویز ہے کہ ایسے کئی امتحانات تم با آسانی پاس کر سکتے ہو''۔

امجد نے اپنے گھر والوں سے بحث مباحثہ کر کے امتحان میں بیٹھنے کی اجازت لے لی اور فیس بھی لے کر جمع کروا دی۔

جب وہ یہ خبر لے کر ہمارے پاس آیا تو ہم نے اسے مبارکباد دی اور کہا کہ تعویز کا کچھ کچھ اثر شروع ہو گیا ہے۔ اب آگے کام بھی خود بخود ہوتے چلے جائیں گے۔

پھر امجد اس امتحان میں بیٹھا اور اس کے کچھ ہفتوں کے بعد جب نتیجہ آیا تو امجد اس میں پاس ہو چکا تھا۔

یہ سن کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی، مگر شیطان امجد سے کہنے لگے، ''یہ تو اس تعویز کیلئے معمولی بات ہے''۔

اب تعویز پر عقیدتاً ایک ریشمی کپڑا چڑھا دیا گیا۔

اس کے بعد اگلا مسئلہ امجد کے لئے ملازمت کی تلاش تھا، ہم سب نے امجد کو کہا، کہ یہ کونسا مسئلہ ہے۔ تعویز تمہارے پاس ہے اب چند ہی دنوں میں تمہیں ملازمت مل جائے

Marfat.com

گی۔

اس کے بعد امجد نے پر جوش ہو کر ملازمت کی تلاش شروع کر دی۔ ایک دفتر میں اس کی مرضی کی ملازمت تھی۔ مگر اس دفتر کا باس امجد کو ملازمت نہیں دینا چاہتا تھا۔

شیطان نے امجد کو کہا، "اس باس کا باپ بھی تمہیں ملازمت دے گا، تمہارے پاس تو اب تعویز ہے"۔

اس پر امجد نے اس باس پر دفتر میں کئی بار حملہ کیا، یعنی ملازمت کی درخواست لے کر جاتا رہا، پھر اس کے گھر میں بھی پہنچ گیا۔ امجد نے ایسے تابڑ توڑ حملے کیے کہ تنگ آ کر اس با س نے اسے ملازمت دے دی۔

اس پر خوش ہو کر امجد نے ہم سب کو ایک پارٹی دی، اس میں اس تعویز پر چاندی کا غلاف چڑھایا گیا۔

اب اس لڑکی کا بھی کچھ کچھ جھکاؤ امجد کیطرف ہونے لگ پڑا۔ مگر اس کا خوفناک سا کتا امجد کے راستے میں بڑی رکاوٹ تھا۔

شیطان نے اس سے کہا، "تمہارے پاس تو ایسا تعویز ہے کہ شیر بھی تمہیں دیکھ کر دم ہلانا شروع کر دے"

اس کے بعد شیطان نے اسے ایک موٹا سا ڈنڈا دے کر لڑکی کے گھر میں کتے کی طرف بھیج دیا۔

امجد نے کتے کی ایسی ٹھکائی کی کہ کتے کا دماغ درست ہو گیا۔ وہ اسکے بعد جب بھی امجد کو دیکھتا تو دم ہلانے لگ پڑتا بلکہ احتراماً کچھ دور اس کے ساتھ ساتھ بھی چلتا۔

اب امجد کا اگلا مسئلہ اس کی شادی تھی اور یہ مسئلہ بڑا مشکل نظر آتا تھا۔ کیونکہ امجد کے ہونے والے سسر کو کسی قیمت پر اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرنی منظور نہیں تھی۔

مگر شیطان نے کہا، "تمہارے پاس تو ایسا تعویز ہے کہ تمہاری شادی تو کسی نواب

Marfat.com

زادی کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے"۔

اس پر امجد نے جا کر اپنے ہونے والے سسر سے شادی کی بات کی مگر انہوں نے امجد کو جھاڑ کی گھر سے نکال دیا۔

شیطان نے اسے پھر حوصلہ دیا اور کہا، "فکر مت کرو، مضبوطی سے بات کرو، تمہارے سسر کے تو بابا جان بھی اس پر ہاں کریں گے"۔

اس پر امجد نے جا کر پھر ان کے گھر میں شادی کی بات کی، پھر اس کے بعد اپنے ہونے والے سسر کے دفتر میں بھی پہنچ گیا اور انہیں کہنے لگا۔

"پہلے آپ کو میری تعلیم پر اعتراض تھا، میں نے تعلیم مکمل کر لی، پھر آپ کو میری ملازمت کے نہ ہونے کا گلہ تھا، اب میں برسرِ روزگار ہوں، میں شادی کرونگا تو صرف آپ کی بیٹی کا ساتھ، ورنہ ساری عمر کنوارہ رہونگا اور یہ سب گناہ آپ کے سر پر پڑے گا"۔

اس کے بعد امجد نے ان پر گھر اور دفتر میں اس قسم کے پے در پے حملے کئے کہ آخر اس کے ہونے والے سسر نے ہاں کر ہی دی۔

اس کے بعد اس خوشی میں امجد نے ہم سب کو ایک بڑے اچھے ریسٹورنٹ میں پارٹی دی، اس پارٹی میں تعویز پر سونے کا غلاف چڑھا دیا گیا۔

پھر ہم سب کے دور دراز کے دوستوں نے بھی آ کر اس تعویذ کی زیارت کی۔

اس واقعے کے چند مہینے کے بعد ہم نے امجد کو ایک اچھے ریسٹورنٹ میں بمعہ اس کی بیوی کے بیٹھے دیکھا۔

وہ لڑکی تو بڑی اچھی شکل صورت کی تھی۔ امجد تو اس کے ساتھ بیٹھا بالکل ہوٹل کا ویٹر لگ رہا تھا۔

کچھ پہلوئے حور میں لنگور سی بات تھی۔

پھر امجد نے ہمیں اپنے گھر میں مدعو کیا۔ ہم سب دوست وہاں پہنچے، میں نے سب

Marfat.com

دوستوں کو یہ تعویز والا قصہ سنایا۔

سب نے یہ سن کر تعویز کی زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا۔ جب تعویز سامنے لایا گیا تو سب نے بڑی عقیدت سے اسے چھوا۔

ہم میں سے ایک دوست بولا ''کیوں نہ اس کرشماتی اثر والے تعویز کو کھول کر دیکھ لیا جائے اور پھر اسی تعویز کی کاپیاں بنا کر لوگوں میں تقسیم کی جائیں تاکہ سب لوگ اس سے مستفید ہو سکیں''۔

اس پر امجد نے شور مچا دیا کہ اتنے زبردست اثرات والے تعویز کو کھولنا گناہ ہوتا ہے اور جو کھولے گا اس پر بہت بُرے اثرات پڑ سکتے ہیں، بلکہ میں تو کسی قیمت پر اس تعویز کو نہیں کھولنے دوں گا۔

مگر اس تعویز کو کھولنے والی بات ہم سب کے دل میں گھر کر چکی تھی، اور تعویز کی عبارت کو دیکھنے کا سب کو بڑا اشتیاق تھا۔

ہم سب نے شور مچا دیا کہ تعویز ضرور کھولا جائے۔

مگر امجد بضد تھا کہ وہ کسی قیمت پر اسے نہیں کھولنے دے گا۔

پھر ہم سے نے اسے مجبور کر دیا اور کہا کہ تعویز اپنے اثرات تو دکھا چکا ہے۔ جتنے مطلوبہ کام تھے سارے ہو چکے ہیں تو اب اسے کھولنے میں کیا حرج ہے۔ تنگ ہو کر امجد آخر کار اسے کھولنے پر رضا مند ہو گیا۔ اس شرط پر کہ اس کو کھولنے کا جو گناہ ہو گا وہ اس سے بری ہے۔

اب ہم اس چیز سے ڈر رہے تھے کہ تعویز کو کھولنے کا گناہ جو کرے گا اس پر کہیں بہت بڑی نحوست کا سایہ نہ پڑ جائے۔

آخر کار ہمارے ایک دوست آصف نے یہ مشکل کام اپنے سر لے لیا۔ شیطان اس وقت ہمارے ساتھ نہیں تھے۔

Marfat.com

آصف نے تعویز کھولنا شروع کیا، سب سے پہلے سونے کا کور اتارا گیا۔اس کے نیچے چاندی کا کور تھا اسے بھی اتارا گیا۔ پھر اس سے نیچے ریشمی غلاف اسے بھی اتارا گیا۔

سب سے نیچے چمڑے کا غلاف تھا آصف اسے اتارنے لگا میری نظر میں اس وقت مزاروں کی تصویریں اور ان کے سبز غلاف اور طرح طرح کے روحانی منظر گھومنے لگ پڑے۔

آخر کار آصف نے چمڑے کا غلاف اتارا اور نیچے لکھی ہوئی عبارت کو پڑھنے لگا تو میں نے بے صبرا ہو کر اس کے ہاتھ سے یہ کاغذ چھین لیا اور اس مقدس تحریر کو پڑھنے لگ پڑا۔

کاغذ پر شیطان کے مخصوص اندازِ تحریر میں لکھا ہوا تھا، ''آیا کرو ادھر بھی میری جاں کبھی کبھی''۔

یہاں پر یہ کہانی ختم ہوتی ہے۔ بظاہر یہ تو شفیق الرحمٰن صاحب کی ایک مزاحیہ تحریر تھی، مگر اس میں ایک بہت بڑا سبق چھپا ہوا ہے۔

وہ یہ کہ زندگی میں خود اعتمادی سے جو بھی کام کیا جائے وہ ہو جاتا ہے۔انسان کے اندر ہی ونر، لوزر چھپا ہوا ہے۔

اس میں لوزر کو پیچھے کر کے ونر کو جگائیں آپ کے سب مسئلے با آسانی حل ہو جائیں گے۔

اور اس کے بعد زندگی بھی بڑی شاندار اور آئیڈیل بن جائے گی۔

1۔خود اعتمادی ہر آدمی سیکھ سکتا ہے یہ زندگی کے کسی بھی حصے میں لیڈر شپ کی کنجی ہے۔

2۔خود اعتماد انسان کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسکا جادو بولنے لگ پڑتا ہے۔

3۔ٹھوس انداز میں بات چیت کیجئے۔ کم وزن والی، فضول اور اخلاق سے گری ہوئی باتوں سے پرہیز کیجئے۔

4۔اس کا آسان کلیہ یہ ہے کہ خود اعتماد نظر آیئے۔اور اپنے آپ کو یقین دلایئے کہ لوگ پہلے امپریشن کو ہی آخری امپریشن کے طور پر لیتے ہیں۔

Marfat.com

5۔آپ خود کو پر اعتماد مانتے ہیں تو دوسرے لوگ بھی آپ کو مانیں گے۔

6۔آپ کے جسم کی زبان(Body Language) آپ کے اعتماد کا کھلا اعلان ہوتی ہے۔تصور کریں کے اگر آپ کی جگہ کوئی بہت خود اعتماد آدمی ہوتا تو وہ کیسے بات چیت کرتا۔

7۔خود اعتمادی اپنے منتخب شدہ شعبے میں معلومات پر گرفت ہونے سے آتی ہے۔مگر اسکی صحیح تشریح یہ ہے کہ یہ اپنی صلاحیتوں پر اعتماد سے آتی ہے۔

خود اعتمادی کا ایک بڑا اہم پیغام یہ بھی ہے کہ اگر آپ دوسرے کی آنکھوں کی آنکھیں ڈال کر سیکھ لیں تو سامنے سے موجود بڑے سے بڑا شخص بھی اکثر اوقات بڑا چھوٹا اور کمزور سا شخص ثابت ہوتا ہے۔اکثر لوگ اسی وقت تک طاقتور ہوتے ہیں جب تک ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہ کی جائے۔

Marfat.com

خوابوں کی دنیا

دنیا میں بہت سے لوگ سچے خوابوں پر یقین نہیں رکھتے اور دوسری طرف خاصی تعداد میں ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو سچے خوابوں کو مانتے ہیں۔

خواب دراصل ہمارے لاشعور کا پیغام ہوتے ہیں۔ ہمارے لاشعور کا کام ہماری حفاظت اور ہماری مدد ہوتا ہے۔ لاشعور کی طاقت شعور سے بیسیوں گنا زیادہ ہوتی ہے۔

لاشعور ہمارے موجودہ مسائل کے حل کے علاوہ مستقبل کے امکانات سے بھی واقف ہوتا ہے۔

لیکن لاشعور پر شعور کی گرفت ہوتی ہے۔ شعور اپنی تمام معلومات اپنی پانچوں حسوں (یعنی ماضی کے تجربات) سے لیتا ہے۔ دن کے وقت لاشعور پر شعور کی گرفت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے لاشعور اپنا پیغام ہمیں نہیں پہنچا پاتا۔ لیکن رات کو سوتے وقت شعور کی یہ گرفت ختم ہو جاتی ہے اور لاشعور اپنے پیغام دینے کے لئے آزاد ہوتا ہے۔

کبھی کبھی دن کو بھی ہمارا لاشعور ہمیں اپنے پیغام بھیج دیتا ہے۔ جیسے اگر کوئی بُرا واقعہ ہونا ہو تو تھوڑی دیر پہلے دل پر بوجھ پڑ جاتا ہے یا کسی عزیز کو فاصلے پر پرابلم ہو رہی ہو تو انسان کا بظاہر بلا وجہ ہی اداس ہو جانا وغیرہ۔

خواب ہمارے لاشعور کی ہماری مدد اور کوشش ہوتے ہیں۔ اگر آپ انہیں مانیں تو پھر یہ سچے خوابوں کی صورت میں آپ کی رہنمائی کرتے ہیں۔ میرے تجربے میں آیا ہے کہ روحانی سفر میں ہمیں انکی مدد ملنی بے حد ضروری ہوتی ہے۔

خوابوں کے بارے میں بہت سے لطیفے بھی مشہور ہیں۔

Marfat.com

مثلاً کہتے ہیں۔ مرد کے تین خواب:

۱) اتنا ہینڈسم ہو جتنا اس کی ماں اسے سمجھتی ہے۔

۲) اتنا امیر ہو جتنا اس کا بچہ اسے سمجھتا ہے۔

۳) اتنی گرل فرینڈ ہوں جتنی اس کی بیوی سمجھتی ہے۔

ایک دفعہ ایک دیہاتی بھاگا بھاگا ڈاکٹر کے پاس پہنچا اور کہنے لگا، ''میں سخت پریشان ہوں! میں نے رات کو خواب دیکھا ہے کہ میں بیل بن گیا ہوں اور گھاس چر رہا ہوں''۔

یہ سن کر ڈاکٹر اسے کہنے لگا، ''خوابوں پر پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، خواب تو خواب ہی ہوتے ہیں، اس پر پریشان مت ہو''۔

اس پر دیہاتی غصے سے بولا، ''کیسے پریشان نہ ہوں! جب صبح اٹھا تو دیکھا میں آدھی چٹائی چبا چکا ہوں''۔

ایک دفعہ ایک بادشاہ نے ایک خواب دیکھا کہ اس کے سارے دانت ٹوٹ گئے ہیں۔

بادشاہ نے اپنے نجومیوں سے اس کی تعبیر پوچھی۔

اس کا شاہی نجومی اسے بتانے لگا، ''کہ آپ کی ساری آل اولاد آپ کے سامنے فوت ہو جائے گی''۔

یہ سن کر بادشاہ نے اسے قتل کروا دیا۔

اب دوسرا نجومی آیا اس نے تعبیر دی، ''مبارک ہو بادشاہ سلامت۔ آپکی ساری آل اولاد میں آپکی عمر سب سے لمبی ہوگی''۔

بادشاہ نے خوش ہو کر اسے مالا مال کر دیا۔

اسی طرح ایک بار ایک دوست دوسرے کو اپنا خواب سنا رہا تھا۔ وہ کہنے لگا، ''میں نے رات ایک خواب دیکھا! خواب میں ایک بے حد حسین جزیرہ دیکھا۔ اس جزیرے میں

Marfat.com

خوبصورت پہاڑ تھے۔ خوبصورت آبشاریں اور میٹھی میٹھی دھوپ اور ٹھنڈی ہوا۔ پھر اس جزیرے پر دو تین سو بیحد خوبصورت اور سریلی آواز والی مختلف نسل کی لڑکیاں تھیں اور میں ان کے درمیان اکیلا تھا۔

مگر میں پھر بھی بہت اداس تھا اور رو رہا تھا، کیونکہ خواب میں، میں خود بھی لڑکی تھا"۔

دراصل میں خواب چار قسم کے ہوتے ہیں۔

۱) وہ خواب جن کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ جیسے کوئی بچہ دیکھتا ہے کہ وہ کھلونوں سے کھیل رہا ہے یا کوئی شخص گرم چیز بینگن وغیرہ کھا لے تو اسے خواب میں آگ دکھائی دیتی ہے۔

۲) اس میں لوگ کوئی چیز دیکھتے ہیں۔ جس سے وہ مطلب نکالتے ہیں۔ جیسے سانپ، کتا، چوہا وغیرہ دیکھنا بُرا شگون ہوتا ہے۔ صاف پانی گھوڑا یا شیر دیکھنا نیک شگون ہوتا ہے۔

۳) کوئی دس فیصد لوگوں کو الٹے خواب آتے ہیں۔ وہ اگر خود کو روتا دیکھیں تو ان کے لئے خوش قسمتی کا شگون ہوتا ہے اور ہنستا دیکھیں تو برا شگون ہوتا ہے۔

۴) اس میں لوگ حقیقت میں اسی طرح چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔ جو مستقبل میں ہونی ہوتی ہیں۔ یہ چیزیں ان کو اسی طرح نظر آتی ہیں جیسے آپ ٹی وی پر کوئی پروگرام یا فلم دیکھتے ہیں۔ پھر یہ واقعات مستقبل میں اسی طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

ایسے لوگ اگر کوئی غلط خواب دیکھتے ہیں تو انہیں صدقہ وغیرہ دے دینا چاہیے۔

سچے خوابوں کی ایک دلچسپ صورت اور ہوتی ہے مثلاً میری بیوی کو پچھلے دنوں پاؤں میں مسلسل سخت درد ہوتا رہا اور پاؤں گرم بھی ہو جاتے تھے۔ تو ان دنوں اس نے خواب دیکھا کہ کدو لے کر پاؤں پر ملو اور ساتھ ہی اسے کھانے میں بھی استعمال کرو۔

اس نے اس پر عمل کیا تو پہلے دن ہی یہ تکلیف جاتی رہی۔ پھر اسے پیٹ میں کوئی اور

Marfat.com

تکلیف ہوئی تو اسے خواب آیا کہ روح افزاء اور دھنیا کو پیس کر استعمال کرو۔ یہ کیا، تو ایک دن میں ہی یہ تکلیف دور ہوگئی۔

ہر آدمی کا جسم اور مزاج جدا ہے۔ اس لئے ہر ایک آدمی کی دوائی بھی علیحدہ ہے۔ لیکن لاشعور یہ سب چیزیں دیکھ کر بالکل صحیح دوائی اور چیز بتاتا ہے۔ ''یہ ایک بے حد سمجھنے اور یاد رکھنے والی بات ہے کہ آپ کو لاشعور کی طاقت اور صلاحیتوں پر جتنا زیادہ بھروسہ ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ آپ کی مدد کرے گا۔ لاشعور کی جس کسی بھی صلاحیت پر آپ قدم بقدم عملی تجربات کے بعد اپنا ڈر و شک دور کر کے اس پر بھروسہ مضبوط کر لیتے ہیں وہ صلاحیت اتنی ہی طاقتور اور وسیع ہوتی چلی جاتی ہے''۔

اسی طرح مجھے جب بھی کوئی مشکل آتی ہے تو خواب میں اس کا حل آجاتا ہے جو کہ اکثر کسی قرآنی آیت یا سورت کے پڑھنے کا ہوتا ہے، یا صدقہ وغیرہ دینے کا۔ لیکن جب بھی اس پر عمل کیا ہمیشہ مثبت نتائج سامنے آئے۔

انہی سچے خوابوں میں کچھ لوگ خود کو مقدس مقامات پر بھی دیکھتے ہیں اور کچھ خود کو بڑے بڑے بزرگوں سے ملتے ہوئے بھی دیکھتے ہیں۔

اسی طرح کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اگر کوئی خواب دیکھتے ہیں تو اس وقت حقیقت میں ایسا ہو بھی جاتا ہے۔ مثلاً ایک نوجوان نے خواب میں دیکھا کہ وہ پھول خرید رہا ہے۔ جب وہ جاگا تو پھولوں کا گلدستہ اس کے بستر پر پڑا تھا۔

اسی طرح اور کچھ لوگوں نے بھی اپنے اسی قسم کے خواب بتائے ہیں۔ مگر ان میں سے چند ایسے بھی لوگ شامل تھے جو کہ خواب میں چلتے تھے اور اصل میں وہ بازار جا کر کچھ چیزیں پیسے دے کر خرید لاتے تھے۔ وہ اس چیز کو بھی خواب سمجھتے تھے۔

خوابوں کے مثبت استعمال کی سب سے بہتر صورت استخارہ ہوتی ہے۔

رسولِ پاک ﷺ کا فرمان ہے، ''استخارہ کرو تو نعمت ہے، نہ کرو تو خرابی ہے''۔

Marfat.com

احساسِ کمتری

1833 میں حکومت برطانیہ نے لارڈ میکالے کو ہندوستان بھیجا کہ وہ جا کر ہندوستان کے نظام تعلیم کو سٹڈی کرے۔اس وقت انڈیا میں 93 % لوگ پڑھے لکھے تھے۔جس کی وجہ مغلیہ حکومت کا نظام تعلیم تھا۔جس میں مسلمان کو فارسی و عربی پڑھ لینا (تا کہ وہ قرآنِ پاک پڑھ سکے) سکھایا جاتا تھا اور ہندوؤں کے لیئے سنسکرت پڑھ لینا ضروری ہوتا تھا تا کہ وہ ویدیں پڑھ سکیں۔

لارڈ میکالے نے 1833 سے 1840 تک یہاں کے نظام تعلیم کو سٹڈی کیا۔پھر اس نے جو رپورٹ برطانیہ واپس بھیجی اس میں مندرجہ ذیل ایڈوائزز بھی شامل تھیں۔

"اگر یہی نظامِ تعلیم رائج رہا تو مسلمان جو یہاں کے حکمران رہے ہیں اور ان کے ذہن میں ابھی تک حکومت کرنے کی خواہش موجود ہے وہ دوبارہ آگے آسکتے ہیں۔اس لئے ہمیں انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنا دینا چاہئے"۔

پھر لارڈ میکالے نے کہا، "اگر کسی قوم کو بغیر لڑائی کے فتح کرنا ہے تو اسے احساس کمتری کے مرض میں مبتلا کر دو، وہ بغیر لڑائی کے ہمیشہ کے لئے مفتوح ہو جائے گی"۔

یہی ہتھیار تاریخ میں بہت سی قوموں نے استعمال کیا اور مغرب بھی آج تک اسی ہتھیار کو استعمال کر کے اپنے کلچر کو ہم سے بہت بہتر ثابت کرنے کی کوشش میں تھا۔ان کا سارا میڈیا (اخبارات ورسائل، ٹی وی، ڈرامے، فلمیں) سارے اسی چیز کو ثابت کرنے کی جھوٹی کوشش میں تھے۔لیکن اب ان کے کلچر کا رنگ اتر چکا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم میں سے تقریباً سب کے سب لوگ عمر کا زیادہ تر حصہ اپنے کمپلیکسز کو فالو کرنے میں ہی گزارتے ہیں۔عام اصول یہ ہے کہ ہر شخص دوسرے کو یہ

Marfat.com

جتانے میں مصروف ہے کہ میں تم سے بہتر ہوں۔

زیادہ تر لوگ پہلے دولت حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں، پھر اس دولت کو بچانے کے لئے طاقت کے حصول میں۔ اور اس کے بعد اپنے آس پاس خوبصورتی جمع کرنے میں عمر کا زیادہ تر حصہ لگا دیتے ہیں۔

مقصد یہی بتانا ہوتا ہے کہ میرے پاس تم سے بہتر کپڑے موجود ہیں۔ بہتر فون، بہتر گھڑی، مہنگا زیور، قیمتی کار، زیادہ بڑا گھر ہے۔ اس لئے میں تم سے بہتر ہوں۔

دراصل ہم یہ سب چیزیں دکھا کر لوگوں کی توجہ لیتے ہیں۔ لوگوں کی توجہ چاہنا ایک ایسا نشہ ہے جس میں تقریباً ہر کوئی گرفتار ہے۔ ہمارے سب سیاست دان ،فنکار، ادیب، شاعر اس عادت کے غلام ہیں۔

اسی طرح نوجوان لڑکیاں بھی نیم عریاں لباس پہن کر اپنے اس کمپلیکس کی تسلی کرتی ہیں کہ وہ خوبصورت اور پر کشش ہیں۔

اسی لوگوں کی توجہ چاہنے کی مزید سینکڑوں قسمیں ہیں۔ ہمارے پیر اور روحانی لوگوں کی بہت بڑی تعداد بھی اسی چکر میں رہتی ہے۔ ہمارے علمائے کرام بھی اسی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ بہر حال ان سے تو میری بھی درخواست ہے کہ وہ کچھ چیزوں کو تو ''اگلی دنیا'' میں کیش کرانے کے لئے چھوڑ دیں۔

سب لوگ پہلے اپنے سب سے بڑے کمپلیکس کی تسلی کرتے ہیں، پھر اس سے چھوٹے اور پھر تیسرے کمپلیکس اور اسی چکر میں اپنی عمر کا زیادہ اہم اور کار آمد حصہ ضائع کر دیتے ہیں۔

ضرورت اس بات کو سمجھنے کی ہے کہ حقیقی ضرورت کتنی ہے۔ یہ بڑی محدود ہوتی ہے۔ آخرت کا شعور رکھنے والوں کے لئے تو یہ بات بڑی آسان ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

ہر بیماری کی وجہ سٹریس

میں کوئی عرصہ پچیس سال سے مریضوں کے روحانی علاج میں مصروف ہوں۔اس دوران مجھے دنیا میں استعمال ہونے والے تقریباً سبھی طریقۂ علاج سے واسطہ پڑا۔

دنیا میں مشہور ترین طریقہ علاج ایلو پیتھک ، ہومیو پیتھک، حکمت، آکوپنچر، آکو پریشر، آیورویدک ہیں۔میں نے ان سب کا گہرا مطالعہ کرنے کی کوشش کی۔

ان میں سے سب سے مشہور طریقہ علاج ایلو پیتھک (عام ڈاکٹری علاج) ہے۔گو میرے برسوں کے مشاہدے میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ خطرناک طریقہ علاج بھی یہی ہے۔

بیماریوں کو عام طور پر دو قسموں میں بانٹا جاتا ہے۔ایک عام موسمی یا چھوت کی بیماریاں ہیں۔جیسے زکام، بخار وغیرہ۔یہ کچھ عرصہ رہ کر خود ہی ختم ہو جاتی ہیں۔

دوسری جنہیں CRONIC (پکی) بیماریاں کہتے ہیں۔یہ بلڈ پریشر، شوگر، مستقل سردرد اور دل کی بیماری، کینسر وغیرہ ہوتی ہیں۔

ایلو پیتھک دوائیاں اس دوسری قسم کا کوئی پکا علاج نہیں کر پاتیں۔بلکہ صرف افاقہ دیتی ہیں۔پھر ان دوائیوں کے سائیڈ ایفیکٹس انسان میں بہت سی پیچیدگیاں پیدا کر دیتی ہیں۔

بہر حال صرف شدید قسم کی تکلیف میں ایلو پیتھک دوائیوں کا استعمال ضروری

Marfat.com

ہوتا ہے۔(ایلو پیتھک سسٹم کے کچھ آپریشن مفید ہوتے ہیں اور ان کے لیبارٹری ٹیسٹ کی ایک فائدہ مند چیز ہیں)

چینیوں نے ایلو پیتھک کے مقابلے میں اپنا طریقہ علاج ایجاد کیا ہے۔ جو کہ ایلو پیتھک کے مقابلے پر ہے۔ مگر ابھی یہ پاکستان میں صحیح طریقے سے متعارف نہیں ہوا۔

اس کے بعد دوسرا مشہور طریقہ علاج ہومیو پیتھک ہے۔

ہمارے ملک میں یہ سستا اور آسان علاج ہے۔ اس میں صرف ایک بات کا خطرہ ہوتا ہے کہ اگر اس میں غلط تشخیص ہو تو مریض کے جسم میں اس غلط قسم کی بیماری کے اثرات چلے جاتے ہیں۔

ایک بہت خطرناک بات یہ ہے کہ پاکستان میں ایلو پیتھک، ہومیو پیتھک، حکمت ہر دوائی میں سٹیرائیڈ وغیرہ کا استعمال ہو رہا ہے۔

بہر حال جتنے بھی قسم کے طریقہ علاج استعمال ہوتے ہیں ان میں علاوہ روحانی علاج (دم، ریکی، میگنیٹک ہیلنگ) کے سبھی طریقہ علاج میں مریض کے جسم میں موجود قوت مدافعت کو ہی جگا کر بیماری کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ قوت مدافعت دنیا کے سبھی جانداروں میں موجود ہے۔ جانور بیمار ہوتے ہیں پھر خود ہی ٹھیک بھی ہو جاتے ہیں۔

انسان میں یہ قوت مدافعت جانوروں کے مقابلے میں خاصی زیادہ ہے۔ مگر ہم اسے استعمال کرنے کا طریقہ نہیں جانتے۔

انسان کے اندر نوری جسم کے بننے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کی قوت مدافعت عام لوگوں سے کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے اور اگر یہ انسان چاہے تو مریضوں کو اپنی اس فالتو قوت مدافعت کی مدد سے بذریعہ روحانی علاج صحت یاب کر سکتا ہے۔

مجھے اپنے پچیس سال پر محیط روحانی علاج کے تجربات میں واضح طور پر معلوم ہو گیا

Marfat.com

ہے کہ ہر قسم کی کرونک بیماریوں کی نوے فیصد وجہ صرف سٹریس ہی (دماغی پریشانیاں) ہوتی ہے۔ باقی دس فیصد میں کسی غلط خوراک کا لگاتار استعمال (مثلاً شراب یا کسی الرجی رکھنے والی خوراک کا مستقل استعمال یا کم پانی پینا وغیرہ) ہوتا ہے۔

ورزش کا بالکل نہ کرنا بھی بیماری کا ایک سبب بتایا جاتا ہے۔ مگر یہ صرف دو تین فیصد لوگوں میں بیماری کا سبب ہوتا ہے۔

پیدائشی کمزوریاں بھی اگر انسان صحیح زندگی گزارے تو ختم ہو جایا کرتی ہیں یا کم از کم ساٹھ ستر برس کی عمر تک تنگ نہیں کیا کرتیں۔

میری سینکڑوں بار مختلف ماہر ڈاکٹروں سے اس موضوع پر بات ہو چکی ہے۔ کسی ایک ڈاکٹر نے بھی اس کی تردید نہ کی۔

جب کوئی انسان سٹریس (ذہنی پریشانی کی وجہ سے دماغی کھنچاؤ) میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے دماغ کے پٹھے اور گردن سے دماغ کو جانے والی نسیں کھنچ جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے پھر اس کے دماغ کو مناسب مقدار میں خون اور دوسری توانائی (آکسیجن وغیرہ) نہیں ملتی ہے۔ کہ باقی جسم ان کو استعمال کر لیتا ہے۔

یہاں پر لکھ چکا ہوں۔ تلی، بون میرو، لبلبہ کے بارے میں۔

کچھ عرصے ایسے رہنے کی صورت میں دماغ کمزور ہو جاتا ہے دماغ کا کام ہی سارے جسم کو صحتمند رکھنا ہے۔ دماغ کمزور ہونے کے بعد ردعمل میں جسم کو بیمار کر دیتا ہے۔

جب انسان پریشانی (سٹریس) کا شکار ہوتا ہے تو اسکے جسم کے اندرونی اعضاء جیسے جنگ کی سی کیفیت میں آجاتے ہیں اس کی تلی ہنگامی حالات (خطرے میں) کی سی صورت تصور کر کے خون کے زیادہ ریڈ سیل چھوڑنے شروع کر دیتی ہے۔ لبلبہ زیادہ شوگر چھوڑنی شروع کر دیتا ہے۔ اور اسکا بون میرو زیادہ خون کے سفید سیل چھوڑتا رہتا ہے تاکہ اگر جسم کو کوئی چوٹ وغیرہ لگے تو اس سے بحالی ہو سکے۔ اگر یہ کیفیت تھوڑی دیر رہے تو پھر جسم کو کوئی

Marfat.com

خاص نقصان نہیں ہوتا لیکن زیادہ دیر ایسے رہنے کی صورت میں جسم کا ان میں سے جو بھی عضو قدرتی طور پر کچھ کمزور ہو تو وہ جواب دے جاتا ہے اور پھر بہت کم ہی دوبارہ صحیح ہوا کرتا ہے۔اس لیے آپ کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ پریشان رہنا (سٹریس) کتنا خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ایک حدیث پاک ہے کہ سوگ تین دن سے زیادہ نہیں کرنا چاہیے۔

اگر انسان سٹریس سے بچے تو ستر سال کی عمر سے پہلے اسے کسی کرونک بیماری (مستقل بیماری) میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔تقریباً ستر کی عمر کے بعد بڑھاپے کی وجہ سے جسمانی اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں۔پھر انسان ہر ایک بیماری کا آسان شکار ہوتا ہے۔

ستر کی عمر سے پہلے کسی بھی مستقل بیماری کی نوے فیصد وجہ سٹریس ہی ہوتا ہے۔

قارئین یہ پڑھ کر بڑے حیران ہو رہے ہوں گے کہ اتنی اہم چیز کو اب تک لوگوں سے کیوں چھپایا گیا ہے۔

اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹری کا موجودہ نظام بیماروں کے علاج کے لیئے بنا ہے، نا کہ لوگوں کو صحت مند رکھنے کے لئے۔

کسی ڈاکٹر میں اتنی ہمت کم ہی ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کی تحقیق کرے۔ڈاکٹروں کی آنکھوں پر تو ان کی تعلیم ایسی عینک (پنجابی میں کولہو کے بیل کے کھوپرے کی طرح کی) لگا دیتی ہے کہ وہ اسی عینک سے سب بیماروں کو دیکھتے ہیں اور اسی عینک کی مدد سے علاج بھی کرتے ہیں۔

دنیا میں فارماسوٹیکل کا کاروبار فائدے کے حساب سے چوتھے یا پانچویں نمبر پر ہے۔دنیا پر فارماسوٹیکل مافیا کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف کسی چیز کو چلنے ہی نہیں دیتے۔مثلاً امریکہ میں کسی نئی دوا کو رجسٹرڈ (پیٹینٹ) کرانے کے لئے کم از کم پانچ سال اور اکثر دس سال لگتے ہیں یعنی اگر پیسے دیئے جائیں یا اپروچ استعمال کی جائے تو پانچ سال میں کام ہو جائے گا ورنہ دس سال بیٹھے انتظار کرتے رہیں۔

Marfat.com

اب ایک سائنسدان آٹھ دس سال کے تجربات کے بعد کوئی دوائی ایجاد کرتا ہے۔ تو اسے مزید دس سال رجسٹرڈ کرانے میں لگ جاتے ہیں۔ اس دوران وہ شخص اکثر بوڑھا ہو کر مرکھپ جاتا ہے۔

اور اگر زندہ بھی رہے تو بڑھاپے میں پیسے کا کیا فائدہ۔

پچھلے دنوں مجھے ایک خبر ملی تھی کہ امریکہ میں ایک ڈاکٹر نے ایڈز کی دوائی ایجاد کی، اور تین ماہ کے بعد اس کو قتل کر دیا گیا اور وہ دوائی منظر عام سے غائب ہو چکی ہے۔

یہ دوائی ایسے تین عدد ٹیکوں پر مشتمل تھی جنہیں لگانے کے بعد ایڈز بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

اس ڈاکٹر کو قتل کرنے کا سب سے بڑا الزام فارماسوٹیکل مافیا پر ہی جاتا ہے۔ وہ یہ کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ ان کا ٹریلین ڈالر (ہزار ارب ڈالر) بزنس اس دوائی کی وجہ سے ختم ہو جائے۔

کوئی ایک شخص جب ایڈز میں مبتلا ہو جاتا ہے تو یہ "مسیحا" پہلے اسے ایک سال افاقے کی دوائی دیتے ہیں، پھر دو تین یا پانچ سال کی۔

اتنا فائدے مند کاروبار وہ کس طرح اپنے ہاتھ سے جانے دیں۔ اس "نانہجار" امریکن ڈاکٹر نے تو ان کی کھیر کا دلیہ کر دیا تھا۔

اگر لوگوں کو یہ صاف طور پر پتہ لگ گیا کہ بیماری کی نوے فیصد وجہ سٹریس ہی ہوتا ہے تو وہ سٹریس سے بچ جائیں گے اور اس مافیا کا کم از کم اسی فیصد کام ختم ہو جائے گا۔

اگر کسی چیز کو اکیلا اور صاف لفظوں میں لکھ دیا جائے تو لوگ اسے سمجھ کر اس پر عمل کر لیتے ہیں۔

لوگوں کو الجھانے کا ایک اہم طریقہ یہی ہوتا ہے کہ انہیں وہ چیز اس طرح بتائی جائے کہ وہ اس کی اہمیت جان ہی نہ سکیں۔

Marfat.com

یعنی اس سے پہلے چھ چیزیں بتائی جائیں پھر وہ چیز بتائی جائے اور اس کے بعد پھر چھ اور چیزیں بتادی جائیں کہ سننے والا کا ذہن پہلے ان غیر اہم چیزوں کو سمجھنے اور تولنے میں تھک جائے اور پھر کوئی یہ بھی نہ کہہ سکے کہ انہیں یہ بات تو بتائی ہی نہیں گئی۔

میرا مسخرہ دوست قلندر مجھے ٹوک مار کر کہہ رہا ہے۔ بڑے سیانے اور عقل کل بنتے ہو۔ ''بیماری کی ایک بڑی وجہ تم نے نہیں بتائی کہ بیماری کی دو ہی وجوہات ہوتی ہیں۔ یا کثرت گناہ یا حسرت گناہ''۔

میری جب بھی کسی پاکستانی سے بات ہوتی ہے کہ نوے فیصد بیماریوں کی وجہ سٹریس ہے تو وہ فوراً کہتے ہیں سٹریس تو پاکستان میں زندگی کا حصہ ہے۔

مجھے یہ سن کر ہنسی آجاتی ہے۔ پھر میں انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور اکثر کہتا ہوں کہ پاکستان میں اگر مالی مسئلہ حل ہوجائے تو آپ کے نوے فیصد مسئلے حل ہوجاتے ہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ تو وہ اکثر سر ہلا کر کہتے ہیں کہ ہاں!

تو اس پر میں کہتا ہوں کہ ایک اسی مسئلے پر غور کر کے اسے حل کر لیں۔ آپ کا نوے فیصد سٹریس تو ختم ہوجائے گا۔

دراصل باقی سب سٹریس بھی ختم یا بہت کم ہو سکتے ہیں اگر آپ مثبت سوچ اپنالیں اور منفی سوچ سے جان چھڑالیں۔ تو یہ دونوں مسئلے باآسانی ہوجاتے ہیں۔ ہم لوگ مشکلوں سے ڈرڈر کے الٹا انہیں اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

اور سمجھنے والی بات یہ بھی ہے کہ پریشان ہونے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا ہے۔ پریشانی تو چھوٹے مسئلے کو بھی کئی گنا بڑا بنادیتی ہے۔

ہماری مشترکہ خاندانی زندگی کے جہاں بہت سے فوائد ہیں وہاں ایک خرابی یہ ہے کہ بہن بھائیوں کی خوشی تو شائد ہماری خوشی ہو یا نہ ہو مگر ان کا غم ہم سب کا غم ہوتا ہے۔ آپ کے کسی نہ کسی بہن بھائی یا شریک حیات کے بہن بھائی، ماں باپ وغیرہ کو کوئی نہ کوئی مسئلہ ہر

Marfat.com

وقت رہتا ہے۔

سمجھنے والی بات یہ ہے کہ اس نظام میں مسائل تو ختم ہو نہیں سکتے صرف یہ بات آپ کے بس میں ہے کہ پریشانیوں کو دل پر نہ لیا جائے۔

اگر کسی نے کوئی ایسی بات کہی ہے جو حساس دل رکھنے والوں کو بری محسوس ہوتی ہے تو حساس دل والوں کو سوچنا چاہئے کہ اگر بات کرنے والے نے جھوٹ بولا تو پھر اس پر پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے کہ اس شخص نے اپنے ثواب الٹے آپ کو دے دیئے ہیں اور اگر اس کی بات سچی ہے تو پھر ہمیں افسوس نہیں کرنی چاہئے۔

اس طرح اگر کسی نے کوئی ایسی بات اس نیت سے کی ہے تو آپ ایسی بات دل پر لے کر اس کے نشانے کو الٹا صحیح ثابت کر رہے ہیں یا رہی ہیں۔ اس کا دل پر کوئی اثر نہ لے کر اس کے تیر کو ضائع جانے دیں۔

پریشانیوں میں حل ہونے والی پریشانی کو حل کریں آدھی حل ہونے والی پریشانی کو آدھا حل کریں اور نہ ختم ہونے والی پریشانی کو اللہ پر چھوڑ دیں۔ وقت اس کا حل خود ہی کر لے گا۔

پریشانیوں کی صورت میں اگر یہ دیکھا جائے کہ یہ مشکل آپ کو زیادہ سے زیادہ کہاں تک لے جا سکتی ہے اور اس سے بھی سمجھوتہ کر لیں کہ اگر یہ بھی ہو جائے تو آپ اسے برداشت کر سکیں گے۔ اس کے بعد آپ کے ذہن میں اس کا کوئی ڈر نہیں رہے گا۔

پھر اس کے بعد دیکھیں اس کا بہتر سے بہتر حل کیا ہے۔ بدترین حل سے بہترین حل کے درمیان بیشمار امکانات ہوتے ہیں۔ اللہ آپ کو ہر مسئلے کا حل دے گا۔

مشکل میں پریشان ہونا اس لیے بھی غلط ہے کہ مشکل تو وقت کے ساتھ ختم ہی ہو جاتی ہے اور اس مشکل کی وجہ سے لیے گئے سٹریس کی وجہ سے بیمار ہونا ساری عمر آپ کا ساتھی رہتا ہے۔ بہر حال اسے مردوں کی طرح فیس کریں۔

Marfat.com

دنیا کی معاشیات

میں اپنی پچھلی کتاب ''اسرارِ روحانیت اور کامیاب زندگی'' میں لکھ چکا ہوں کہ دنیا میں ہونے والی سب جنگیں (علاوہ چند ایک مذہبی جنگوں کے) معاشی جنگیں ہی رہی ہیں اور رہیں گی۔

سب دانشور یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں کولڈ وار ہمیشہ چلتی رہتی ہے۔ میدان کی دو جنگوں کے درمیان یہی کولڈ وار ہوتی ہے۔ کولڈ وار کی وجہ بھی معاشی ہی ہوتی ہے۔

میں نے کوئی دس برس پہلے سیاست میں سنجیدہ طریقے سے دلچسپی لینی شروع کی تھی۔ اس میں کچھ عرصہ مصروف رہنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ سیاست کو پولیٹیکل اکانومی ہی کہتے ہیں اور جو شخص اسے نہیں سمجھتا وہ سیاست سے نابلد ہی ہوتا ہے۔

جو ملک معاشی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو اسے دوسرے ملکوں سے قرضہ لینا پڑتا ہے اور قرضہ دینے والے ممالک اس ملک پر اپنی شرائط مسلط (ڈیکٹیٹ) کر دیتے ہیں۔

پھر اس ملک کی آزادی ہی نہیں رہتی۔

جب سے مجھے دنیا کی معاشیات کا علم ہوا ہے مجھے کسی بھی ملک کی سیاست کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ بلکہ سیاست میں جس چیز کو لوگ دس برس میں بھی نہیں سمجھ پاتے میں اسے تھوڑے ہی وقت میں سمجھ لیتا ہوں۔

دنیا کی سیاست کو سمجھنے میں معاشیات کی اہمیت کیا ہے اس کو سمجھانے کیلئے میں آپ کو امریکہ / عراق جنگ کی مثال دینا چاہتا ہوں۔

2006ء کی بات ہے کہ ایمسٹرڈیم میں میری کسی پاکستانی کیساتھ اس موضوع پر بحث ہو رہی تھی میرا کہنا یہ تھا کہ امریکہ عراق میں پھنس چکا ہے۔ اس کا جنگ میں بہت زیادہ

Marfat.com

خرچہ ہو رہا ہے۔ امریکہ کی معیشت پہلے ہی سخت دباؤ میں ہے۔ وہ عنقریب ہی بینک کرپٹ ہو جائے گا۔

اس پر ان دوسرے صاحب نے غصے ہو کر جواب دیا ''امریکہ کیا خاک عراق میں پھنس چکا ہے وہ عراق کا تیل بیچ (پی) رہا ہے اور موج کر رہا ہے''۔

ان صاحب کی یہ بات سن کر مجھے خاموش ہو جانا پڑا پھر اس موضوع پر دو تین مہینے کسی سے بات ہی نہ کی کہ واقعی عراق دنیا میں تیل ایکسپورٹ کرنے والا دوسرا بڑا ملک ہے۔

مگر تین مہینے کے بعد اتفاق سے ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ جب تیل کی قیمت 180 ڈالر فی بیرل کی انتہائی بلند سطح پر تھی تو اس وقت عراق نے کل 55 ارب ڈالر کا تیل بیچا تھا۔

اس وقت مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ امریکہ کا سالانہ بجٹ تین ٹریلین ڈالر (3000 ارب ڈالر) ہے۔ اور اس کا ایک ہفتے کا بجٹ ہی کوئی 60 ارب ڈالر ماہانہ بنتا ہے۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ اگر امریکہ ساری کی ساری تیل کی قیمت اپنے ملک لے جاتا ہے تب بھی اس کا ایک ہفتے کا بجٹ بھی پورا ہو نہیں پاتا۔ پھر بقایا 51 ہفتے وہ کیسے گزارے گا۔

اس وقت مجھے واضح ہو گیا کہ امریکہ عراق اور افغانستان میں شکست کھا رہا ہے۔ اور کیوں کھا رہا ہے؟

دنیا میں پیسے کی تقسیم آجکل اس طرح ہے کہ پوری دنیا میں چھاپی گئی کرنسی کی کل مالیت کوئی پینتیس (۳۵) ٹریلین ڈالر ہے۔

جس میں سے امریکہ نے دس ٹریلین کے ڈالر چھاپے ہوئے ہیں۔ (اب امریکہ نے چوری چھپے اگر اتنے ہی ڈالر اور چھاپے ہوں تو یہ بھی عین ممکن ہے لوگ اکثر اسے یہ الزام دیتے ہیں بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ چھاپنے کا بتاتے ہیں)۔

امریکہ پچھلے کوئی پانچ (۵) برسوں سے شدید قسم کے مالی بحران میں مبتلا ہے۔ لیکن

Marfat.com

اس کے باوجود دنیا میں موجود رقم کے کوئی تیسرے حصے کا مالک ابھی تک وہی ہے۔ باقی تیسرا حصہ مغربی یورپ (EEC) کے ممالک کے پاس ہے۔ باقی تیسرا حصہ ساری دنیا میں تقسیم ہوا ہوا ہے۔

آج کل دنیا کے مختلف ممالک میں موجودہ ان کے مالی ریزرو کی حالت اس طرح ہے۔

چین پہلے نمبر پر ہے۔ اس کے پاس چار ہزار سو ارب ڈالر کی محفوظ رقم (ریزرو) ہیں۔

جاپان کے پاس ایک ہزار ارب ڈالر کے ریزرو ہیں۔

روس پانچ سو ارب ڈالر کے ساتھ تیسرے نمبر پر ہے۔

سعودیہ عرب چار سو ارب ڈالر کے ساتھ چوتھا نمبر لے رہا ہے۔

انڈیا اس میں ساتویں نمبر پر ہے۔ انڈیا کے پاس کوئی تین سو ارب ڈالر کے ریزرو ہیں۔

ایک قابل توجہ بات یہ ہے کہ سب بڑے بڑے ریزرو اب ایشیاء کے ملکوں کے پاس ہیں۔

پاکستان کے پاس آج کل (اپریل 2011) کوئی سترہ ارب ڈالر کے ریزرو بتائے جاتے ہیں۔ جبکہ حقیقی ریزرو اس سے کوئی آدھے ہیں۔

امریکہ کا سالانہ بجٹ آجکل 3600 ارب ڈالر (3.6 Trilion) ڈالر ہے۔

انگلینڈ کا سالانہ بجٹ گیارہ سو ارب ڈالر ہے۔

یہ دونوں ممالک مشکل اپنے بجٹ کا آدھا حصہ ٹیکسوں سے نکال پا رہے ہیں اور اسی وجہ سے سخت مشکل کا شکار بھی ہیں۔

انڈیا کا سالانہ بجٹ دو سو پینتیس ارب ڈالر ہے۔ پچھلے سال اس میں اسے ایک سو

Marfat.com

بارہ ارب ڈالر کی کمی کا سامنا تھا۔

پاکستان کا سالانہ بجٹ آجکل تیس ارب ڈالر (۳۰) ہے۔

پاکستان کو آج کل ہر سال ساڑھے چھ ارب ڈالر کی کمی کا سامنا ہے۔

یہ سب ممالک اپنے بجٹ کا بہت بڑا حصہ ٹیکسوں سے پورا کرتے ہیں۔ان ٹیکسوں میں سب سے زیادہ آمدنی انہیں (VAT SALES TAX) سیلز ٹیکس سے ہوتی ہے۔

پھر دوسرے نمبر پر کام کرنے والے لوگ اپنی تنخواہوں پر ٹیکس دیتے ہیں۔

پھر تیسرے نمبر پر مختلف کمپنیوں اور کاروباری لوگوں کی آمدنی کا موصول شدہ ٹیکس ہوتا ہے۔

پھر یہ لوگ تمباکو اور الکوحل قسم کی چیزوں پر بھاری ٹیکس عائد کرتے ہیں۔انگلینڈ میں تمباکو پر دوسو فیصد سیلز ٹیکس اور الکوحل پر تین سو فیصد سیلز ٹیکس لیا جاتا ہے۔

مغرب کے ممالک (امریکہ اور متحدہ یورپ) اپنے مہنگے نظام کے جال میں بری طرح پھنس چکے ہیں۔ان کی ہر بننے والی چیزوں پر بہت زیادہ لاگت آتی ہے۔ان ممالک میں اسی وجہ سے بہت سی نسبتاً سستی چیزوں کی مینوفیکچرنگ تقریباً ختم ہو چکی ہے۔

کسی ملک کی آمدنی کو معلوم کرنے کے لئے آج کل دو اصطلاحیں استعمال ہوتی ہیں۔ان میں سے ایک سروسز کہلاتی ہے دوسری کو مینوفیکچرنگ کہتے ہیں۔

آجکل یہ مغربی ممالک اپنی آمدنی کا ستر فیصد سے زیادہ حصہ سروسز (بنکنگ ، ہوٹلنگ ،ٹورازم ،دوکانیں ،ایئرلائنز ،سٹوڈنٹس وغیرہ) سے لیتے ہیں۔

مینوفیکچرنگ یعنی کسی چیز کو دوسری میں تبدیل کر کے (اس میں ہر طرح کے اوزار، مشینیں ، الیکٹرانکس ،جنگی ہتھیار غرض کہ ہر ایک بنائی جانے والی چیز اس میں آتی ہے) یہ اپنی آمدنی کا کوئی تیس فیصد سے بھی کم حصہ لیتے ہیں۔

چین اپنی سستی مینوفیکچرنگ کی وجہ سے دنیا کی (اور خصوصاً مغربی دنیا کی) ستر فیصد

Marfat.com

مینوفیکچرنگ پر قابض ہو چکا ہے اور جلد ہی نوے فیصد پر قابض ہو جائیگا۔آٹو موبائل انڈسٹری میں چین والوں کا دعویٰ ہے کہ 2015 تک دنیا میں نمبرون پر آجائیں گے۔اس کی کامیابی کی کئی وجوہات ہیں۔وہاں سستی بجلی ہے،لیبر سستی ہے،لیبرز میں یونین سازی نہیں،حکومت مددگار ہے وغیرہ وغیرہ۔

امریکہ اندرونی اور بیرونی طور پر کوئی اسی (۸۰) ٹریلین ڈالر کا مقروض ہے۔

انگلینڈ پر نو(۹) ٹریلین پاؤنڈ (کوئی پندرہ ٹریلین ڈالر) کے قرضے ہیں۔انگلینڈ اپنے سارے ریزرو اور سارے اثاثے (ملٹی نیشنلز کے، کاروبار، مکانات وغیرہ) بیچ کر بھی اس میں سے بمشکل تیسرا حصہ نکال پاتا ہے۔اس لئے اس کا مستقبل آپ کو سامنے نظر آجانا چاہیے۔

میرے اندازے میں اوپر بیان کردہ دونوں ممالک دو تین سال کے اندر ہی بنک کرپٹ ہو جائیں گے۔

مغربی ممالک اس کوشش میں ہیں کہ وہ چین کی اس مینوفیکچرنگ کا مقابلہ انڈیا کی سستی لیبر کو استعمال کر کے کریں۔اس کوشش میں امریکہ انڈیا کو آگے سے کھینچ رہا ہے اور یورپ والے پیچھے سے دھکہ دے رہے ہیں۔یہ ممالک پچھلے دس سال میں انڈیا میں کوئی 700ارب ڈالر کی انویسٹمنٹ اسی چکر میں کر چکے ہیں۔مگر بات پھر بھی نہیں بن رہی۔

اس بارے میں میرے ایک اچھے دوست اور مشہور رائٹر اور ٹی وی اینکر اوریا مقبول جان صاحب نے کوئی تین سال پہلے ایک دلچسپ کالم لکھا تھا۔اس میں انہوں نے انڈیا میں امریکہ کے سابقہ سفیر کا حوالہ دے کر لکھا تھا۔

اس سفیر نے انڈین گورنمنٹ کو یہ بتایا ہے کہ انڈیا اور چائنہ ایک وقت میں دوسرے دنیا کی انویسٹمنٹ (فارن انویسٹمنٹ) کے لئے اوپن ہوئے تھے۔اس وقت صورتحال یہ ہے کہ انڈیا میں ہزار میں سے ساڑھے چار آدمی انٹرنیٹ استعمال کر رہے ہیں، جبکہ چین میں یہ تعداد پندرہ ہے۔پہلے چین کی GDP انڈیا سے آدھی تھی۔آج چین کی GDP انڈیا سے

Marfat.com

ڈبل ہے۔

ہم لوگ اپنے انویسٹروں کو یہ کہہ کہہ کر تھک گئے ہیں کہ انڈیا میں انویسٹ کرو لیکن ہمارا انویسٹر انڈیا کا رخ نہیں کر رہا۔

اس کی ہمیں ایک ہی واضح وجہ نظر آتی ہے وہ یہ کہ انڈیا اور پاکستان کی دشمنی ہے اور دونوں ممالک ایٹمی ہتھیاروں کے مالک ہیں۔ بڑا انویسٹر اسی وجہ سے انڈیا میں نہیں آرہا ہے کہ ایٹمی جنگ ہوگئی تو ساری انویسٹمنٹ ڈوب جائے گی۔ اس لئے انڈیا کے لئے لازمی ہے کہ وہ پاکستان کے ساتھ صلح کرلے۔

یہ صلح ان دونوں کے درمیان متنازع علاقے یعنی کشمیر کو آزاد کئے بغیر ناممکن ہے۔ (یہاں پر یہ مضمون ختم ہو جاتا ہے۔)

یہ سب کچھ سن کر مجھے ایک لطیفہ یاد آرہا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ:۔

پوری دنیا میں چیمپئن شپ کے لئے دوڑ ہو رہی ہے، اس میں دو آمیوں کے درمیان مقابلہ ہے۔ ان میں سے ایک آدمی بہت مضبوط اور اچھے جسم کا مالک ہے جبکہ دوسرا موٹا، ڈھیلا ڈھالا اور سست ہے۔ لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ فٹ آدمی با آسانی یہ دوڑ جیت جائے گا۔

لیکن وہ لوگ پھر بھی اس امید میں ہیں کہ فٹ آدمی کوئی غلطی کرے گا اور اگر وہ غلطی کرے تو پھر موٹا اور سُست آدمی یہ دوڑ جیت سکتا ہے۔

لیکن راستے میں ایک تیسرا آدمی بھی بیٹھا ہوا ہے جو ہر چکر میں موٹے کی ٹانگیں الجھا دیتا ہے۔ (پنجابی میں اسے ٹھِبی مارنا کہتے ہیں۔)

یہ دوڑ دراصل چین اور انڈیا کے درمیان ہو رہی ہے۔ اس میں چین فٹ ایتھلیٹ ہے اور انڈیا موٹا اور ڈھیلا۔

راستے میں بیٹھا ہوا آدمی غالباً پاکستان ہے۔

چین جانتا ہے کہ مغربی ممالک اور خصوصاً امریکہ انڈیا کو اس مقصد کے لئے تیار کر

Marfat.com

رہے ہیں۔ مگر چین کی توجہ آج کل امریکہ کی طرف ہے۔

امریکہ کو تین چیزوں نے بری طرح نقصان دیا ہے۔ ان میں سب سے پہلی چیز یورپین کرنسی یورو ہے۔ جو کہ آجکل دنیا کی کوئی چھیاسٹھ (66) فیصد انٹرنیشنل ٹریڈ پر قابض ہو چکی ہے۔

دوسرے نمبر پر عراق اور افغانستان کی جنگ تھی جو ان کا دس ٹریلین ڈالر کے قریب خرچ کرا چکی ہے۔

تیسرے نمبر پر چین ہے جو اس کی تقریباً ساری انڈسٹری کو بند کرا چکا ہے۔ چین امریکہ سے اب صرف جنگی ہوائی جہاز اور ائیر سپیس ٹیکنالوجی میں پیچھے ہے اور وہ اس فاصلے کو بھی تیزی سے کم کر رہا ہے۔ اگر چین نہ ہوتا تو امریکہ اور دوسری سامراجی طاقتیں پھر سے تیسری دنیا کے ممالک کے سروں پر سوار ہو جاتیں۔ وہ پوری کوشش کر رہے ہیں کہ چین سے کوئی غلطی کروائیں۔ کبھی وہ چین سے اپنے مزدوروں کی تنخواہیں بڑھانے کا ''انسانی واسطہ'' دیتے ہیں۔ کبھی اسے اپنی کرنسی کی قیمت بڑھانے کا کہتے ہیں تاکہ چین کی چیزیں مہنگی ہو جائیں اور انڈیا اس کا مقابلہ کر سکے مگر چین ایسی کسی غلطی کرنے کے موڈ میں نظر نہیں آرہا۔

امریکہ کے بعد چین لازماً انڈیا کے پیچھے پڑے گا اس کا کشمیر کے بدھ آبادی والے علاقے (لداغ) پر انڈیا سے جھگڑا بھی ہے۔ چین انڈیا کو دو تین سال کے اندر ہی معاشی طور پر بری طرح تباہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ جو چیز انڈیا دس روپے کی بناتا ہے وہ چین دو روپے کی بنا رہا ہے۔

میرا ایک ہندو کاروباری دوست مجھے بتا رہا تھا کہ کمپیوٹر سافٹ ویئر انڈیا کی معشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ ابھی چین والوں کو انگریزی نہیں آتی۔ جس دن ان کو انگریزی آگئی وہ اسے بھی انڈیا سے چھین لیں گے۔

چین والے آج کل بُری طرح انگلش سیکھنے میں بھی لگے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

امریکہ اور یورپ کی معیشت

امریکہ اور یورپ کی معیشت سے متعلقہ ایک واقعہ قارئین کیلئے دلچسپی کا سبب ہوگا۔ 2004ء میں امریکہ کی معیشت بینک کرپسی کا شکار ہو رہی تھی ۔ اس وقت امریکہ میں ٹریژری کے انچارج ایلن گرین سپین نے ایک نئی ترکیب نکالی۔

اس میں امریکی بینکوں نے گھروں کی مالیت پر 100 فیصد قرضے صارفین کو دینے شروع کر دیئے ۔اس سے پہلے گھر خریدنے والوں کو کم از کم 20 سے 25 فیصد تک اپنی جیب سے دینا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے بینک کا سرمایہ تو محفوظ رہتا تھا مگر ہر شخص گھر نہیں خرید پاتا تھا۔

اس کے بعد ہر شخص نے گھر خریدنے شروع کر دیئے چونکہ اس خریداری میں خریدنے والے کے نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ اس لیے لوگوں نے اندھا دھند گھر خریدے۔ اس کے نتیجے میں جو گھر ایک لاکھ ڈالر کا تھا وہ تھوڑے ہی دنوں میں ایک لاکھ دس ہزار کا ہو گیا۔

پرانے خریدار نے دس ہزار نفع پر یہ گھر بیچا اور یہ نفع اپنے استعمال میں لے آیا یا اپنے آبائی ملک وغیرہ میں بھجوا دیا۔ نئے خریدار نے یہ گھر ایک لاکھ دس ہزار پر خرید کر تھوڑے ہی دنوں میں دس پندرہ ہزار ڈالر منافع پر اگلے خریدار کو بیچ دیا۔

بینک والوں نے اس میں ایک مزید ''عقلمندی'' یہ کی کہ نئے خریدنے والے کو چھ مہینے تک بینکوں کی قسط بھی آدھی سے کچھ کم دینی ہوتی تھی ۔ اس میں بینک والوں نے یہ دلیل

پیش کی کہ نیا خریدار گھر میں فرنیچر وغیرہ خرید رہا ہوتا ہے اس لیے اس کی مدد ضروری ہے۔

بہر حال اس ''زبردست منصوبے'' کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک لاکھ ڈالر مالیت کے گھر چار لاکھ تک پہنچ گئے۔

اس کے نتیجے میں پورے امریکہ کی معیشت میں نئی جان پڑ گئی۔ اسٹاک ایکسچینج میں جو کمپنیاں رجسٹرڈ ہوتی ہیں ان کے اثاثہ جات کی مالیت بھی کئی گنا بڑھ گئی۔ ان کمپنیوں کے شیئرز اور نفع میں بظاہر کئی گنا اضافہ ہو گیا۔

امریکی سرمایہ کاروں نے ایک گیم یہ کھیلی کہ جب ایک لاکھ ڈالر کا گھر تین لاکھ ڈالر پر پہنچا تو انہوں نے اس سارے منصوبے کو پیکٹ کی شکل دی اور غیر ملکی سرمایہ کاروں (خصوصاً انگلینڈ اور یورپ والوں) کو بیچ دیا۔

اس میں یہ دکھایا گیا کہ اگر ایک ارب ڈالر کی انویسمنٹ کی جاتی ہے تو تین سال میں یہ ڈیڑھ ارب ڈالر بن جائے گا۔ اور پانچ سال میں یہ دو ارب ڈالر بن جائے گا۔

یورپ والوں نے اور خصوصاً انگلینڈ والوں نے اپنے ملک کے سرکاری بینکوں سے کوئی آدھ فیصد پر بھاری قرضے لیکر اس ''بہتی گنگا'' میں ہاتھ دھونے شروع کر دیئے کہ اپنے اپنے ملک کے سرکاری بینکوں سے آدھ فیصد سالانہ سود پر پیسہ لیکر امریکہ میں انویسٹ کرنے کے بعد بیٹھے بٹھائے آمدنی کوئی پندرہ فیصد سالانہ تھی۔ ایسی آمدنی دنیا بھر میں کہیں اور موجود نہ تھی۔

جب یہ تین لاکھ ڈالر میں خریدے گئے گھر تھوڑے ہی عرصے میں ساڑھے تین لاکھ کے ہوئے تو اس زبردست منافع کو دیکھ اپنے ملک سے جتنا بھی قرضہ ممکن ہوا لیکر امریکہ کی اسی پراپرٹی مارکیٹ میں انویسٹ کر دیا گیا۔

پھر یہ گھر چار لاکھ ڈالر تک چلے گئے اس قیمت پر مزید قرضہ جہاں سے بھی ممکن ہوا لیکر مزید ایسے پیکٹ خرید لیے گئے۔

Marfat.com

امریکہ کی معیشت اس وقت خطرے سے نکل کر بظاہر بڑی ترقی کرنے لگ پڑی یورپ کے بینکوں نے بھی اپنے کاغذوں پر بہت سا منافع رجسٹرڈ کر لیا۔

اس زبردست کامیابی پر خوش ہو کر ٹریژری کے انچارج ایلن گرین سپین کو برطانیہ والوں نے دعوت دی وہاں اسے نائٹ ہیڈ کا خطاب دیا گیا۔

اس وقت اسٹیج پر ایک نقاد نے ایلن گرین سپین کو سوال کیا کہ اگر یہ پراپرٹی کا بلبلہ پھوٹ گیا تو پھر کیا بنے گا۔

اس پر ایلن گرین سپین نے یہ جواب دیا "پھر یورپ پیدل ہو جائے گا"

سب یورپی سرمایہ کاروں کا خیال یہ تھا کہ امریکہ کی معیشت بے پناہ ایڈوانس اور مضبوط ہے پھر یہ دنیا کی واحد سپر پاور (یا بدمعاش) ہے یہ تو کسی صورت میں نہیں بیٹھ سکتی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امریکہ کا بینکوں کا نظام یورپ سے کوئی 20 سال آگے ہے۔اسی وجہ سے یورپین امریکہ کے اس شکنجے میں آگئے۔

مگر پھر تھوڑے ہی دنوں میں گھروں کی قیمتوں نے ریورس گیئر لگانا شروع کر دیا۔

چار لاکھ ڈالر کے گھر کچھ ہی عرصے میں تین لاکھ ڈالر پر آگئے۔

پھر یہ گھر ڈھائی لاکھ ڈالر پر آئے۔انویسٹمنٹ کرنے والے یورپ کے بینکوں نے بجائے یہاں پر اپنے گھر بیچنے کے یہ تصور کیا کہ یہ قیمتیں واپس ہو جائیں گی مگر یہ قیمتیں دوبارہ نہ چڑھیں۔

مختصراً پھر یہ گھر آہستہ آہستہ 70 ہزار ڈالر کے لگ بھگ قیمت پر آگئے۔

جن لوگوں نے ایک ایک کر کے یہ گھر خریدے تھے وہ گھر چھوڑ کر فرار ہو گئے ان لوگوں کا کوئی ایک پیسہ بھی ان گھروں میں نہیں لگا تھا۔سارا کا سارا پیسہ بینکوں کا دیا ہوا تھا اور قانوناً ان لوگوں کو کوئی سزا بھی نہیں دی جا سکتی تھی۔

بہت سے لوگ اس وقت بینکوں کے پاس گئے کہ وہ گھر چھوڑ رہے ہیں کیونکہ انکے

Marfat.com

پاس بینکوں کی قسطیں ادا کرنے کے پیسے نہیں ہیں۔

اب بینک والوں کیلئے ایک نئی مصیبت یہ تھی کہ اگر وہ گھر کو اسی طرح خالی چھوڑ دیتے ہیں تو چور اور جرائم پیشہ لوگ ان گھروں میں لگے ہوئے انٹریئر (کچن، فرنیچر، دروازے، پتھر بلکہ سینٹری تک) بھی نکال کرلے جاتے ہیں۔

اس پر بینک والوں نے گھر واپس کرنے والوں کو درخواست کی کہ وہ چاہے قسط بالکل نہ دیں مگر برائے مہربانی گھروں میں براجمان رہیں۔یعنی بغیر کسی قسم کا کرایہ ادا کیے وہ وہاں پر رہ سکتے ہیں۔

اس زبردست ''کاروبار'' کا آخری نتیجہ یہ تھا کہ ایک فراڈ میں ہی 6000 ارب ڈالر خردبرد کردیئے گئے۔

اس میں HSBC بینک (ہانگ کانگ شنگھائی بینک) کو ایک ہزار ارب ڈالر کا نقصان ہوااور انگلینڈ کے کئی بینک تو سرے سے ہی اڑ گئے۔

پراپرٹی کے اس بحران کے ساتھ باقی ہر چیز کی قیمتیں بھی بری طرح گرتی چلی گئیں۔ پورا امریکہ مالی بحران میں پھنس کر رہ گیا۔غیر ملکی سرمایہ کاروں اور بینکوں کے سرمایے کا 80 سے 90 فیصد بالکل ضائع ہو گیا۔

اس بحران میں انگلینڈ نے کوئی 6 سے 7 ہزار ارب پاؤنڈ (کوئی 10 ہزار ارب ڈالر) کا نقصان کیا۔

جرمنی کا نقصان 2000 ارب ڈالر کے لگ بھگ تھا۔

فرانس نے چودہ سوارب ڈالر کے قریب خسارہ کھایا۔اٹلی 1200 ارب ڈالر کے لگ بھگ نقصان میں رہا۔

ہالینڈ جیسے چھوٹے ملک کا نقصان 700 ارب ڈالر کے لگ بھگ تھا۔

سپین کی بھی کمر اس بحران میں ٹوٹ گئی۔

Marfat.com

آئس لینڈ بینک کرپٹ ہو گیا۔

(یہ بیان کردہ اعداد و شمار 100 فیصد صحیح تو نہیں مگر آپ انہیں 90 فیصد صحیح کہہ سکتے ہیں کیونکہ سب ملکوں اور بینکوں نے اپنا ''یہ کارنامہ'' چھپانے کی پوری کوشش کی ہے)

ایلن گرین سپین کی پیشگوئی بالکل سچ ثابت ہوئی سارا یورپ ''پیدل'' ہو گیا۔

اب متحدہ یورپین یونین زبردست قسم کے بحران کا شکار ہے اس میں یونان نے سب سے پہلے دیوالیہ ہونے کا اعلان کیا اور 700 ارب یورو یورپین یونین سے مدد کیلئے مانگے۔

یورپین یونین نے چندہ کر کے 125 ارب ڈالر یونان کو دے دیئے۔

پھر اسپین، اٹلی اور پرتگال بھی دیوالیہ کا اعلان کرنے لگ پڑے، یورپین یونین کے امیر ممالک (جرمنی، فرانس، ہالینڈ، بیلجیئم، ڈنمارک وغیرہ) یہ دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے کیونکہ ان کے محفوظ سرمایے کا بہت زیادہ حصہ تو امریکہ کے اس بحران میں اڑ چکا تھا۔

ابھی وہ ان ملکوں کی مدد کے امکانات پر غور کر رہے تھے کہ پولینڈ، یوگوسلاویہ اور چیک ریپبلک نے بھی دیوالیہ کے کاغذات دکھانے شروع کر دیئے۔

اب یورپین یونین کے امیر ممالک خصوصاً جرمنی اور فرانس سخت غصے میں ہیں وہ اپنا پیسہ ان ''بھوکے'' ممالک میں ضائع کرنا نہیں چاہتے۔

یورپین یونین بنانے کا ایک بڑا مقصد روس میں پہنچ کر سائیبریا میں موجود تیل، گیس اور سونے کی معدنیات سے ہاتھ رنگنے تھے۔ اسی وجہ سے راستے کے مشرقی یورپ کے بھی غریب ممالک کو ساتھ ملایا گیا۔

مگر روس اس وقت دنیا کا تیل بیچنے والا دوسرا سب سے بڑا ملک بن چکا ہے۔ وہ پورے یورپ کو گیس بھی بیچ رہا ہے اور مالی طور پر بڑی مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہے۔

وہ اس ''بھوکی یورپین یونین'' سے کسی قیمت پر بھی الحاق کرنے پر تیار نہیں ہے۔

یورپین یونین پر مزید ستم یہ ہے کہ مشرقی یورپ کے کمزور اور بھوکے ممالک ان کے

Marfat.com

پلے پڑ چکے ہیں اور ان کی جان آسانی سے چھوڑنے پر رضا مند نہیں ہو رہے۔

یورپین یونین کے ٹوٹنے کے بالکل واضح امکانات نظر آ رہے ہیں۔ غالباً پرانی یورپین یونین جو 11 ممالک پر مشتمل تھی وہی باقی رہے گی۔

• پرانی یورپین یونین میں شامل ممالک بھی کوئی سات آٹھ سال کے بعد زبردست قسم کے مالی بحران کا شکار ہو جائیں گے۔

اس کی وجہ چین ہوگا جو کہ اس وقت مغرب کی 70 فیصد انڈسٹری پر قبضہ کر چکا ہے اور عنقریب اسے 90 فیصد پر لے جائے گا۔

یورپ والے بھی اپنے مہنگے نظام کی وجہ سے اس بحران کا مقابلہ کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔

2009 میں دنیا کے مختلف ملکوں کے سالانہ بجٹ حسب ذیل تھے۔

ملک	سالانہ بجٹ	خسارہ
امریکہ	3000 ارب ڈالر	کوئی 1000 ارب ڈالر
جرمنی	1600 ارب ڈالر	200 ارب ڈالر
انگلینڈ	1100 ارب ڈالر	300 ارب ڈالر
	(درحقیقت انگلینڈ کا خسارہ کوئی 900 ارب ڈالر تھا)	
فرانس	1000 ارب ڈالر	200 ارب ڈالر
جاپان	1100 ارب ڈالر	200 ارب ڈالر
انڈیا	238 ارب ڈالر	113 ارب ڈالر

اس وقت انڈیا کی فوج کا بجٹ 6 ارب ڈالر تھا اور انڈیا کی سالانہ برآمدات کوئی 250 ارب ڈالر سالانہ کے لگ بھگ تھیں۔

جبکہ چین کی فوج کا بجٹ 60 ارب ڈالر سالانہ تھا اور چین کی برآمدات اب

Marfat.com

1200 ارب ڈالر سالانہ سے تجاوز کر چکی ہیں۔ اس وقت درحقیقت چین کی دنیا کی سپر پاور ہے جس کی آمدنی اس کے خرچے سے کافی زیادہ ہے اور اس کے پاس بہت سارا فالتو سرمایہ (Reserves) ہے۔

امریکہ چین سے 800 ارب ڈالر قرضہ پہلے ہی لے چکا ہے امریکہ نے چین کے ٹوٹل کوئی تین ٹریلین ڈالر (3 ہزار ارب ڈالر) دینے ہیں (کچھ "رانودان" اس رقم کو دس ہزار ارب ڈالر بھی کہتے ہیں میرے خیال میں یہ دس ہزار ارب ڈالر والی بات زیادہ صحیح ہے) ۔ پھر مزید 1000 ارب ڈالر مانگ رہا ہے۔ جبکہ چین اس قرضے کو دینے کیلئے اپنی امریکہ کو "مشکل سے ہی منظور ہونے والی شرائط" پیش کر رہا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ تمام کے تمام مغربی ممالک دوسرے سب ممالک (یورپ اور امریکہ سمیت) سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ UNO کے قانون اور قراردادوں پر عمل کریں۔ مگر وہ ملک خود اس سے باہر اور اوپر رہیں۔

Marfat.com

مغرب کی حالیہ مشکلات

مغربی ممالک آجکل عجیب وغریب مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ مالی طور پر تو ایشیائی ممالک تو اور خصوصاً چین ان کی معاشیات کی جنگ میں شکست پہ شکست دیئے جا رہے ہیں۔ پھر ان کو اپنی ذاتی زندگیوں میں بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

مثلاً مذہب ان کا تقریباً دو ہزار سال سے استحصال کرتا رہا ہے۔

اب ان میں مذہب کا خاتمہ ہو چکا ہے، اسی چکر میں وہ خدا کے بھی منکر ہو چکے ہیں ۔اور ان میں سے بے شمار اب خدا کی اپنی اپنی تشریح کر رہے ہیں۔

مذہب اور روز جزا کا خوف ختم ہونے کے بعد ان کا ہر رشتہ، ہر تعلق اب نظریہ ضرورت پر چل رہا ہے۔

عورتوں کو سوشل سیکورٹی اور چائلڈ بینیفٹ سکیم نے بظاہر انہیں مردوں سے آزاد کروایا مگر اب مغربی ملکوں کی معاشی کمزوری یہ سہارا بھی عورتوں سے چھین رہی ہے۔

مرد بے چارہ سادہ ہے زن شناس نہیں۔(اقبال)

بچے بورڈنگ میں بڑے ہوں تو بے شمار ذہنی الجھنوں اور بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ان کا مضبوط کردار بن ہی نہیں پاتا بلکہ ان کے آدھے سے زیادہ بچے مجرم بن جاتے ہیں۔پھر بورڈنگ کے پیسے کون دے گا۔

Marfat.com

انگلینڈ میں ایک بچہ کوئی فیملی بورڈنگ کے طور پر پاس رکھے تو اسے پانچ سو پاؤنڈ ماہانہ ملتے ہیں ساتھ ہی پانچ سو سبسڈی سکول کی دی جاتی ہے پھر میڈیکل اور کپڑے وغیرہ علیحدہ ہے۔

ایک بچہ انہیں گھر سے باہر کوئی تین ہزار پاؤنڈ میں پڑتا ہے۔ یہی بچہ ماں باپ کے گھر میں صرف سو پاؤنڈ ماہانہ گورنمنٹ سے لیتا ہے۔ اب گورنمنٹ یہ سو پاؤنڈ ماہانہ بھی ختم کرنے جا رہی ہے۔

انگلینڈ پر اس وقت نو ٹریلین پاؤنڈ قرضہ ہے۔ جو کہ اسنے دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے لیا ہے اور ملٹی پل ہوتا رہا ہے۔ انہوں نے ہر ایسٹ (ASSET) کو اوور ایسٹیمیٹ کر کے یہ قرضے لئے تھے، اس وقت وہ سپر پاور تھے۔ ان کو چیلنج کون کر سکتا تھا۔ انہوں نے یہ قرضہ یہودیوں سے بھی لیا۔ یہودیوں کو انہوں نے یہ لالچ دیا کہ وہ انہیں اسرائیل بنا کر دیں گے۔ پھر اس کے بعد ایک پاؤنڈ کی چیز کو بیس پاؤنڈ کر کے بتایا اور دوسرے انٹرنیشنل بنکوں سے اس پر قرضہ لے لیا۔

مغرب کچھ عرصہ پہلے تک اپنی ہر چیز کو بہتر بتا رہے تھے، اپنا سٹینڈرڈ آف لونگ، صحت، عورتوں کی آزادی، جمہوریت، اکانومی، اخلاق، سب کچھ بہتر تھا۔

لیکن حالیہ مالی بحران کے بعد یہ سب رنگ اتر چکا ہے، اور ان کے معاشرے کی اصلی صورت سامنے آ رہی ہے جو کہ بڑی تشویش ناک نظر آتی ہے۔ میرے خیال میں ان کے مستقبل کا معاشرہ بڑا بھیانک ہوگا کہ مالی آسائشوں نے سب خرابیوں پر پردے ڈالے ہوئے تھے۔

مغرب میں لوگوں کو ملنے والی خوراک خالص مگر جینیٹک اور کوالٹی میں اتنی خراب ہوتی ہے کہ لوگ بظاہر دیکھنے میں تو صحت مند نظر آتے ہیں مگر درحقیقت ان میں بیماریوں کے خلاف مدافعت بہت کم ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ ان کی اوسط عمر بھی آج کل کم ہوتی جا رہی ہے

Marfat.com

۔خصوصاً ان کے مرد 40 سال کی عمر میں ''بوڑھے'' ہو جاتے ہیں۔

مغرب کی عورت گھر سے نکل چکی ہے۔خاندانی نظام کے ختم ہونے اور رشتوں کے تقدس کے ختم ہونے کے بعد اسے کیا پڑی ہے کہ وہ اپنی ساری جوان عمر ایک بچے کو پالنے میں لگا دے اور وہ بچہ بھی بارہ تیرہ برس کا ہوتے ہی گھر چھوڑ کر فرار ہو جاتا ہے۔ابھی تک تو عورتوں کو بچوں کو پالنے کی مطلوبہ رقم حکومت گھر بیٹھے دے کر کام چلا رہی ہے۔لیکن اب یہ پیسہ ختم ہو چکا ہے۔اب حکومت کا کام قرضوں پر چل رہا ہے۔یہ سوشل سکیورٹی کا نظام بہت مہنگا ہے۔مغربی ملکوں کو اسے ختم کرنا ہی ہوگا،مگر اسے ختم کرنے کے بعد بچوں والی عورتوں کا کیا بنے گا۔پھر وہاں تقریباً سب لوگ اپنے ماں باپ کو بھی بورڈنگ میں بھیج دیا کرتے ہیں ۔پیسے کے بغیر بوڑھوں کے بورڈنگ ہاؤس کیا کریں گے۔

مغرب کے نظام کی اہم ترین خوبیاں انصاف ، آزادی ، اچھی تعلیم، محنت اور آرگنائزیشن ہیں۔مگر ان سب خوبیوں کی وجہ انصاف کا نظام ہی ہے۔ وہاں کی خرابیوں میں سب سے بڑی خرابی اللہ سے دوری، بے شرمی، رشتوں کی بے قدری، حد سے زیادہ مہنگا نظام وغیرہ ہے۔مگر ہم نے اہم چیزوں جیسے انصاف، سچائی اور دوسروں کا دل دکھانا کو چھوڑ کر غیر اہم چیزوں کو ہی اہمیت دیتے ہیں۔انصاف کے بغیر ہر ایک چیز اور صفت مٹی کا ڈھیر ہی رہتی ہے۔

مغرب والے اپنے جمہوری نظام کو ہی اپنی زندگی کے چلانے کے لیئے کافی سمجھ رہے ہیں۔حالانکہ جمہوریت میں اخلاقیات پر کوئی بات نہیں ہوتی ہے۔اس میں مشترکہ خاندان کے نظام اور اس کے اخلاقیات پر کوئی بات نہیں کی جاتی۔پہلے یہ سب چیزیں عیسائیت کور کر رہی تھی۔مغرب میں عیسائیت کے ختم ہونے کے بعد ان کی زندگی میں بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا۔اس میں ان کی خاندانی زندگی ختم ہو چکی ہے اور تمام کی تمام زندگی ایک کاروبار میں تبدیل ہو چکی ہے۔خدا کی جواب دہی کا احساس انسان کو سینکڑوں طرح کے جرائم سے بچاتا

Marfat.com

ہے۔

مجھے پچھے دو سال لندن (انگلینڈ) میں رہنے کا موقع ملا۔ انگلینڈ پورے یورپ میں مہذب لوگ شمار ہوتے تھے۔ یہ میں سٹریٹ بوائز کی بات نہیں کر رہا بلکہ ELITE CLASS اور ان کے ساتھ کے لوگوں کی مثال دے رہا ہوں۔

پرانے انگریزوں کے اخلاق سے متعلقہ ایک لطیفہ اکثر سنایا جاتا تھا کہ ایک بوڑھا لنڈن سڑک پر جا رہا تھا۔ ایک نوجوان نے اس سے وقت پوچھا، بوڑھے نے ہاتھ میں گھڑی باندھی ہوئی تھی۔ مگر وہ وقت بتانے کے بجائے سیدھا چلتا رہا۔ پاس سے گزرنے والے دوسرے بوڑھے نے اس کو روکا اور کہا، ''تم عجیب بدتہذیب انگریز ہو اس نوجوان کو وقت کیوں نہیں بتایا؟ یہ بہت بداخلاقی کی بات ہے۔''

اس پر وہ بوڑھا کہنے لگا ''میں اسے وقت بتاتا تو وہ میرا شکریہ ادا کرتا، پھر میں اسکا جواب دیتا، پھر وہ مجھے چائے، یا کافی پینے کی دعوت دیتا، میں اسے انکار کیسے کر سکتا تھا۔ پھر مجھے اس نوجوان کو گھر چائے کی دعوت دینی پڑتی تھی، اس نے میرے گھر آنا تھا۔ میری ایک نوجوان لڑکی ہے جو غیر شادی شدہ ہے اس نوجوان نے وہاں آتے رہنا تھا اور پھر میری بیٹی سے شادی کر لینی تھی۔ میں اپنی لڑکی کی شادی ایک ایسے بیکار اور بھوکے انسان سے کیسے کر سکتا ہوں، جو اپنی گھڑی بھی نہ خرید سکتا ہو''۔

مگر آج ان لندن والوں کی نئی نسل کی زبان اتنی بگڑ چکی ہے کہ وہ گالی کے بغیر کوئی بات کم ہی کرتے ہیں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جس ملک میں انصاف ہو وہاں لوگوں کا اخلاق بھی بہتر ہوتا ہے اور جہاں نہ ہو وہاں لوگ ایک دوسرے پر اعتبار کرنا بالکل چھوڑ دیتے ہیں کہ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوتی ہے۔ انصاف نہ ہو تو مجھے کوئی ہزار ڈالر پکڑا دے پھر واپس لے کر دکھائے۔

Marfat.com

اسی بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے،

جو گلے ملو گے تپاک سے کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا
یہ نئے مزاج کا شہر ہے ذرا فاصلے سے ملا کرو

اسی طرح ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے:

مجھے اپنے ضبط پہ ناز تھا کلرات مگر یہ کیا ہوا
میری آنکھ کیسے چھلک اٹھی مجھے رنج ہے کہ یہ بُرا ہوا
میرے سامنے سے ابھی ابھی جو نظر بچا کے گزر گئے
وہ میرے ہی شہر کے لوگ تھے میرے گھر سے گھر ہے ملا ہوا

انصاف نہ ہو تو یہی ہوا کرتا ہے اور لازمی ہوا کرتا ہے۔

Marfat.com

مغربی کلچر اور ہم

میں تیس سال سے زائد عرصے سے یورپ میں رہ رہا ہوں۔ اس دوران مجھے روحانی اور نفسیاتی معالج کے طور پر وہاں کے لوگوں کی زندگی کا بہت بغور جائزہ لینے کا موقع ملا۔ اس میں مجھے معلوم ہوا کہ مغرب اور یورپ کے لوگوں کی زندگی مادی طور پر تو جنت نما ہے مگر وہاں ہر انسان سخت بے سکونی کا شکار ہے۔ مغرب کی زندگی بہت تیز اور مہنگی ہے۔ لوگوں کے پاس فارغ وقت بہت کم ہوتا ہے۔ اس مہنگی زندگی کو پورا کرنے کے لئے ہر شخص زیادہ سے زیادہ پیسے کمانے کے چکر میں لگا ہوا ہے۔ مذہب وہاں سے تقریباً ختم ہو چکا ہے، اور مذہب کے ساتھ ہی وہاں خدا کا تصور بھی ختم ہو گیا ہے اور ان چیزوں کے ختم ہونے کی وجہ سے ہر رشتہ و ناطہ نظریہ ضرورت سے وابستہ ہو کر رہ گیا ہے۔ ماں باپ، بہن بھائی جیسے اہم رشتے بھی بچوں کے پاؤں پر کھڑا ہونے (اور اکثر اس سے پہلے ہی) کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ باقی رشتے، چچا، ماموں، کزن کی تو بات ہی چھوڑ دیں۔ اسی رشتوں کا تقدس ختم ہونے کی وجہ سے وہاں ہر شخص سخت اندرونی بے چینی اور بے سکونی کا شکار ہے۔ تنہائی بہت بڑا عذاب ہوتی ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ لوگ موت سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا تنہائی سے ڈرتے ہیں۔

Marfat.com

ہمارے ملک میں بے شمار لوگ مغربی لوگوں کی اس بظاہر چمک دمک والی زندگی کو دیکھ کر ترس رہے ہیں اور اسی قسم کی زندگی میں ہر قیمت پر شامل ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن مغرب میں رہنے والے ہمارے جو بھی مسلمان اس مغربی کلچر کا شکار ہوئے ہیں وہ تقریباً سب کے سب اسی مادیت پسندی اور تنہائی کا شکار ہو کر آج کل روتے نظر آتے ہیں۔

جب کہ دین کا حقیقی شعور رکھنے کے بعد ہی انسان سب رشتوں اور ہر طرح کے تعلق (خونی رشتے، دوست واحباب، سینئرز، جونیئرز) کو صحیح طریقے سے نبھا سکتا ہے۔ درحقیقت اسلام کو صحیح معنوں سے دل سے مان کر ہی آپ ایک آئیڈیل زندگی گزار سکتے ہیں۔

Marfat.com

سیکھنے میں اوپر سے شروعات کریں

میرا بھانجا شیری (شہریار خان) آجکل انگلینڈ میں پڑھنے کے لئے آیا ہوا ہے۔ وہ ساؤتھ ہیمپٹن یونیورسٹی میں گورنس اینڈ پولیٹیکل پالیسیز میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

چھٹیوں میں وہ اکثر میرے پاس لندن آجایا کرتا ہے۔ ایک دن میں نے نوٹ کیا کہ وہ اکثر پاکستان کے ٹیلی ویژن اسٹیشنوں پر خبریں اور سیاسی بحث و مباحثوں کو بڑے غور سے سن رہا ہوتا تھا۔

اس کی ماں اور میری بڑی بہن بیگم عفت لیاقت آجکل چکوال کی ایم پی اے ہیں اور شیری کے والد صاحب کئی بار چکوال شہر کے ایم پی اے رہ چکے ہیں۔ اس لئے شیری کے سیاست میں دلچسپی لینے کی وجہ تو مجھے معلوم تھی۔ مگر مجھے خیال آیا کہ شیری کی پڑھائی بڑی سخت ہے۔ اس لیے اسے اپنی توجہ اپنی پڑھائی پر ہی رکھنی چاہیے۔

میں نے شیری سے پوچھا، ''کیا تمہیں سیاست میں خاصی دلچسپی ہے؟''

شیری کہنے لگا، ''جی ماموں، مجھے سیاست اچھی لگتی ہے''۔

اس پر میں نے شیری سے کہا، ''اگر تم سیاست کو سیکھنا چاہتے ہو تو اس کو ٹھیک سائیڈ سے سیکھو۔ کہ ہمارے سیاست میں دلچسپی رکھنے والے لوگ جب سیاست کے بارے میں سیکھنا شروع کرتے ہیں تو وہ اسے غلط طرف سے ہی شروع کرتے ہیں۔

وہ سب سے پہلے اپنے شہر کی سیاست کو سمجھنے میں لگے رہتے ہیں۔ اس میں کوئی دس

Marfat.com

سال لگا کر وہ اسے سمجھ لیتے ہیں۔

پھر وہ اپنے ضلع کی سیاست کو سمجھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اس میں ان کے مزید دس سال صرف ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنے صوبے کی سیاست کو سمجھنے میں مزید دس سال کا وقت لگا دیتے ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنے ملک (پاکستان) کی سیاست کو سمجھنے میں مزید دس سال کا وقت لگا دیتے ہیں۔

اس طرح کل چالیس سال کا عرصہ لگانے کے بعد بھی انہیں اپنے ملک میں حکومتوں کی تبدیلیوں کا سر پیر بھی پتا نہیں چلتا۔ اسی وجہ یعنی غلط طرف سے شروعات کرنے کی وجہ سے قابل اور ذہین ترین لوگ بھی ساری عمر اس میں الجھے ہی رہتے ہیں۔ میں نے بڑے بڑے جینئس قسم کے لوگوں کو اسی وجہ سے برسوں بڑے چھوٹے چھوٹے چکروں میں ہی الجھا دیکھا ہے۔ اس میں سمجھنے کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ سیاست کو پولیٹیکل اکانومی کہتے ہیں۔ تم اکانومی کو سمجھے بغیر ساری عمر سیاست سمجھنے میں ہی لگے رہو تو یہ کوششیں فضول ہی سمجھو۔

میں نے شیری کو مزید بتایا، ''پاکستان معاشی طور پر آزاد نہیں ہے وہ جن ممالک سے (یعنی امریکہ وغیرہ سے) پیسہ اور قرضہ وغیرہ لیتا ہے۔ وہ پاکستان میں اپنی مرضی کی حکومت چاہتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کو حکم دیتے ہیں کہ وہ پاکستان میں ان کی مرضی کی حکومت لائے۔

پاکستان میں انصاف پر مبنی نظام بالکل نہیں ہے اور تھانے اور کچہری نے لوگوں کو غلام (بلکہ کتے) بنا رکھا ہے۔ لوگ تھانے، کچہری سے اپنی عزت بچانے میں ہی لگے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے جب اسٹیبلشمنٹ کسی ایک پارٹی کو جتانے کی کوشش کرتی ہے تو لوگوں کو

Marfat.com

معلوم ہو چکا ہوتا ہے کہ کونسی پارٹی جیتے گی۔ یعنی وہی پارٹی جسے اسٹیبلشمنٹ جتوائے گی۔

گاؤں کے لوگ اگر اپوزیشن میں ہوں تو ان کی حالت اور زیادہ پتلی ہوتی ہے اور پاکستان کی ستر فیصد سے زیادہ آبادی گاؤں سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ لوگ پانچ سال اپوزیشن میں رہ کر تھانے، کچہری کا رگڑا کھانے کی ہمت نہیں رکھتے۔ اس لئے وہ اسٹیبلشمنٹ کی پسندیدہ پارٹی کو ہی ووٹ دے دیتے ہیں۔

امریکہ اور مغربی ممالک ہر وقت معاشی جنگ میں مصروف رہتے ہیں۔ دنیا میں موجود مادی ذخائر کا کوئی ستر فیصد سے زیادہ حصہ ایشیاء کے ممالک میں ہے۔ ان میں سے کوئی پندرہ فیصد پاکستان میں ہے۔ ان کی مالیت کوئی تیس ٹریلین ڈالر کے قریب ہے۔ پاکستان کو دراصل ایٹم بم نے بچایا ہوا ہے ورنہ وہ ممالک کب کے اسے توڑ کر دو ٹکڑے کر دیتے"۔

اس کے بعد میں نے شیری کو کہا، "پہلے تم دنیا کی معاشیات کو پڑھ لو، پھر تمہیں اس ساری انٹرنیشنل ہیرا پھیری اور شیطانی چکر کا پتا چل جائے گا۔

اس کے بعد تم جس ملک کی سیاست کو بھی چاہو دو تین مہینے میں مکمل طور پر سمجھ جاؤ گے، جبکہ عام لوگ چالیس سال لگا کر بھی اسے نہیں سمجھ پاتے"۔

"یہاں اوپر میں نے سمجھانے کے لئے سیاست کی مثال دی ہے۔ مگر اس کے علاوہ بھی کسی چیز کو سمجھنا ہو تو اسے اوپر سے ہی شروع کریں"۔

آج کل انٹرنیٹ سے مطلوبہ مواد (جو کہ کافی حد تک صحیح معلومات دیتا ہے) باآسانی مل جاتا ہے۔

اس میں یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ جس چیز کو آپ سیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے مقصد پر ضرور غور کریں کہ یہ علم یا چیز کس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔

مثلاً اگر آپ نے دین کو سیکھنا ہے تو سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ دین کا مقصد کیا ہے۔

دین کے بارے میں میری تحقیق میں آیا ہے کہ دین کا ایک عام فہم مطلب تو آخرت

Marfat.com

میں کامیابی کا ہے۔

مگر یہ اس کے علاوہ دنیا میں دو اہم ترین چیزیں بھی اس کے مقصد میں شامل ہیں۔

ان میں سے سب سے پہلی اور بنیادی چیز ایک آئیڈیل معاشرے کی تشکیل ہے۔ اس معاشرے میں معاشی، معاشرتی اور سیاسی ہر قسم کا انصاف ہو، جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت ہو۔ کوئی معاشرتی اونچ نیچ نہ ہو۔

آدمی کو بنیادی ضروریات (روٹی، کپڑا اور مکان) میسر ہوں۔ مزید اس معاشرے میں آپس میں اتحاد اور پیار و محبت ہو، معاشرے میں ڈسپلن ہو۔ انہی مقصد کے لئے اسلام انفرادی مقصد کو اجتماعی مقصد پر قربان کرنے کا بتاتا ہے جسے اسلام میں جہاد کہا جاتا ہے۔ انہی مقاصد کے لئے دین میں حقوق العباد آئے ہیں۔

دین کا دوسرا اہم مقصد انسان میں موجود روحانی صلاحیتوں کو جگا کر اس کو انسان کامل کی طرف لے جانا ہے۔ اس مقصد کے لئے نماز و نوافل، عبادات، قرآن پاک کی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے۔

ان کو پڑھنے سے انسان کے لاشعور میں یہ پیغام لگاتار ریپیٹ ہوتا رہتا ہے لاشعور میں جو پیغام بھی لگاتار دہرایا جائے لاشعور اسے ہی مان کر اس پر عمل شروع کر دیتا ہے۔

انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ وہ نور موجود ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے خلیفہ (نائب) کے طور پر عنایت کیا تھا۔ ان عبادات سے یہ نور جاگنے لگ پڑتا ہے اور انسان انسانِ کامل کی طرف سفر شروع کر دیتا ہے۔

اسی پر علامہ اقبالؒ کا شعر ہے:۔

ہوئی جس کی خودی پہلے آشکار، وہی مہدی وہی آخر زمانی۔

اس نور کو جگانے کے لئے حقوق اللہ آئے ہیں۔

درحقیقت اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد کے مجموعے کا نام ہے۔ یہ

Marfat.com

دونوں لازم وملزوم ہیں۔

اب جو بھی چیز یا عمل ان دونوں اوپر بیان شدہ چیزوں میں مددگار ہو یعنی آئیڈیل معاشرے یا آئیڈیل انسان کی تشکیل میں مدد دیتی ہو۔اس پر عمل کرنا ثواب ہے اور جو چیز بھی ان دونوں مقاصد میں نقصان دیتی ہو۔ان پر عمل کرنا گناہ ہے۔

دنیا میں وہی قومیں ترقی کرتی ہیں جن میں اوپر بیان کردہ صفات موجود ہوتی ہیں۔اس مقصد کے حصول کے لئے ایسے انسانوں کا وجود ضروری ہے جو کہ اس معاشرے میں بلا کسی لالچ،قربانی (یعنی جہاد کرنا) دے سکیں۔

ہمارے نام نہاد علماء نے مسلمانوں کو اس اہم فرض سے ہٹانے کی ایک ایسی ترکیب سوچ لی ہے اور اس پر عمل کر رہے ہیں۔جو کہ اس قربانی کی جڑ ہی کاٹ ڈالتی ہے۔

یہ چیز اسلام میں بے لگام شفاعت کا تصور ہے۔

قرآنِ پاک میں شفاعت کا واضح ذکر موجود ہے اور قرآنِ پاک میں جس کا ذکر موجود ہے اس سے انکار کفر ہے۔

مگر اسلام میں شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ روزِ جزا کے دن مسلمان اگر اس کے گناہ زیادہ ہونگے تو دوزخ میں سزا کاٹ کر جنت میں آجائے گا اور کافر دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔

آپ کو میرے اس بے لگام شفاعت والے خطرے کی صحیح سمجھ نہیں آرہی ہوگی۔اس کی مثال کے لئے میں ایک انٹرنیٹ پر اپنے دیکھے گئے ایک پروگرام کا حوالہ دوں گا۔

اس میں ایک عیسائی پادری اپنا وعظ کر رہا ہوتا ہے۔سامنے موجود لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر اس سے ایک سوال کرتا ہے۔وہ سوال اس طرح ہے۔

"کیا حضرت عیسیٰ کو ماننے والے سب لوگ جنت میں جائیں گے؟"

اس پر پادری نے جواب دیا،"ہاں حضرت عیسیٰ کو ماننے والے سب لوگ جنت میں

Marfat.com

جائیں گے؟"

اس پر سوال کرنے والا شخص یہ کہنے لگا، "پھر نیک کام کرنے کی ضرورت کیا ہے؟"

اس پر پادری نے اسے ایک بڑا ہی بیوقوفانہ جواب دیا۔ وہ یہ تھا کہ جو حضرت عیسیٰؑ کو صحیح ماننے والے ہوں تو وہ کوئی غلط کام نہیں کریں گے۔

پادری کا یہ جواب بالکل غلط تھا۔ اگر روز جزا کا خوف نہ ہو تو انسان غلط کام سے بالکل باز نہیں آتا، پھر وہ صرف ملکی قانون سے ہی ڈرتا ہے۔ مگر اکثر ملکی قانون کو غچہ دینا تو بڑا ہی آسان ہوتا ہے۔

میرا یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسی شفاعت تو دین کے مقصد کو ہی قتل کر دیتی ہے۔ بلکہ جنت کا ٹکٹ جیب میں ہو تو ایسے شخص کو ہر غلط کام کرنے سے (بلکہ درندہ تک بننے سے) کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

یہ پڑھ کر آپ کو علم ہو گیا ہو گا کہ ہم مسلمانوں کے سبھی فرقوں کے راہنما ایسی شفاعتیں دے کر مسلمانوں کو کس شیطانی چکر میں پھنسا رہے ہیں۔

عربی زبان میں شفیع کا مطلب بھی سفارش کرنا ہے بخشش نہیں ہے۔

دین کو نقصان دینے والی دوسری چیز یہ ہے کہ قرآنِ پاک کی تشریح کرنے والا ہر شخص اپنی اپنی تشریح کرتا ہے۔ پھر ہر اہم ترین چیز کو کم اہم اور کم اہم چیز کو زیادہ اہم بتا کر لوگوں کو الجھا دیتا ہے۔

اس کے بعد انسان کم اہم چیزوں پر ہی پوری محنت کرتا ہے۔

میں نے اپنی پچھلی کتاب "اسرارِ روحانیت اور کامیاب زندگی" میں لکھا ہے کہ اگر زندگی کا شعور نہ ہو تو دینی شعور بھی نہیں آیا کرتا اور سیاسی شعور بھی نہیں ملتا۔

زندگی کا شعور اچھے اور بُرے کی پہچان کو کہتے ہیں۔ پھر اس چیز کو کہ بتائی گئی باتوں میں سے اہم ترین کونسی ہے، دوسرے نمبر پر اہم کونسی، پھر تیسرے نمبر والی کونسی اور آخر کار بیکار

Marfat.com

کونسی ہے۔اس میں فائدے مند میں زیادہ فائدے مند کون سی ہے اور کم فائدے مند کونسی ہے۔اسی طرح زیادہ نقصان دہ کون سی ہے اور کم نقصان دہ کون سی ہے۔

یہ دراصل عقل سلیم (COMMON SENSE) کی ایک پالش شدہ (REFINED) شکل ہوتی ہے۔عقلِ سلیم رکھنے والا شخص جب بھی کسی نئی بات یا معاملے کو سنتا ہے تو شروع میں بجائے اس کی تفصیل میں جانے کے پہلے بڑے طور پر اس کی افادیت کا اندازہ لگالیتا ہے اور اگر وہ شے بیکار ہو تب بھی اسے یہ معلوم ہو جاتا ہے۔اس طرح وہ اپنی انرجی اور وقت کو بچاتا ہے۔آپ نے اپنے گھر میں اپنے کاروبار میں یا معاشرے میں ہر کام شعور کی مدد سے ہی کرنا ہے اسے حاصل کیے بغیر کامیاب زندگی کا تصور ہی ناممکن ہے۔

اسی طرح اگر آپ نے کوئی کاروبار کرنا ہو تو سب سے پہلے یہ سمجھیں کہ آپ کی ضرورت کیا ہے، آپ کو کتنے پیسے کمانے کی ضرورت ہے۔

پھر کاروبار کے سبھی اہم اصولوں کو پڑھیں (یہ سبھی اہم ترین اصول میں پیچھے اپنی کتاب میں لکھ چکا ہوں)۔

اس میں یہ لازمی سمجھ لیں کہ جو بھی شعبہ زندگی آپ پڑھ یا اختیار کر رہے ہیں اس کا مقصد کیا ہے؟ جیسے قانون دان بننا ہے تو قانون کا مقصد کیا ہے؟

ڈاکٹر بننا ہے تو پھر ڈاکٹری کا مقصد پیسے کمانا نہیں بلکہ لوگوں کو صحت مند رکھنا بھی ہے۔

جبکہ ڈاکٹر اسے بیماریوں کا علاج کرنا ہی سمجھتے ہیں۔

جیسے سپورٹس مین بننا ہے تو اچھی تربیت، اچھی خوراک اور مناسب آرام کے ساتھ ساتھ ذہنی اور روحانی تربیت بھی ضروری ہے جیسے ونر منٹالٹی بناؤ۔ پھر مثبت سوچ رکھو ورنہ اچھی ٹریننگ اور خوراک کی تمام توانائی ضائع چلی جائے گی۔

اسی طرح استاد بننا ہے تو پھر سکھانے کے تمام طریقے سیکھو جیسے خود اعتمادی سے سکھنا،

Marfat.com

کسی چیز کو مشکل نہ ماننا، ریلیکس رہنا، کامن سینس وغیرہ۔ یہ سب چیزیں ہر قسم کی تعلیم حاصل کرنے میں بہت مددگار ہوتی ہیں۔

دنیا میں مختلف شعبہ زندگی کے لیڈروں (خصوصاً مذہبی، سیاسی اور ٹرینڈ میکرز) کو چاہیے کہ وہ اخلاقیات سائیکالوجی، سوشالوجی اور معاشیات (خصوصاً ورلڈ اکانومی) کو ضرور سیکھیں یہ چاروں سبجیکٹ زندگی کے سبھی اہم ترین پہلوؤں کو کور کرتے ہیں۔ ان کے اہم ترین اصولوں کو سیکھیں کہ پھر ہی انسان زندگی کو کاملیت کے ساتھ دیکھ سکتا ہے ورنہ ہم میں سے 99% لوگ نیچے کی غیر اہم چیزوں اور اصولوں پر ہی ساری عمر ذہن لڑاتے رہتے ہیں اور انہی میں الجھے رہتے ہیں۔ ان کو کسی بھی مسلئے کا صحیح حل بہت کم معلوم ہو پاتا ہے۔ ان چاروں علوم کو کچھ نہ کچھ سمجھ کر ہی وہ ہر اہم معاملے کو صحیح طریقے سے دیکھنے، سمجھنے اور اسکا صحیح حل دینے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

لیکن ان سب چیزوں کو صحیح طریقے سے سمجھنے کے لیے انسان میں ہمت ہونی چاہیے اتنی ہمت کے وہ خود کو اس قابل مانے کے وہ اس قسم کے مسائل کا حل دے سکتا ہے اور اونچے درجے کی ہمت تو صرف سچے کھرے اور باکردار انسان میں ہوتی ہے۔

Marfat.com

جادو اور نظر بندی وغیرہ

میں اپنی پچھلی دو کتابوں میں جادو کے موضوع پر کافی کچھ لکھ چکا ہوں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان میں موجود کوئی پچیس فیصد افراد خود کو جادو کا شکار سمجھتے ہیں۔ ان میں سے کم از کم نوے فیصد صرف وہم کے شکار ہوتے ہیں۔ اسی وہم کی وجہ سے یہ لوگ پر امیدی کی سوچ (OPTIMISTIC سوچ) کو چھوڑ کر نا امیدی کی سوچ کا شکار ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے سیلف ہپناٹزم ہے کہ ایسے لوگ ہر وقت یہ سوچتے رہتے ہیں کہ وہ جادو کا شکار ہیں اور اسی وجہ سے ان کے سب کام "باندھے" ہوئے ہیں۔

اب مثبت سوچ کو سمجھنے والے لوگ تو یہ بات پڑھ کر با آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ جب ایسی نا امیدی کی سوچ ہی ذہن پر حاوی ہو تو پھر ہر کام میں ناکامی ہی انسان کا مقدر ہوتی ہے۔ حقیقت ہے کہ ایسی نا امیدی کی سوچ (Pasivemistive سوچ) کا اور جادو کا ہونا ایک سکے کے دو رخ ہیں لیکن جو شخص مثبت و منفی سوچ کو سمجھتا ہو وہ شخص ہی اس بات کا سمجھ سکتا ہے اور ایک مذاحقہ خیز بات یہ ہے کہ جو شخص جادو کے وہم میں مبتلا ہو وہ اس بات کو نہ سمجھتا ہے اور نہ ماننا چاہتا ہے۔

ایسا انسان ذہنی طور پر ونر کی بجائے لوزر کی کیفیت میں ہوتا ہے اور لوزر کی کیفیت میں انسان جو بھی کام کرے اس میں ناکامی ہی ہوتی ہے۔

باقی آٹھ فیصد لوگ بدعا (یا پھر مظلوم کی "ھا") کا شکار ہوتے ہیں۔ کوئی دو فیصد لوگوں پر ہی اصلی جادو ہوا کرتا ہے۔

گو اصلی جادو بھی حقیقت میں سوچ کی طاقت ہی ہوتا ہے، یہ اتنے دنوں تک ہی

Marfat.com

نقصان کرتا ہے جتنے دن جادوگر پڑھائی وغیرہ میں لگا رہتا ہے۔

اسی طرح کچھ لوگ کالی زبان والے بھی ہوتے ہیں۔ ان کی سوچ اتنی طاقتور ہوتی ہے کہ وہ جو بھی عمل کریں گے اس کا دس بیس فیصد اثر ہوتا ہے۔ مگر وہ بھی ان پر ہوتا ہے جو کسی سے زیادتی کرتے ہیں۔

اس لئے ہمارے لئے لازمی ہے کہ کسی کو ناجائز نہ دبائیں۔ خصوصاً اپنے سے کمزوروں کو نہ دباؤ میں رکھا کریں۔ جیسے ہمارے ملک میں ساس بہو کو دبا رہی ہوتی ہے، بہو کا بس چلتا ہے تو وہ ساس یا نندوں کا جینا دوبھر کر دیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ سب کی سب ظلم کرنے والی مظلوم کی بددعا کا شکار ہو کر مختلف تکلیفوں اور بیماریوں میں گھری رہتی ہیں۔ اس طرح دفتر میں سینئرز اپنے ماتحتوں کو ناجائز دبا رہا ہوتا ہے جب تک وہ اپنے ظلم سے توبہ نہ کرلیں وہ ان مشکلات اور بیماریوں سے باہر نہیں آسکتے۔

اکثر ایسے لوگوں کو خود پر جادو ہونے کا بھی وہم ہوا ہوتا ہے۔

باقی جو شخص بھی جادو کرتا یا کرواتا ہے تو قیامت والے دن اس کی نیکیاں دوسرے کو (یعنی جس پر جادو ہوا ہے) مل جائیں گی۔ بلکہ دنیا میں بھی وہ عذاب ضرور کاٹے گا اور یہ وہم انہیں اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ ظلم سے توبہ نہ کرلیں۔

اس میں سب سے اہم سبق یہ ہے کہ اپنے سے کمزوروں پر ظلم نہ کریں، انہیں ناجائز نہ دبائیں۔

ہر قسم کے جادو کا علاج مثبت سوچ میں ہے اور اصلی جادو کا مقابلہ بھی قرآنِ پاک کی پڑھائی میں ہے، ”انرجی کا مقابلہ انرجی سے ہی ہوتا ہے، یہاں بُری انرجی کا مقابلہ اچھی انرجی (نور) سے کیا جاتا ہے“۔

اس کے مختلف علاج ہیں جو میں پچھلی کتابوں میں لکھ چکا ہوں۔

بنگال کا جادو بڑا مشہور ہے، مجھے اس کی متعلق ایک مزاحیہ بات معلوم ہوئی کہ بنگال

Marfat.com

میں ایک مشہور جگہ ''قمر وکماچھا'' کے مقام پر عورتیں جادو کر کے وہاں آنے والے مردوں کو قابو کر کے ان سے شادی کر لیتی ہیں پھر وہ مرد واپس نہیں آتے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے نوجوان روحانیت یا جادو کے چکر میں قمر وکماچھا کے مشہور میلے پر جاتے ہیں۔ ماضی میں بہت سے نوجوان اس شوق میں کچھ عرصہ وہاں رہے پھر کرایہ بھاڑہ ختم ہونے کی وجہ سے وہاں ہی پکے رہ جاتے تھے اور شادی بھی کر لیتے تھے۔ ان لوگوں کو بنگال کے جادو کا شکار بتایا جاتا تھا۔

ایک جادو نظر بندی (MASS HYPNOTISM) بھی ہوتی ہے۔ جس کا ذکر قرآنِ پاک میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے جادوگروں کے مقابلے میں بھی آیا ہے۔ حقیقت میں یہ ماس ہپناٹزم کی فارم ہوتی ہے۔ جیسے 1980 تک انڈیا اور پاکستان میں مختلف گاؤں میں جادوگر آ کر ہوا میں رسی پھینک کر اسے کھڑا کر دیتے تھے پھر ایک بچے کو اس پر چڑھا دیتے تھے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں بھی ہوا تھا۔

اس میں جادوگر نے ایک رسی کو ہوا میں پھینکا تو وہ رسی ہوا میں کھڑی ہو گئی۔ اس کے بعد جادوگر نے اپنے ایک شاگرد لڑکے کو اس رسی پر چڑھنے کو کہا۔ وہ بچہ رسی پر چڑھ کر ہوا میں غائب ہو گیا۔

کچھ دیر بعد جادوگر نے اسے واپس بلایا مگر وہ شاگرد واپس نہ آیا۔ جادوگر نے اسے کئی بار حکم دیا کہ نیچے آ جاؤ۔

مگر اس کا چیلا نیچے نہ آیا۔

آخر کار غصے سے لال پیلا ہو کر جادوگر نے خود ایک چھری کو منہ میں پکڑا اور رسی پر اوپر چڑھنے لگ پڑا۔ چڑھتے چڑھتے وہ بھی اوپر غائب ہو گیا۔ پھر اوپر جھگڑے کی آواز آئی۔

اور کچھ دیر کے بعد اس کے شاگرد کے کٹے ہوئے بازو نیچے گرے۔ اس کی کچھ دیر کے بعد کٹی ہوئی ٹانگیں نیچے آئیں۔ پھر شاگرد کا کٹا ہوا سر زمین پر آ گرا اور سب سے آخر میں اس

Marfat.com

کا بقایا دھڑ بھی نیچے آ گرا۔

تھوڑی دیر کے بعد جادوگر منہ میں خون آلودہ چھری پکڑے رسی سے اترتا نظر آیا۔ وہ شاگرد کو گالیاں دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس حرامی پر اتنی محنت کی یہ الو کا پٹھا میری کوئی بات ہی نہیں سنتا۔ اس کا یہی علاج تھا۔

پھر کچھ دیر کے بعد اس نے شاگرد کے سارے کٹے ہوئے اعضاء اکٹھے کئے۔ ان پر ایک کپڑا ڈالا، تھوڑی دیر کے بعد نیچے سے اس کا شاگرد صحیح سلامت مسکراتا ہوا کپڑے کے نیچے سے باہر آ گیا۔

اسی طرح ایسا ایک واقعہ میرے دوست کرنل خالد فاروق (ر) کی کپتانی کے وقت پیش آیا تھا۔

یہ 1973 کی بات ہے، خالد فاروق صاحب اس وقت کپتان تھے اور ملتان میں پوسٹ تھے۔ ان کی یونٹ میں ایک پچاس پچپن سالہ اردو سپیکنگ ابراہیم نامی شخص آیا اور یونٹ میں جادو کا مظاہرہ کرنے کی اجازت مانگی۔

یہ شخص خود کو بین الاقوامی شہرت یافتہ کہتا تھا۔

یونٹ کے کمانڈنگ آفیسر کرنل نے اسے کچھ مظاہرہ کرنے کا کہا، تو وہ شخص کرنل صاحب کے سامنے بیٹھ گیا اور تاش کی ایک گڈی جیب سے نکالی اور کرنل صاحب کو کوئی ایک پتا نکالنے کو کہا۔

کرنل صاحب نے ایک پتا نکالا اور اسے چھپا کر دیکھا۔

اس پر ابراہیم نے کہا، ''یہ پان کی ملکہ ہے''۔

مگر کرنل صاحب کہنے لگے، ''یہ پان کی ملکہ نہیں ہے''۔

ابراہیم نے پھر کہا، ''یہ پان کی ملکہ ہے''۔

کرنل صاحب کہنے لگے، ''یہ پان کی ملکہ نہیں ہے''۔

Marfat.com

اس وقت خالد فاروق صاحب کرنل کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ ان کے وہاں پہنچتے ہی پہلے وہ پتا جو غالباً حکم کا غلام تھا۔ پان کی ملکہ میں تبدیل ہو گیا۔

اس کے بعد وہ جو پتا بھی نکالتے تھے، ابراہیم جس بھی پتے کا منہ سے بولتا تھا، وہ اس پتے میں تبدیل ہو جاتا تھا۔

پھر اس کے بعد ابراہیم نے اس سے ملتے جلتے بے شمار کرتب دکھائے۔ ان میں ایسے کرتب بھی شامل تھے کہ سب لوگ حیرت سے دنگ ہو کر رہ گئے۔

یونٹ کے سب جوانوں اور افسروں نے ابراہیم کو حسب خوشی پیسے دیئے۔

پھر خالد فاروق صاحب نے ابراہیم سے پوچھا، "کیا آپ حقیقت میں یہ سب کچھ کر لیتے ہیں؟"

اس پر ابراہیم کہنے لگا، "جناب اگر میں یہ سب کچھ حقیقت میں کر سکتا، تو پھر مجھے جگہ جگہ کرتب دکھا کر خوار ہونے کی کیا ضرورت تھی"۔

اسی طرح میرے ایک چکوال کے دوست قریشی صاحب جو کہ روحانیت کے عامل ہیں۔ انہوں نے اپنے خانیوال کے ایک عامل اور پیر کا بتایا۔

میں انہی کی زبانی سناتا ہوں۔

"اس عامل نے پہلے ایک مرے ہوئے کتے کا پنجر منگوایا، پھر اس میں پٹسن (سَنی) کا پوڈا لگا دیا۔

وہ پودا تین چار ہفتے میں ہی اُگ کر کچھ بڑا ہو گیا۔ تو عامل نے اسے کاٹ کر اس کا چھلکا اتار کر رسی بنائی۔

عامل کے پاس ایک عیسائی نوجوان دتُو بھی جادو سیکھنے کے لیے آیا کرتا تھا۔ عامل نے دتُو کو بلا کر وہ رسی اس کے گلے میں ڈالی۔

تو دتُو کتا بن گیا۔ عامل نے اسے دروازے سے ساتھ باندھ دیا۔

Marfat.com

خاصی دیر وہ کتا وہاں بندھا رہا۔ پھر عامل نے وہ رسی اس کے گلے سے کھولی، تو وہ کتا پھر سے ٹٹو بن گیا''۔

قریشی صاحب نے یہ واقعہ مجھے دو تین بار سنایا۔ یہ کوئی 2007 کی بات ہو گی۔ پھر ایک دفعہ انہوں نے مجھے اس عامل استاد سے بھی ملوایا۔

میں چونکہ کسی کے ''کتا'' بننے پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ اس لئے میری قریشی صاحب سے اس مسئلے پر کئی بار بحث ہو چکی تھی۔

میں نے قریشی صاحب کے سامنے اس عامل سے پوچھا، ''کیا وہ آپ نظر بندی کیا کرتے تھے؟''

تو وہ عامل پہلے خاموش رہا، پھر جب میں نے دوبارہ پوچھا تو وہ سر ہلا کر کہنے لگا، ''ہاں''۔

2009 میں اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں بیٹھے ہوئے وہاں شعبہ نفسیات کے سربراہ اور مشہور رائٹر کاشف فراز صاحب سے اس موضوع پر بات ہو رہی تھی۔

ساتھ دوسرے پروفیسر صاحبان بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

اس میں کاشف فراز صاحب نے بتایا، ''چند ماہ پہلے ٹی وی والوں کی طرف سے پورے پاکستان کی سکالر مردوں اور عورتوں سے سوال کیا گیا کہ جادو کیا ہوتا ہے، اور لوگ عاملوں اور ''بابوں'' کے پاس کیوں جاتے ہیں؟

مگر کسی نے بھی کوئی معقول جواب نہ دیا۔ صرف ایک صاحب نے کہا، ''اکثر لوگ ذہنی و نفسیاتی طور پر کمزور ہوتے ہیں، اسی وجہ سے وہ کسی سہارے کی تلاش میں رہتے ہیں اور ایسے لوگ ہی عاملوں کے پاس جاتے ہیں''۔

نوے فیصد سے زیادہ لوگ تو کوئی جواب دینے سے پہلے ہی بھاگ گئے۔ ان میں سائیکالوجی میں پی ایچ ڈی کرنے والے مرد اور عورت بھی شامل تھے۔

Marfat.com

میرا دوست قلندر طنزیہ انداز میں ٹھوکا مار کر مجھے ایک بڑے کام کی بات کہہ رہا ہے آپ بھی سن لیں "تم تو ہو ہی بے وقوف اور ایسے ہی رہو گے لوگوں کو اس مسئلے پر لمبا چوڑا لیکچر دے کر انکا وقت ضائع مت کرو۔ انہیں سیدھا سیدھا کہو کہ وہ پاکستان میں اپنا مالی مسئلہ حل کر لیں تو انکے اسی فی صد جادو کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور کچھ اللہ توکل بھی ہو تو سو فی صد جادو ختم اور دوسرے سب مسائل بھی حل ہو جائیں گے"۔

پھر غصے میں کہہ رہا ہے۔

مسلمانو ہوش کرو تم بے اعتقادے اور بزدل ہو۔ آخری نبی ﷺ اور اللہ کو ماننے والے ہو تو ہر رات کو سوتے وقت تین بار سورہ فلق اور تین بار سورہ ناس پڑھ کر اپنے اور گھر والوں پر پھونک لیا کرو۔ پھر کسی بھی قسم کا جادو تمہارے نزدیک بھی نہیں آ سکتا۔ رسولِ پاک ﷺ نے جادو کا یہ پکا اور آسان علاج بتایا ہے۔ جادو کی ایسی کی تیسی۔

آپ بھی غور کریں کہ وہ جادو کا کتنا صحیح حل دے رہا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ میں بھی "جادو کے شکار" سینکڑوں لوگوں سے گھنٹوں کی مغزماری کے بعد بھی اس صحیح اور مکمل (تقریباً مکمل) حل پر نہیں پہنچ سکا ہوں۔ کم از کم یہی سب سے صحیح حل ہے۔

Marfat.com

حسن وخوبصورتی

خوبصورت ہونا اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔
مگر خوبصورتی موجودہ پاکستان میں زحمت بھی ہو سکتی ہے، کہ خدا جب کسی غریب کو سزا دینا چاہتا ہے تو اس کی بہت ہی حسین بیٹی پیدا کر دیتا ہے۔
اسی طرح ذہانت بھی مصیبت ہو سکتی ہے کہ جعلی دانشور اس ذہین شخص سے کنی کترانے لگ پڑتے ہیں۔
خوبصورت لڑکی سے دوسری لڑکیاں نہ صرف جیلس ہوتی ہیں بلکہ اس کی کمپنی بھی پسند نہیں کرتیں۔

دنیا میں تقریباً ہر انسان اپنے آس پاس خوبصورتی جمع کرنے میں لگا ہوا ہے۔ خوبصورت کپڑے، خوبصورت اور مہنگا موبائل، خوبصورت بیوی، خوبصورت کار، خوبصورت گھر وغیرہ وغیرہ۔ اس دوڑ کی کوئی حد نہیں ہے۔
دراصل اکثریت اس طرح اپنے آپ کو خوبصورت چیزوں سے اٹیچ کر کے بڑا کر رہے ہیں۔ کہ میں تو اہم یا خوبصورت نہیں مگر یہ چیزیں خوبصورت ہیں اور یہ میری ہیں۔ انہیں چاہئے کہ اپنی شخصیت میں کشش اور بڑائی پیدا کریں۔ ''خوبصورتی سے اٹیچ ہو کر آپ حقیقت میں بڑے نہیں بن جائیں گے''۔ بلکہ ایک عجیب سی دوڑ (بلکہ اکثر مزاقیہ خیز دوڑ میں) میں لگے رہتے ہیں۔
خوبصورتی میں صحتمند اور متناسب جسم کا بڑا اہم کردار ہے۔ اس لئے ہمیں صحیح خوراک کھانی اور کچھ نہ کچھ ورزش کرنی لازم ہے۔
خوبصورتی تو اللہ تعالیٰ کا ایک تحفہ ہوتی ہے۔ مگر ساتھ ہی دوسری چیزیں بھی ہوں تو

Marfat.com

بات بنتی ہے۔ جیسے ذہین اور اچھے دل کا ہونا اسے چار چاند لگا دیتا ہے۔

انسان میں چار قسم کے میگنا ٹزم ہوتے ہیں۔

۱) جسمانی ۲) ذہنی ۳) اچھے دل کا ۴) روح کا۔

۱) جسمانی میگنا ٹزم میں صحتمند جسم اور قدرتی کشش شامل ہوتی ہے۔

۲) ذہنی میگنا ٹزم میں انسانی نفسیات کو سمجھنا اور مثبت سوچ کا ہونا ہوتا ہے۔ یہ لوگ اچھا سننے والے اور اکثر اچھا بولنے والے ہوتے ہیں۔ سبھی محفلوں کی جان ہوتے ہیں۔

۳) اچھے دل کے انسان کو ہر کوئی پسند کرتا ہے۔ ان کی خالص اور پرکشش مسکراہٹ سب لوگوں کا دل موہ لیتی ہے۔ ایسے اشخاص لوگوں کی مدد میں بھی پیش پیش رہتے ہیں۔

۴) روح کا میگنا ٹزم سب سے زیادہ پرکشش ہوتا ہے۔ یہ روحانی لوگوں میں زیادہ بڑے لیول پر پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا اچھا دل اور مثبت سوچ ہوتی ہے۔ یہ میگنا ٹزم زیادہ ڈویلپ ہو جائے تو یہ لوگ جس کو بھی دیکھیں وہ ان میں کشش محسوس کرتا ہے بلکہ اکثر ان کا دیوانہ بھی ہو جاتا ہے۔

عملِ تسخیر میں مصروف لوگ اسی صلاحیت کو استعمال کرتے ہیں۔

میرا مسخرہ دوست قلندر میرے ایک دوست "بٹ" سے بحث کر رہا تھا کہ میرا یہ دوست ہر وقت لڑکیوں کے چکر میں لگا رہتا تھا۔ قلندر اسے کہنے لگا "تم سارا دن لڑکیوں کے چکر میں لگے رہتے ہو، دیکھو فطری ضرورت کی حد تک تو یہ بات صحیح ہے، لیکن تم اچھی خاصی شکل وصورت کے ہو کر بھی ہر وقت اسی کام میں لگے رہتے ہو، وجہ یہ ہے کہ تمہیں احساسِ کمتری ہے۔ اس معاملے میں جو کہیں لڑکپن سے تمہارے اندر بیٹھا ہے۔ تم اپنی ساری انرجی اسی فضول کام میں لگاتے ہو، بلکہ تم نے تو اپنے اندر اسے قسم کی شناخت بھی بنا

Marfat.com

لی ہے کہ تمہاری شخصیت اس کام کے بغیر ادھوری رہ جائے گی۔ انرجی کسی بہتر یا فائدہ مند کام میں لگاؤ۔ مزید یہ کہ تم خود کو پسند نہیں کرتے ہو خود کو پسند کرنا سیکھو۔ اپنے جسم کی ریسپیکٹ کرو۔

خود کو پسند کرنا اور اپنی ریسپیکٹ نہیں سیکھو گے تو ساری عمر اس کمپلیکس سے باہر نہیں آپاؤ گے"۔

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

(فیض)

قلندر یہاں بڑی گہری بات کر رہا تھا، ویسے جنسِ مخالف کا حسن کیا ہے اس کے بارے میں ایک لطیفہ ہے:۔

یورپ کے ایک شہر میں دو بوڑھے فوجی ایک بار میں بیٹھے وسکی پی رہے تھے، تھوڑی دیر کے بعد وہ اندر کی طرف دیکھتے اور پھر کہتے NOT YET، پھر تھوڑی دیر کے بعد اندر کی طرف دیکھتے اور پھر کہتے NOT YET۔

ایسا انہوں نے تین چار بار کیا اس کے بعد ہر دفعہ بارٹینڈر کو کہتے TWO MORE WISKEIES، یہ سن سن کر بارٹینڈر تنگ آ کر پوچھتا ہے، "یہ کیا ماجرا ہے؟"

تو وہ بولے: "اندر وہ ایک موٹی اور بھدی سی خاتون بیٹھی ہے، کیا تم اسے دیکھ سکتے ہو۔ ہم تھوڑی تھوڑی دیر بعد اندر اس لئے دیکھتے ہیں کہ کہیں ہمیں وہ خوبصورت نظر آنا تو نہیں شروع ہو رہی، اور وہ خوبصورت تب نظر آئے گی جب ہمیں نشہ چڑھ جائیگا اور ابھی تک ہمیں نشہ نہیں چڑھا اور ہمیں وہ حسین نظر نہیں آ رہی۔ تبھی ہم بار بار کہتے ہیں کہ TWO MORE WHISKIES"

Marfat.com

بڑا ویژن ہی کافی نہیں

مغرب میں آجکل بے شمار انسانی صلاحیتوں کو بہتر طریقے سے استعمال کرنے پر کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں بھی اصول وہی بتائے جارہے ہیں جو کہ سب کے سب الہامی کتابوں (مذہبی کتابوں) میں بتائے جاچکے ہیں۔

ان میں بنیادی چیز مثبت سوچ ہوتی ہے۔ اس پر عمل کرنا اور منفی سوچوں سے بچنا۔

پھر ایک اہم بات جو تقریباً سبھی اس قسم کی اچھی کتابوں میں لکھی ہوتی ہے کہ انسان اپنی سوچ کو بڑا رکھے یعنی بڑے ویژن کا مالک ہو کیونکہ چھوٹی سوچ رکھنے والا چھوٹی کامیابی ہی حاصل کرپاتا ہے۔

اس میں یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ انسان کا یقین کیا چیز ہے، اسے سمجھنے کے لئے ایک چھوٹی سی مثال دینا چاہتا ہوں۔

میرا سامنے بیٹھے ہوئے دو نوجوانوں سے ایک سوال ہے کہ کیا انہیں یہ یقین ہے کہ آج سے چار پانچ سال کے بعد ان کے پاس نئے ماڈل کی مرسیڈیز یا لینڈ کروزر موجود ہوگی۔ تو ان میں سے جس نوجوان کا جواب ہاں میں ہے تو انشاء اللہ اُس وقت میں اس کے پاس یہ ضرور موجود ہوگی اور جس کا جواب نہیں میں ہے تو مجھے یہ معلوم ہوگیا کہ اس کے پاس یہ کار کیوں موجود نہیں ہے، اور ہوگی بھی نہیں۔

مثلاً کھلاڑی ہو تو اس کے ذہن میں ورلڈ کا ٹاپ کھلاڑی ہونا چاہیے۔

جاب کرنے والے کا ویژن اپنی فرم میں ڈائریکٹر ہونا چاہیے۔

Marfat.com

فوجی افسر کا جنرل (یا C.N.C) کا ہونا چاہئے اور دنیا کے بہترین جنرل کا۔

کاروباری شخص کا ملک کے ٹاپ یا انٹرنیشنل لیول کے کاروباری کا ہونا چاہئے، استاد کے ملک یا دنیا کے ٹاپ کلاس ٹیچر کا، سٹوڈنٹ کا دنیا میں ٹاپ کرنے والے سٹوڈنٹ کا۔

باہر آنے والوں کا صرف گاؤں میں دو بڑی کوٹھیاں نہیں بلکہ ملک میں پچاس گھر اور باہر ملکوں میں بھی پچاس گھر کا ہونا چاہیے۔ سیاستدان کا ویژن نہ صرف وزیرِ اعظم یا صدر ہونا چاہئے بلکہ اس میں اپنے ملک کو دنیا کے فرسٹ کلاس ملک میں تبدیل کرنے کا حوصلہ بھی ہونا چاہئے۔

صحیح معنوں میں روحانی انسان کو بادشاہ نہیں بننا چاہئے اسے سونا نہیں پارس پتھر بننا چاہئے۔

اور روحانی انسان کا دنیا میں ٹاپ روحانی (یا غوث) بننے کا ہونا چاہئے۔

مقصد یہ ہے کہ آپ جس بھی فیلڈ میں ہوں اس میں آپ سب کے لیڈر رہوں۔

یہ سب بالکل ممکن ہے پہلے آپ میں اتنا حوصلہ ہو کہ آپ یہ کر سکتے ہیں پھر آپ نے کریکٹر بلڈنگ کرنی ہے۔ مثلاً جھوٹا آدمی تو کہیں بھی نہیں پہنچ پاتا، اس کی خوداعتمادی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ خوداعتمادی کے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہو پاتا۔ گو خوداعتمادی تو پہلا قدم ہوتی ہے۔ فیتھ (یقین کامل) کی منزل آگے آتی ہے۔

پھر آپ نے یہ سوچنا ہے کہ آپ یہ کام کر سکتے ہیں۔ یہ آپ کی زندگی کا مقصد ہونا چاہئے اور آپ میں باقی سب خواہشوں کو قربان کر دینا ہے۔ کوئی بھی یقین رکھنے والا انسان صرف کسی ایک ہی کام یا مقصد کے پیچھے پڑ جائے اور دوسری سب خواہشوں کی قربانی دے دے تو پھر وہ اسے لازمی پا لیا کرتا ہے۔ مختلف مقاصد پر اکٹھا کام کرنے والا ننانوے فیصد ناکام ہی ہوا کرتا ہے۔

اس میں آپ نے یہ لکھ کر فیصلہ کرنا ہے کہ آپ یہ کرنے کا قابل ہیں، آپ کے پاس

Marfat.com

بھی وہی دو ہاتھ، پاؤں، وہ ذہن موجود ہے جو کسی بھی آپ کی فیلڈ میں دنیا کے قابل ترین بندے کے پاس ہے۔ بلکہ آپ کے پاس تو فیتھ کے طاقت بھی ہے۔ اور اللہ کی دنیا میں ہر چیز ہونی ممکن ہے۔

آپ کو چاہیے کہ اپنا مقصد کاغذ پر واضح طور پر لکھ لیں۔ پھر خود کو کم از کم پندرہ ایسے دلائل دیں کہ آپ وہ کام کر سکتے ہیں۔ پھر اگر آپ لیڈر ہیں تو آپ کو اپنے کام پوری محنت اور دیانتداری سے کرنا ہوگا ورنہ آپ کے ماتحت آپ کی بات کبھی بھی نہیں مانیں گے۔ آپ ان کے لئے مثال بنیں یہ بڑا لازم ہوتا ہے۔

کسی بھی زیادہ بڑے کام کو کرنے کیلئے یہ ضروری ہے آپ اس کام کو لوگوں کے بھلے کا (یا نیکی کا) سمجھ کر کریں ایسے کام میں ہی آپ اپنے ذہن، دل اور روح کی پوری انرجی مستقل مزاجی کیساتھ لگا سکتے ہیں۔

اسی طرح آپ نے اپنی ویلیو کریئیٹ کرنی ہے، اپنے جونیئرز، سینئرز، کسی متعلقہ شخص، لوگوں یا بینکوں کیلئے۔ بنک یا دوسروں کا پیسہ کسی صورت میں بھی استعمال کرنے کے لئے ساکھ ضروری ہے۔ آپ کو ان اصولوں، اخلاقیات سے مطابقت کرنا چاہئے اور آپ کا پروفیشن آپ کو پسند ہونا چاہئے۔ آپ کا کام لوگوں کی ضرورت ہونی چاہئے۔ اس میں پھر ہی ذہن، دل اور روح کی طاقت استعمال ہوگی۔ زیادہ بڑا مقصد ہو تو اسے حصوں میں بانٹ لیں، اس کے بعد سب سے پہلے، پہلے حصے کو مکمل کریں، پھر دوسرے حصے کی طرف آئیں۔ یعنی قدم بہ قدم اسے حل کرتے جائیں۔

اپنی ایسی ہی شناخت بنائیں جو آپ کے مقصدِ زندگی سے مطابقت رکھتی ہوئی ہو۔ یہ اس میں بڑی مددگار ثابت ہوتی ہے۔

Marfat.com

عظیم لیڈر کی نشانی

مقصد بہت بڑا بھی ہو مگر انسان کو یہ یقین ہو کہ وہ اسے پا سکتا ہے تو وہ اسے پا ہی لے گا۔

صرف بڑے مقصد کے لئے بڑا کردار انتہائی ضروری ہوتا ہے

جب انسان کسی ایسے کام میں ہاتھ ڈالتا ہے جو لوگوں کی فلاح کا ہو اور اسے اپنے مقصد کی سچائی پر یقین ہو تو پھر اللہ کی مدد بھی آ جاتی ہے۔

جب انسان اس کا عزم کر لیتا ہے تو پھر اسے خود ہی راستے ملنے لگ پڑتے ہیں۔
جب انسان اپنے پیغام پر عمل بھی کرتا ہے تو پھر اس کی شخصیت میں سچائی کی طاقت بھی شامل ہو جاتی ہے اس کے دل سے نکلی ہوئی بات دل تک جاتی ہے اور اگر ایسا انسان اپنا ذاتی فائدہ پہلے نہ رکھے تو اس کے پیغام اور شخصیت میں پیورٹی (PURITY) شامل ہو جاتی ہے۔

پھر وہ شخص اس چیز کے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ جس سے بھی بات کرے اس پر اثر ضرور ہوتا ہے۔ کچھ پر لمبے عرصے کے لیئے، کچھ پر تھوڑے عرصے کے لئے۔ مگر ہوتا ضرور ہے۔

ایسا شخص ہی عہد ساز لیڈر بنتا ہے

جب آپ کو یہ یقین ہو جائے کہ آپ اسے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو پھر یہ سمجھیں کہ آپ کا تیسرا حصہ کام ہو گیا۔ چاہے وہ بڑے سے بڑا کام ہو پھر آپ نے اس میں کیریکٹر بلڈنگ کرنی ہے۔ چھوٹی موٹی چیٹنگ اور فراڈ کو چھوڑ کی ایمانداری اور ڈسپلن کا راستہ چننا ہے۔ آپ نے اپنی کریڈیبلیٹی بنانی ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد آپ نے اپنے مقصد کے حصول کی پلاننگ کرنی ہے اور اس پر پوری مستقل مزاجی اور اوپٹامسٹک سوچ (مثبت سوچ) کے ساتھ کام شروع کر دینا ہے۔اور اسکے لئے باقی سب چیزوں میں دلچسپی کو چھوڑ کر صرف اپنے مقصد میں ہی دلچسپی لینی ہے۔ مقصد چاہے جتنا بھی بڑا ہو انشاء اللہ آپ اسمیں کامیاب ہوں گے۔

صرف جب مقصد زیادہ بڑا ہو تو اسے قدم بہ قدم حاصل کرنے کی پلاننگ کریں۔ جیسے اگر ملک کا وزیر آعظم بننا ہو تو پہلے علاقے کا کونسلر بنیں پھر ایم پی اے یا ایم این اے۔ اسی طرح قدم بہ قدم وزارت اعظمیٰ تک بھی پہنچا جا سکتا ہے۔اگر بیس کڑور کمانے ہوں تو پہلے اپنی ماہانہ آمدنی کو بخوبی اپنا خرچہ چلانے (مثلاً کوئی ساٹھ ستر ہزار روپے ماہانہ) سے شروع کریں پھر ڈیڑھ دو لاکھ ماہانہ پر جائیں پھر انشا اللہ بیس کڑور تو کیا بلکہ بیس کھرب روپے تک بھی جا سکتے ہیں۔

ساتھ ساتھ مقصدِ زندگی میں درکار انرجی حاصل کرنے کے بعد کام کے بعد تھوڑی بہت ورزش اور ستانا ضرور ہونا چاہیے۔

اس انرجی کو آپ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ تفریح کر کے بھی حاصل کر سکتے ہیں بلکہ گھر میں سکون ملنا انسان کو درکار انرجی کے لیے بے حد لازم ہوتا ہے۔

لیڈر کو لوگوں کی نفسیات کو سمجھنا ضرور سیکھنا چاہیے کہ کونسا کس کام کے قابل ہے۔کونسا جرنیل ہے، کونسا سپاہی اور کونسا باغی۔ ماتحتوں کی لوگوں کے سامنے صحیح جگہ پر صحیح طریقے سے تعریف کیا کیجئے۔

دوسروں پر تنقید سے پہلے اپنی کمزوریاں ضرور دیکھ لیں۔

Marfat.com

آئینہ دل کا منعکس ہونا

صوفیاء کہتے ہیں کہ جب آئینہ دل صاف کیا جائے تو اس میں جو کچھ صوفی دیکھنا چاہے وہ منعکس ہو جاتا ہے۔

اس کا اصول یہ ہے کہ شخصیت کی جڑیں انسان میں بڑی گہری ہوتی ہیں۔ جب انسان اس کی نفی کر لیتا ہے تو پھر وہ جس کا بھی اپنی جگہ تصور کرتا ہے تو وہی شخصیت اس میں منعکس (REFLECT) ہوتی ہے۔

اس میں آپ نے مراقبے میں خود پر توجہ کرنی ہے۔ جب آپ ایسا کریں گے تو آپ کے اندر آپ کی شخصیت تہ در تہ بیٹھی ہوتی ہے۔ آپ نے اسے وقتی طور پر باہر نکال دینا ہے۔ پہلی تہہ کے بعد اس کی دوسری تہہ ہو گی اسے بھی باہر نکال دیں۔ تیسری چوتھی تہہ کے بعد آپ خود کو اندر سے خالی محسوس کریں گے۔

اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ سانس لیں تو تصور کریں کہ آپ کی وہ شخصیت اندر سے باہر چلی گئی ہے۔ کچھ دیر کے بعد سانس کے ساتھ دوبارہ ایسے تصور کریں تو دوسری تہہ بھی باہر چلی جائے گی۔

ہمارے ذہن کو دراصل ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچنے کی ایڈکشن لگی ہوتی ہے۔

اسے جیسے ڈر ہوتا ہے کہ اگر یہ سوچ سے خالی ہوا تو معلوم نہیں، کیا ہو گا۔ پھر یہ ہر وقت آگے آنے والے وقت کے بارے میں سوچتا رہتا ہے یا ماضی کے بارے میں۔ اسے ان

Marfat.com

سب سے ہٹا کر حال اور اسی لمحے میں لے آئیں اسی لمحے میں رکھیں پھر دیکھیں آپ کی کیفیت کیا ہو جاتی ہے۔

آپ لا ذہنی کی کیفیت کی طرف جانے لگ پڑیں گے اسی وقت اسی لمحے میں موجود رہنے کی صورت میں انسان کا ذہن بے شمار صلاحیتوں کو استعمال کر سکتا ہے۔

جب انسان اندر سے سب کچھ خالی کر لیتا ہے تو پھر وہ جس کا بھی تصور کرتا ہے وہی اس کی جگہ پر موجود ہوتا ہے۔ وہی اُس دوسری شخصیت کا عکس یا برزخ ہوتا ہے۔

صوفی اسی طرح مشق کرتے ہیں تو وہ جس کو بھی چاہیں وہ اسے خود میں منعکس کر لیتے ہیں۔ بس خود کو نفی کریں، خود کو "لا" کی کیفیت میں لے جائیں۔ پھر آپ وہ ہی ہوں گے جو آپ تصور کر رہے ہوں گے۔ اس وقت وہاں آپ اپنے پیر کا تصور کریں گے تو وہاں آپ کر پیر ہوگا۔ اللہ کا تصور کریں گے تو اللہ وہاں ہوگا۔

سلطان باہو نے اسی بارے میں کہا ہے۔

دل دریا سمندروں ڈوہنگے، کون دلاں دیا جانڑیں ہُو
وچے بیڑے وچے ای جھیڑے، وچے ونج مہانڑین ہُو
چودہ طبق دلاں دے اندر، جتھے عشق تنبووج تانڑیں ہُو
جیہڑا دل دا محرم ہو وے، سو او ای رب پہچانڑیں ہُو

گو اس کا مطلب ہرگز یہ مت لیں کہ ایسا کر کے آپ خدا بن جاتے ہیں، خدا سے مل کر ایک ہو جانا (حلول) اسلامی عقیدے سے باہر کی بات ہے۔ قرآن پاک کے مطابق اللہ کی ذات کے ساتھ ایک ہونا ناممکن ہے گو اس کی تمام صفات اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے خلیفۃ الارض بنانے کی وجہ سے عطا کی ہیں۔ اس کی تمام صفات کے ساتھ ایک ہونا ممکن ہے۔ میرے خیال میں جسے ہم روحانی لوگوں اور صوفیاء کا خدا کے ساتھ ایک ہونا سمجھتے ہیں یہ دراصل کائناتی لاشعور (عالمِ مثال) کا انسان میں ریفلیکشن ہوتا ہے۔ کائناتی لاشعور میں

Marfat.com

ہر ایک شخصیت کی سوچ اور وائبریشن موجود ہے، بس خود کی نفی کریں اور اس شخصیت کو خود کی جگہ پر تصور کریں۔ سچی بات یہ ہے کہ لا کی کیفیت میں سو فیصد جانا خاصا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن انسان اگر خود کو پچاس فیصد پر بھی لے جائے تو پھر بے شمار چیزیں اسمیں ریفلیکٹ ہونے لگ پڑتی ہیں۔

انسانی روح کی ایک عام سی صفت ہے کہ یہ دوسروں کے ذہنوں کو آپ کے ذہن میں ریفلیکٹ کرتی رہتی ہے۔

شعوری یا لاشعوری طور پر یہ ہر انسان کسی نہ کسی حد تک کرتا ہے۔ بس آپ کو اپنی روح میں موجود اس صفت پر یقین ہونا چاہئے۔ چند کامیاب تجربات کے بعد انسان میں اس صلاحیت کے متعلق شک وشبہ ختم ہو جاتا ہے اور خود اعتمادی آ جاتی ہے۔ پھر یہ صلاحیت طاقتور ہوتی چلی جاتی ہے۔

نہ مانیں تو پھر انسان اس کو استعمال ہی نہیں کر پاتا۔

پھر آپ خود کو جو مانیں گے آہستہ آہستہ وہی کچھ بن جاتے ہیں۔ اہم یہ ہے کہ آپ خود کو "اندر سے" (یعنی اپنے اندرونی یقین میں) کیا مانتے ہیں۔ اس پر خصوصی طور پر غور کریں، لکھیں، اس پر مراقبہ کریں۔ خود کو محدود سے لامحدود کی طرف لے کر جائیں۔

Marfat.com

ذہنی طاقت اور جوا

انرجی کا ایک کھیل ہماری ساری دنیا میں چل رہا ہے، اس میں طاقتور اور فِٹ شخصیت کی جیت ہوتی ہے۔

میں نے ٹی وی پر ایک بار انڈین اداکار اکشے کمار کی ایک فلم دیکھی جس میں وہ ایسا جواری اور لوزر ہوتا ہے کہ وہ جب بھی رولٹ کے پاس چکر لگاتا ہے وہاں موجود سب لوگ ہارنے لگ پڑتے ہیں۔

خیر یہ تو فلم تھی، انڈین و پاکستانی فلمیں دیکھتے وقت ہمیں چاہئے کہ اپنے تجزیاتی دماغ اور عقل کو ایک سائیڈ پر رکھ دیں کہ جب فلم میں فائیٹ دکھا رہے ہوتے ہیں تو اسے دیکھ کر کراٹے کا ورلڈ چیمپئن سر پیٹنے لگتا ہے۔

وکیل جج کے ساتھ جتنی سختی اور رعب سے بات کرتا ہے اس سے چوتھا حصہ رعب اور سختی سے بات کرو تو جج اس وکیل کو عدالت سے کِک آؤٹ کر دیتا ہے۔ پھر خالی ہاتھ لڑنے والا کلاشنکوف برداروں کے پورے گروپ کا صفایا کر دیتا ہے۔

مجھے ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) میں ایک دفعہ ایک روسی یہودی ملا، جو کہ مسلمان ہو گیا تھا۔ یہ اسرائیل میں کالج کا پروفیسر بھی رہ چکا تھا وہ روحانیت میں بھی خاصا مصروف رہتا تھا۔

اسنے مجھے بتایا کہ وہ ذہن کی طاقت سے رولٹ کے نمبر پر اثر انداز ہو جاتا ہے۔ اس مسئلے پر اس کی ایک بار ایک انڈونیشین سے شرط لگ گئی۔ وہ انڈونیشین برسوں سے

Marfat.com

آسٹرالوجی میں مصروف رہتا تھا اور اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ ستارے رولٹ کے نمبروں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اس روسی نے رولٹ کو گھما کر بال کو صفر میں گرا کر دکھایا (رولٹ میں ٹوٹل چھتیس نمبر ہوتے ہیں اور بال کسی بھی خانے میں گر سکتا ہے)۔

وہ انڈونیشین یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا مگر وہ اب بھی اس بارے میں شکوک میں مبتلا تھا۔

مگر اس روسی نے دوسری بار پھر بال کو صفر میں گرایا، تو وہ انڈونیشین حیرت سے ششدر رہ گیا۔

اس روسی کے کہنے کے مطابق وہ انڈونیشین نہ صرف سخت حیرت زدہ ہوا بلکہ اسے بڑا سخت صدمہ ہوا کہ پچھلے دس سال سے وہ ہر وقت آسٹرالوجی اور اس کے نمبروں پر اثرات میں لگا رہتا ہے اور اسے پختہ یقین تھا کہ ستارے نمبروں پر حکومت کرتے ہیں۔

مگر یہ واقعہ دیکھ کر وہ سارا یقین مٹی کا ڈھیر بن گیا تھا۔

آجکل ہم لوگ ایک بالکل نئے دلچسپ مگر بیحد خطرناک دور سے گزر رہے ہیں۔ یہ کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا دور ہے۔

کوئی تیس برس پہلے ہم پاکستانیوں پر ایک بڑا حملہ غیر ملکی فلموں اور غیر ملکی کلچر کی صورت میں ہوا۔ یہ حملہ ہم لوگ برداشت کر گئے تھے۔ اب اس پرانے حملے سے کئی گنا بڑا اور خطرناک حملہ انٹرنیٹ کی صورت میں ہو چکا ہے۔

انٹرنیٹ کے ایک طرف تو بہت سے فوائد ہیں مگر اس کے نقصانات بھی بے شمار ہیں کہ اس کی شکل میں ہر طرح کی عریانی و فحاشی بھی آپ کے گھروں میں آ پہنچی ہے۔

اور اب انٹرنیٹ پر جو بھی آپ کے گھر میں آ گیا ہے۔ زیادہ تر لوگوں کے پاس غیر ملکی بنکوں کے کریڈٹ کارڈ بھی موجود ہیں اور اب غیر ملکوں میں موجود جوؤں کے دفتر بھی آپ

Marfat.com

کے گھر میں آ گئے ہیں۔ فارکس، سٹاک ایکسچینج، بانڈوں اور کرکٹ کا جواء سب کو آپ جوئے کی ہی قسمیں سمجھ لیں ان کا نشہ لگ جائے تو پھر یہ چھوٹتا نہیں ہے۔

آجکل دنیا میں موجود لوگوں کی بہت بڑی تعداد اندرونی سکون سے خالی ہے۔ ایسے لوگ اوپر بیان کردہ سب چیزوں کا بڑا آسان شکار ہو جاتے ہیں۔

مغرب میں اب لوگ بڑی تعداد میں گھر بیٹھے ہوئی ہی کریڈٹ کارڈ پر شاپنگ کرتے ہیں۔ بلکہ مغرب میں کچھ سیاست دان اس چکر میں ہیں کہ ان ملکوں سے کرنسی نوٹ ختم کر کے لوگوں کے ہاتھوں میں صرف کریڈٹ کارڈ دے دیئے جائیں۔

پھر جو شخص بھی جو کچھ خریدے گا اس کے ایک ایک پیسے کو چیک کیا جا سکے گا۔ اس کے علاوہ ایک بیحد خطرناک بات یہ بھی ہے کہ لوگوں کی بہت بڑی تعداد کے ہاتھوں میں کریڈٹ کارڈ ہی ہوتے ہیں اور سیاستدان نوٹ چھاپنے اور نوٹوں کے پیچھے سونا موجود ہونے کی شرط سے بری الزمہ ہو جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں چاہو تو موجود سونے سے بیس گنا زیادہ نوٹوں کے کریڈٹ کارڈ اِشو کر دو۔

مستقبل نے جس ملک میں بھی اپنا انٹرنیٹ پر اپنا کنٹرول حاصل کر لیا وہ دنیا کی زیادہ تر دولت سمیٹ لیا کریگا۔

پھر ان سب برائیوں سے وہ ہی نوجوان بچ پائیں گے جو کہ خود پر کنٹرول (سیلف کنٹرول) رکھتے ہوں یا جنہیں زندگی کا شعور ہو۔ آپ اپنے بچوں کو یہ شعور لازمی دیں۔ اور انہیں کوئی اچھا مقصدِ زندگی دے کر مصروف کر دیں۔

تیری اس ادا سے بھی ہوں آشنا، تجھے جس پہ اتنا غرور ہے
میں جیوں گا تیرے بغیر بھی، مجھے زندگی کا شعور ہے

Marfat.com

باز کا خریدار

چند برس پہلے کی بات ہے کہ سوئزرلینڈ کے ایک مہنگے ترین بازار میں ایک پاکستانی بزنس مین چلا گیا۔

اس دوکان کے اندر داخل ہوتے وقت سامنے ایک بڑا خوبصورت اور سجا ہوا باز بنا ہوا تھا۔ جو کہ ہر اندر آنے والے آدمی کے اندر پہنچتے ہی پر پھڑ پھڑاتا تھا۔

اس پاکستانی کو وہ باز بڑا پسند آیا۔ اس نے دوکان میں موجود سیلز مینوں سے کہا کہ وہ اس باز کو خریدنا چاہتا ہے۔

سیلز مینوں کے انچارج نے جواب دیا، ''یہ باز بکاؤ (FOR SALE) نہیں ہے''۔

اس پاکستانی نے پھر با اصرار کہا، ''میں اس باز کو لازمی خریدنا چاہتا ہوں''۔

اس پر تنگ آکر انچارج نے دوکان کے مالک کو فون کیا تو دوکان کے مالک نے کہا، ''یہ باز فار سیل نہیں ہے''۔

مگر پاکستانی بضد تھا کہ اس نے یہ باز خریدنا ہے۔

اس پر دوکان کے مالک نے انچارج کو کہا، ''اس باز کی قیمت پانچ لاکھ ڈالر بتا دو''۔

یہ سن کر اس پاکستانی نے کہا، ''ٹھیک ہے! اس باز کو پیک کر دو''۔

جب اس دوکان کے انچارج نے مالک کو بتایا کہ وہ تو باز پانچ لاکھ کا بھی خرید رہا ہے تو دوکان کا مالک انچارج سے کہنے لگا،

''اُس آدمی کو وہیں روکو میں ابھی آ رہا ہوں''۔

Marfat.com

پھر کچھ دیر میں ہی دوکان کا مالک وہاں آ گیا اور بڑا خوش ہو کر اس پاکستانی کو گلے ملا پھر اسے کہنے لگا۔

"برسوں پہلے میں ایک دوکان میں گیا تھا، وہاں میں بھی تمہاری طرح اس باز کو خریدنے کی ضد میں آ گیا تھا اور آخر کار یہ باز میں نے ایک لاکھ ڈالر کا خرید لیا تھا۔ جب میرے مینیجر نے مجھے بتایا کہ وہ گاہک تو باز پانچ لاکھ ڈالر کا بھی خرید رہا ہے تو مجھے سمجھ آ گئی کہ میرا ہی کوئی بھائی یہاں آ گیا ہے۔

اس باز کی اصل قیمت ایک لاکھ ڈالر ہے، اب تم نے پانچ لاکھ ڈالر نہیں بلکہ ایک لاکھ ڈالر دینے ہیں اور شام کو میرے ساتھ کھانے پر بھی چلنا ہے"۔

وہ پاکستانی اس شام اور اگلے دن بہت مصروف تھا، اسنے شام کھانے سے معذرت چاہی۔

مگر مالک دوکان نے کہا، "تمہیں شام فرصت ہو یا نہ ہو تم میرے بھائی ہو، تم نے لازمی کھانے پر آنا ہے"۔

پھر وہ شام کو اسے ایک بڑے مہنگے ریسٹورنٹ میں لے گیا۔ جہاں پر پہلے انہیں سفید رنگ کے کاغذوں سے بنے ہوئے کپڑے پہنائے گئے۔ پھر ایک سوراخ سے ایک بندر نے سر باہر نکالا تو کک نے اس کا سر قلم کر دیا۔

اس کے بعد دوکان کے مالک نے اپنی مرضی کا آرڈر دیا اور پاکستانی نے مچھلی وغیرہ کھانے کو منگائی۔ وہ پاکستانی بزنس مین آج کل اپنے علاقے میں ہر ماہ دو تین کروڑ روپیہ رفاع عامہ پر خرچ کرتا ہے۔

Marfat.com

خوبیاں وخرابیاں

میرا دوست قلندر حسب معمول جلا بھنا کچھ باتیں سنا رہا ہے آپ بھی سنیں

"کہتے ہیں کہ انسان ڈھیٹ ہو تو بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

بیوقوف بیوی پر حاوی ہوتا ہے اور دانشمند پر بیوی حاوی ہوتی ہے۔

بیوقوف جوانی میں بیوی کو دبائے رکھتا ہے اور اس کی زندگی عذاب بنائے رکھتا ہے۔اس کے بڑھاپے میں بیوی اس کے بیٹوں کو لے کر اس کی زندگی عذاب بنا دیتی ہے، (اس لئے جوانی میں ہی عقل کا ناخن لو)"۔

ہمارے ملک میں اس آدمی کو بڑا ہوشیار و چالاک کہتے ہیں جو کسی پر بھروسہ نہیں کرتا ۔بلکہ ہر ایک اپنے پاس آنے والے کو بھی شک ہی کی نظر سے دیکھتا اور بھانپتا رہتا ہے۔ حالانکہ اس طرح وہ ہر شخص پر شک کر کے اسے خود سے دور کر دیتا ہے۔ بلکہ وہ لوگوں کے شک میں اس حد تک چلا جاتا ہے کہ کسی پر بالکل اعتبار نہیں کرتا۔ کسی کے ساتھ بھی "وقت ضائع" نہیں کرتا۔ بلکہ بغیر مطلب کسی سے ہاتھ تک نہیں ملاتا۔

مگر لوگوں کو جلد ہی اس کی فطرت کا علم ہو جاتا ہے اور کوئی دوسرا بھی اس پر وقت ضائع نہیں کرتا۔

ایک پرانی عربی کہاوت ہے کہ "اگر کوئی شخص آپ کے پاس بغیر ظاہری وجہ کے بیٹھنا شروع کر دے تو محتاط ہو جائیں کہ گنوار بغیر مطلب کے کسی سے ہاتھ بھی نہیں ملاتے"۔

ہابس نے سچ ہی کہا ہے کہ انسان ایک معاشرتی انسان ہے۔ یعنی معاشرے میں رہنا

Marfat.com

پسند کرتا ہے۔

اس پر قلندر کہہ رہا ہے کہ ''ایک اکیلا انسان تو جنت میں بھی بور ہو جائے گا''۔

انسان اپنی ہی قسم کے لوگ ڈھونڈ کر ان کی کمپنی میں وقت گزارنا پسند کرتا ہے۔ خاصے لوگ اسی لئے آپ کے پاس اور آپ کسی کے پاس جاتے ہیں۔

وہ جو سقراط نے کہا تھا، ''علم ہی نیکی ہے کہ اگر کسی کو یہ پتہ چلے کہ فلاں کام کرنا نیکی ہے تو وہ اسے کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہے یعنی نیکی کا علم نیکی کی راہ پر چلا کر ہی رہتا ہے۔ اور بد جہالت کی وجہ سے ہی بدی کرتا ہے (یعنی اسے علم نہیں ہوتا کہ یہ بدی اسے کن کن مشکلات میں پھنسا دے گی)''۔ سقراط کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ علم نیکی ہے اور جہالت بدی ہے۔

یہاں قلندر کی بات ختم ہو جاتی ہے۔

دنیا میں نظر آنے والا بظاہر ظالم ترین اور بُرا ترین شخص بھی نیکی کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس شخص نے بھی معاشرے میں رہنا ہے اور معاشرے میں لوگ ایک دوسرے تعلق داروں پر دباؤ رکھتے ہیں اور نیکی کرنے والے کو عزت دی جاتی ہے اور احترام دیا جاتا ہے۔

منفی سوچوں کا بھی ایک تھوڑا سا فائدہ ہوتا ہے کہ سٹریس، مایوسی، کم مائیگی، کسی شخص یا چیز کے بارے میں سوچنے کی صورت میں اگر آپ کو کچھ الجھن سی ہو تو اس سوچ میں گہرا چلے جائیں۔ اس الجھن کی وجہ سمجھیں اور اسے حل کریں۔ اس بارے میں سوچنے کی صورت میں آپ کو کوئی الجھن ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ یہ آپ کو اطلاع دیتی ہیں کہ فلاں مسئلے پر توجہ دیں اور اسے حل کریں۔ اس سے پہلے کہ یہ چھوٹا مسئلہ بڑا مسئلہ بن جائے۔

کبھی کبھی سچ بھی فساد پیدا کرتا ہے۔ کسی کا دل دکھے اور اس میں سننے والے کا کوئی فائدہ نہ ہو تو ایسا سچ بولنے سے چپ رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

Marfat.com

پھر جھوٹ وہ نہیں ہوتا جو کسی کا دل دکھنے سے بچانے کے لئے بولا جائے اور اس میں سننے والے کا کوئی نقصان نہ ہو۔

ہم لوگ دوسروں سے تو جھوٹ بولتے ہیں ہی مگر سب سے زیادہ جھوٹ خود کے ساتھ بولتے ہیں۔ مثلاً ہم میں سے اٹھانوے فیصد لوگ خود کو بڑا اچھا انسان تصور کرتے ہیں مگر ان لوگوں کو خود سے یہ سوال پوچھنا چاہئے کہ کیا ہم نے کبھی عملی طور پر بھی کسی کی صحیح طریقے سے مدد کی ہے یا صرف سوچ کی حد تک ہی اچھے ہیں۔ مضائقہ خیز حقیقت یہ ہے کہ ہم خود کو نیت کی نیکی کی بنیاد پر ہی نیک (بلکہ پاک وصاف) مان لیتے ہیں جبکہ دوسروں کو ان کے اعمال کی سخت کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔

اگر کسی نے کسی ضرورت مند کی پچھلے تین سال میں اپنا پیٹ کاٹ کر مدد کی ہے تو وہ واقعی اچھے انسان ہیں۔

مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم میں سے زیادہ تر لوگ صرف سوچ کی حد تک ہی اچھے انسان ہیں۔

ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) میں ایک بار قلندر ایک انڈین سکھ ست پال سنگھ سے بحث کر رہا تھا۔

اس میں ست پال نے اپنے ایک ریسٹورنٹ والے دوست کی مثال دی کہ وہ اپنے ریسٹورنٹ میں اپنے گاہکوں کو اچھی سروس دیتا ہے۔ بڑے اچھے طریقے سے ملتا ہے اور کھانا بھی زیادہ مقدار میں دیتا ہے۔ اپنے مینجر کو بھی بہتر تنخواہ دیتا ہے اسی وجہ سے اس کا ریسٹورنٹ بھی بہت اچھا چلتا ہے۔ جبکہ اس کے پاس موجود دوسرے دو پاکستانیوں کے ریسٹورنٹ بہت کم چلتے ہیں۔

اس پر قلندر نے جل کر اسے کہا، ”تم سرداروں کی بڑی صفت ہوتی ہے کہ تم نے پیسے کمانے کے علاوہ کوئی دوسری چیز سیکھنی ہی نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے تم اپنی توجہ صرف ایک ہی

Marfat.com

چیز (یعنی روزگار) پر لگا کر اس میں کامیاب ہو جاتے ہو۔ جو شخص بھی ایک کام کا تہیا کر لے اور مستقل مزاجی سے اس پر لگا رہے وہ اس میں کامیاب ہو ہی جاتا ہے۔

ہم پاکستانیوں نے دنیا کی ساری دوسری خرافات بھی سیکھنی ہوتی ہیں۔ مثلاً سیاست، کرکٹ، فرقہ بازی وغیرہ۔ اسی وجہ سے وہ اپنی توجہ اپنی دنیا کی اہم ترین چیز (یعنی رزق حلال) پر نہیں دیتے۔ اگر پاکستانی کچھ وقت کے لئے اپنی توجہ صرف کاروبار پر ہی مرکوز کریں تو وہ دنیا کے بہترین کاروباری بن سکتے ہیں"۔

قلندر کی یہ بات بالکل سچ ہے اور اس میں ایک بڑا اہم پیغام بھی چھپا ہوا ہے۔ جو شخص ایک کام پر توجہ دیتا ہے وہ اس میں ماہر ہو جاتا ہے اس پر گرفت حاصل کرتا ہے ایسا شخص ہر کاروبار میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہی کاروبار میں کامیابی کا اہم اصول ہے۔

ایک بڑی اچھی صفت یہ ہوتی ہے کہ دوسروں کا خیال رکھا جائے۔ لیکن کچھ ضرورت سے زیادہ حساس لوگ سارا دن اسی چکر میں لگے رہتے ہیں کہ ہر کوئی ان سے خوش رہے۔

اسی بارے میں مشہور مزاحیہ اداکار بل کوسبی کہتا ہے، "کامیابی کا فارمولا تو مجھے معلوم نہیں لیکن میں تمہیں ناکامی کا فارمولا بتاتا ہوں۔ وہ ہے ہر ایک کو خوش رکھنے کو عادت"۔

Marfat.com

اچھائی و برائی دنیا میں

دینِ اسلام یہ بتاتا ہے کہ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ یہاں پر چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی اگر کسی کے ساتھ کرتے ہیں تو اس کا بدلہ ضرور ملتا ہے اور اگر چھوٹی سے چھوٹی برائی بھی کسی کے ساتھ کرتے ہیں تو اس کا بدلہ ضرور ملتا ہے اور یہ بدلہ اکثر دنیا میں ہی مل جاتا ہے۔ ورنہ روزِ جزا کے دن یہ ضرور ملے گا۔ اس اصول کو توڑنا ناممکن ہے۔

چونکہ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے اس لئے اس میں اچھائی و برائی دونوں کا ہونا سخت ضروری ہے۔ اگر گناہ کرنے والے کو فوراً سزا مل جاتی تو دنیا میں کوئی گناہگار نہ رہتا۔ اور نیکی کرنے والے کو فوراً اِس کا انعام مل جاتا تو پھر ساری دنیا نیک ہو جاتی تو پھر یہ دنیا نیک ہو جاتی تو پھر یہ دنیا امتحان گاہ ہی نہ رہتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی حکمت ہے۔

اللہ کسی کو برا پیدا نہیں کرتا۔ ورنہ روزِ جزا سزا کس بات کی ملے گی۔

دنیا کو امتحان گاہ بنانے کے لئے ہی شیطان کو قیامت تک چھوٹ ملی ہوئی ہے۔

دراصل فرشتہ اور شیطانی صفات دونوں انسان کے اندر موجود ہیں۔ اپنے شعور کی نا پختگی اور لالچ کی وجہ سے جب انسان غلط راستے (جھوٹ، فراڈ اور جہالت کے راستے) پر چل پڑتا ہے اور وہ کچھ عرصہ اس پر پختہ ہو کر شیطان کا کارندہ بن جاتا ہے۔

دنیا میں ترقی کے لئے مخالفت ضروری ہے۔ مخالفت ہی دراصل ترقی کا سبب ہوا کرتی ہے۔

جیسے شاعر نے کہا ہے:

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب۔ یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے۔

Marfat.com

بلکہ مخالفت و مقابلہ نہ ہو تو حق کی طاقتیں بھی آہستہ آہستہ سست ہو جایا کرتی ہیں۔ ''اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد''۔

یہ مقابلہ دنیا کے ہر شعبۂ زندگی میں ہو رہا ہے۔

معاشرتی، معاشی، جسمانی، اخلاقی، طبی، سیاسی، ذہنی، مذہبی بلکہ ہر گھر، ہر کوچے، ہر محلے، ہر بازار، ہر شہر، ہر ملک میں بھی ہو رہا ہے اور مختلف ملکوں کے مابین بھی ہو رہا ہے۔

اس مقابلے میں درحقیقت لوگوں کے لئے فائدہ مند اور ان کی زندگی کو آسان بنانے والی چیزوں پر عمل کرنے والا شخص ہو یا ملک جیت رہا ہے۔

جیتنے والا درحقیقت فطرت کے قانون پر عمل پیرا ہے۔ فطرت کا قانون ہی دین کا قانون ہے۔ اس قانون پر عمل کرنے وال جیت رہا ہے اور اس سے پہلو تہی کرنے والا، چاہے وہ فردِ واحد ہو، کوئی گروپ یا کوئی ملک، وہ ہار رہا ہے۔

اصلی کافر وہ ہوتے ہیں جو ابو جہل کی طرح سچ پیغام کو سمجھ کر بھی اس طرف نہیں آئے۔ وہ ہی ہمیشہ دوزخ میں جلیں گے۔ باقی آدھے کافر ہیں یا دس یا بیس فیصد کافر ہیں۔ اسی طرح ہم میں سے اصلی مسلمان بھی چند ایک ہی ہیں۔ باقی آدھے یا دس فیصد مسلمان ہی ہیں۔ ہر چیز کو سنتے تو ہیں مگر اندر سے نہیں مانتے۔

قیامت والے دن بہت سے مسلمانوں کو جب دوزخ میں بھیجا جا رہا ہوگا تو وہ کہیں گے ہمارے ماں باپ اور بڑوں کو بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں بھیجو کہ انہوں نے ہمیں دین کا بتایا ہی نہیں تھا۔ (یا صحیح طریقے سے سمجھایا ہی نہیں تھا)۔

مجھے ڈر ہے کہ ہم میں سے بہت سے مسلمان ان بڑوں اور بزرگوں میں شامل ہیں۔ جو اپنے چھوٹوں کو یہ پیغام نہیں دے رہے۔

دنیا میں ہر ایک باشعور انسان یہ جانتا ہے کہ دنیا میں سب کچھ انرجی کی ایک فارم ہی ہے (سائنسدان بھی اسے مانتے ہیں)۔ اس دنیا میں اچھی انرجی (نور) اور بری انرجی

Marfat.com

(ظلمت) کا مقابلہ ہو رہا ہے۔

اس دنیا میں انسانوں کے مختلف گروپ بنے ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک گروپ اپنا اپنا نظریہ حیات (آئیڈیالوجی، مذہب وکلچر وغیرہ) لے کر چل رہا ہے۔ اس میں ہر شہر ہر ملک میں لوگ مختلف گروپوں میں شامل ہو کر آپس میں مقابلہ کر رہے ہیں۔

پاکستان کے اندر دیکھیں تو یہاں پر سب لوگ مسلمان ہیں مگر ہر قوم (پنجابی، پٹھان ،سندھی بلوچی) اپنا مختلف کلچر لے کر حالات اور دوسرے کلچروں کا مقابلہ کر رہے ہیں اس مقابلے میں طاقتور ترین (FITTEST) جیتتا ہے اور کمزور ہارتا ہے۔

بہر حال تاریخ کے مطالعے سی یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جس وقت جس گروپ یا ملک نے اللہ کے دیئے ہوئے الہامی وابدی قانون (جو فطرت کے قانون بھی ہیں) فالو کیۓ اس نے اس دنیا میں بھی ترقی وفلاح پائی اور آخرت میں بھی فلاح پائی اور جس نے ان قوانین کو نظر انداز کیا اس نے اس دنیا میں بھی غلامی وذلت پائی اور آخرت میں بھی ذلت پائے گا۔

دنیا میں ہر فیملی ہر گروپ، ہر سوسائٹی، ہر مذہب کا اپنا اپنا متحدہ ذہن ہوتا ہے۔ عالمِ مثال (COLLECTIVE UNCONTIOUS) میں بھی ان سب کی متحدہ انرجیاں موجود ہیں۔ ان میں سے جس گروپ کے اعمال (محنت اور الہامی قانون پر عمل) زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔ اس پر دنیا میں برکت آنی شروع ہو جاتی ہے۔

اور جس کے اعمال خراب ہوتے ہیں اس پر دنیا میں خرابی وذلت مسلط ہو جاتی ہے۔

اسی وجہ سے دنیا میں کچھ قوموں پر کامیابی وترقی کی راہیں کھل جاتی ہیں اور ان کی مخالف قوموں پر نقصانات وتباہی کے دروازے کھلنے شروع ہو جاتے ہیں۔

اس دنیا میں لامحدود وسائل موجود ہیں مگر سامنے موجود وسائل محدود ہیں۔ طاقتور قومیں ان سامنے موجود محدود وسائل پر قبضہ شروع کر دیتی ہیں اور کمزور قوموں پر ضرورت و

Marfat.com

وسائل کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

بڑے غور و فکر کے بعد مجھے یہ محسوس ہوا ہے کہ عالم، مثال میں موجود اسی توانائی کے زیر اثر انہی قوموں میں ان کی ضرورت کے مطابق زبردست یا کمزور صلاحیتوں والے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ جو اس قوم کی ترقی یا تنزلی میں کردار ادا کرتے ہیں۔

اسی اصول کے تحت کچھ فیملیوں میں اچھے اور مضبوط کردار والے خوش قسمت بچے پیدا ہوتے ہیں۔ یا بالکل بچپن میں ایسا بن جاتے ہیں اور کچھ دوسری فیملیوں میں کمزور کردار والے بدقسمت بچے پیدا ہوتے ہیں۔

ہر قوم کی کی ہوئی عبادت بھی اسی عالم، مثال میں جمع ہوتی رہتی ہے اور اس کا اس قوم کی برکت میں بہت بڑا کردار ہوتا ہے۔

پھر جب کسی قوم پر زوال آنا شروع ہوتا ہے تو وہ اپنے نظریہ حیات کی عجیب و غریب تشریح کر کے تباہی و تنزلی گڑھے میں گرتی چلی جاتی ہے۔

اسی سلسلے میں علامہ اقبالؒ نے بھی مسلمانوں میں ایک منحوس قسم کی تقدیر پرستی کو ان کے زوال کا ایک بڑا سبب قرار دیا تھا۔

Marfat.com

اسلام آسانی کے لیے آیا ہے

قرآنِ پاک میں لکھا ہے، ”کفار کہتے ہیں قرآنِ پاک پر عمل تو مشکل ہے، اے نبی کہہ دیجے کہ قرآنِ پاک تو آسانی کے لئے آیا ہے“۔

کوئی ایک برس پہلے ایک دوپہر میں ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) NIEWENDIJK 126 پر اپنی دوکان کے سامنے کھڑا تھا کہ وہاں سے گزرنے والے ایک نوجوان اسرائیلی یہودی نے (جو اپنے کپڑوں سے یہودیوں کا مذہبی عالم ”ربی“ لگتا تھا) نے مجھ سے پوچھا، ”یہاں پر کوئی کوشر (یہودی حلال گوشت) والا ریسٹورنٹ ہے؟“

میں نے اسے جواب دیا، ”کہ یہاں اس علاقے میں تو کوئی نہیں ہے البتہ یہ سامنے وتجیٹیرین سنیک بار ہے تم وہاں سے کھا سکتے ہو ویسے بھی اس کا مالک اسرائیلی ہے“۔

وہ پوچھنے لگا، ”وہاں کون لوگ کام کرتے ہیں؟“

میں نے کہا، ”کچھ پاکستانی اور انڈین ہیں“

اس پر وہ بتانے لگا، ”اسے کوشر والے یہودی ریسٹورنٹ کا یہ پتا ملا ہے (وہ ریسٹورنٹ وہاں سے کوئی چار یا پانچ میل دور تھا)“۔

میں نے اسے کہا، ”وہاں جانے میں تمہیں کوئی چالیس منٹ لگیں گے، آنے کا بھی اتنا

Marfat.com

ہی وقت لگے گا اور خرچہ علیحدہ ہوگا"۔

پھر میں نے کہا، "یہاں سے ہی کھالو کہ مذہب آسانی کے لئے آیا ہے، زندگی کو مشکل بنانے کے لئے نہیں۔ تم نے نیت نیک کی تھی تمہیں اس کا ثواب ملے گا"۔

وہ چلا گیا، دو تین گھنٹوں کے بعد وہ پھر مجھے پاس سے گزرتا نظر آیا۔ آنکھیں ملنے پر میں نے اس سے پوچھا، "کہ کیا اسے کوشر والی جگہ مل گئی تھی؟"

تو وہ ہنس کر کہنے لگا، "میں نے تمہاری تجویز پر عمل کیا تھا کہ مذہب (RELIGION) آسانی کے لئے آیا ہے مشکل کے لئے نہیں۔ اور میں نے یہاں سامنے سے ہی کھالیا تھا"۔

پھر اس نے میرا ملک پوچھا، میں نے پاکستان بتایا۔ تو وہ مسکرا کر اسرائیلی زبان میں اپنے ساتھی کو میرے بارے میں بتانے لگ پڑا۔

اسلام تو آسانی کے لئے ہی آیا ہے مگر ہم نے زندگی کو اتنا مشکل کرلیا ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ مثلاً ہم لوگ اپنی شادیوں پر اتنا خرچہ کرتے ہیں کہ ایک نارمل تنخواہ والے نوجوان کی ساری عمر کی بچت کے برابر کی رقم اس کی شادی میں ہی لگ جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ ہمارا رواج ہے اور اسے پورا نہ کیا تو ہماری ناک کٹ جائے گی۔

پھر اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی لوگوں کی بے شمار باتیں سنی جاتی ہیں کہ کھانا صحیح نہیں تھا، میٹھے میں فلاں خرابی تھی وغیرہ۔

رسولِ پاک ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت بی بی فاطمہؓ کو شادی میں کتنا جہیز دیا تھا، آپ کو بھی چاہیئے کہ شادی بیاہ سادگی سے کریں اور رسول پاک ﷺ کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے گھر کے چند لوگوں کے ساتھ جا کر دلہن کو لے آئیں۔ پھر بھی لوگ باتیں کریں گے مگر یہاں آپ اسلام کی شریعت پر عمل کر رہے ہیں انہیں اپنی بکواس کرنے دیں۔

ہم لوگ شادیوں پر تو خرچہ کرتے ہیں ہی کسی کے وفات پا جانے پر بھی یہی کام ہوتا

Marfat.com

ہے۔

چند برس پہلے کا واقعہ ہے کہ میرے ایک جاننے والے غریب سے نوجوان بھٹی نامی نے کسی کے ساتھ مل کر چھپڑ بازار چکوال کے پاس کرائے پر لے کر اپنا ایک ریسٹورنٹ شروع کیا۔ میں بھٹی کو پچھلے کوئی پندرہ برس سے جانتا تھا۔ وہ بڑا نیک اور مذہبی سا نوجوان ہے۔

اس ریسٹورنٹ کے شروع کرنے میں، میں نے بھی اسے حسبِ توفیق کچھ رقم امداد میں دی۔

یہ ریسٹورنٹ کوئی آٹھ دس مہینے کچھ کامیابی کے ساتھ چلتا رہا، پھر ایک دفعہ میں پاکستان آیا تو وہ ریسٹورنٹ بند ہو چکا تھا۔

پھر جب میری بھٹی سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے ریسٹورنٹ کے بند ہونے کی وجہ پوچھی۔

بھٹی بتانے لگا، ''آپ میرے بڑے بھائی کو جانتے ہیں وہ بھی میرے ساتھ ریسٹورنٹ میں کام کرتے تھے۔ ہارٹ اٹیک ہونے کی وجہ سے ان کی اچانک وفات ہوگئی۔ ان کی وفات کی رسوم میں میرا بہت سا خرچہ ہوگیا۔ اس کے بعد ریسٹورنٹ نے تو بند ہی ہونا تھا''۔

یہ سن کر میرا مسخرا دوست قلندر ایک لطیفہ سنا رہا ہے'' ایک کسان کی بھینس گم ہو گئی۔ جب بھینس کے افسوس میں آنے والے گاؤں کے لوگوں نے حملہ کیا تو بھینس کی قیمت سے زیادہ اس کا خرچہ ہوگیا۔ کوئی مہینے ڈیڑھ کے بعد اس کا ایک دوست بھاگا بھاگا آیا اور بڑی خوشی سے اسے بتانے لگا۔

''تمہاری بھینس مل گئی ہے''۔

تو وہ کسان کہنے لگا، ''نہیں وہ میری بھینس نہیں ہے''۔

Marfat.com

دوسرے سب لوگ بھی اسے کہنے لگے، ”نہیں وہ تمہاری بھینس ہی ہے“۔

”اس کے ماتھے پر اور دم پر وہ سفید نشان ہے، باقی نشانیاں بھی وہی ہیں۔ وہ سو فیصد تمہاری بھینس ہی ہے۔“

اس پر وہ کسان بولا، ”چاہے دو سو فیصد نشانیاں صحیح نکلیں، وہ میری بھینس نہیں ہے“۔

غور سے سوچیں ہم نے اپنی زندگی کو دین اسلام سے ہٹا کر کیا کا کیا بنا دیا ہے۔

Marfat.com

خوشی وسکون کہاں ہے

ہم لوگ اکثر امیر اور بڑی پوزیشن والوں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے خوش رہتے ہیں۔حالانکہ حقیقت اکثر اس سے الٹ ہوتی ہے۔

1980 کی دہائی کے آخر میں پاکستان کے امیر ترین افراد میں سے ایک رفیق سہگل صاحب لندن آئے تھے۔وہ یہاں انجمنِ ترقی اردو (غالباً یہی نام تھا) میں بطورِ مہمان آئے۔اس تنظیم کو مشہور بینکر حسین عابدی چلا رہے تھے۔

رفیق سہگل اسٹیج پر آئے اور کچھ باتیں کرنے کے بعد کہنے لگے، ''میں اتنا امیر ہوں کہ سونے کی روٹی، چاندی کی پلیٹ میں کھا سکتا ہوں۔لیکن مجھے بہت سی مزیدار چیزیں کھانے کی اجازت نہیں ہے۔میں ابلی ہوئی سبزیاں اور سوپ قسم کی چیزیں ہی کھا سکتا ہوں۔میں نے اکثر دیکھا ہے کہ میری مل کا ایک عام مزدور کھانے کے وقفے میں گھر سے ساتھ لائے ہوئے چٹ پٹے کھانے دل بھر کر کھاتا ہے، پھر وہاں فرش پر ہی بازو کا تکیہ بنا کر تھوڑی ہی دیر میں مزے سے گہری نیند سو جاتا ہے۔جبکہ میں اگر سونے کے لئے گولیاں نہ لوں تو مجھے نیند بالکل نہیں آتی''۔

اس پر شاعر کہتا ہے:

فٹ پاتھ پہ سو جاتے ہیں اخبار بچھا کے

Marfat.com

مزدور کبھی نیند کی گولی نہیں کھاتے

ہماری بے سکونی کی بڑی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ہمیں ہر وقت پاس موجود نہ ہونے والی چیزوں کی طلب ستاتی رہتی ہے۔ حالانکہ غور کریں تو ہمارے پاس جو کچھ موجود ہے وہ ہماری ضرورت اور ہمیں خوش رکھنے کے لئے کافی ہے۔

مگر ہم آدھا خالی گلاس ہی دیکھ کر روتے رہتے ہیں۔ آدھا بھرا ہوا نہیں دیکھتے حالانکہ آدھا بھرا ہوا گلاس ہی ہماری ضروریات سے کافی زیادہ ہوسکتا ہے۔ اسی پر شکریہ کرنا سیکھیں۔

پاکستان کے امیر ترین آدمی سیٹھ داؤد ایک دفعہ محفل میں لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے آخر میں انہوں نے کہا آپ لوگ مجھے امیر دیکھ کر خوش قسمت سمجھتے ہوں گے جب کہ میں بالکل خوش نہیں ہوں۔

اس پر میرے چکوال کے ایک نوجوان دوست کو (جو وہاں موجود تھے) کچھ شک گزرا کہ شاید سیٹھ داؤد نے لوگوں کو خوش کرنے کیلئے یہ کہہ دیا ہو۔ میرے دوست نے اٹھ کر ان سے سوال کیا "میرا دل یہ نہیں مان رہا کہ آپ خوش نہیں ہیں آخر آپ کے خوش نہ رہنے کی وجہ کیا ہے"؟

اس پر سیٹھ داؤد نے جواب دیا کہ "میری زبان میں ذائقے کی حس نہیں ہے۔ میں نمک کھاؤں مرچ یا چینی، میرے لئے سب بے ذائقہ ہیں اور برسوں سے ان لذتوں کے لئے ترس رہا ہوں۔"

سکندرِ اعظم کے زمانے میں یونان میں ایک مشہور فلاسفر دیو جانسن کلبی ہوا کرتا تھا۔ وہ اندھا تھا، اس کا کوئی گھر نہیں تھا نہ ہی کوئی سازوسامان یا برتن اس کے پاس تھا۔ وہ ایک کتے کو ساتھ لے کر پھرا کرتا تھا۔ پھر اس نے مٹی کا ایک ٹب کہیں سے ڈھونڈ لیا تھا۔ وہ گھومنے پھرنے کے بعد رات کو اسی ٹب میں ہی ٹانگیں لٹکا کر سو جایا کرتا تھا۔

Marfat.com

جب دیو جانسن کلبی کی شہرت کچھ پھیلی تو سکندرِ اعظم اسے ملنے کے لئے آیا۔ دیو جانسن کلبی اس وقت ساحلِ سمندر پر دھوپ سینک رہا تھا۔

سکندرِ اعظم نے آ کر پہلے تو اس کا حال چال پوچھا پھر کہنے لگا، "بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

دیو جانسن نے کہا، "ایک خواہشوں کا غلام بادشاہ ایک آزاد کے لئے کیا کر سکتا ہے!"۔

سکندرِ اعظم نے پھر بھی اصرار کیا تو دیو جانسن بولا "میرے سامنے سے ہٹ جاؤ، اور مجھے دھوپ سینکنے دو۔ میرے لئے تمہاری اتنی مہربانی ہی کافی ہے"۔

پھر جب سکندرِ اعظم کی دنیا فتح کرنے کی خبریں یونان پہنچیں تو انہیں سن کر دیو جانسن نے وہ لفظ بولے جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔

اس نے کہا، "اگر انسان اپنی خواہشوں کو محدود کر لے تو ایک مٹی کا ٹب بھی اس کے لئے کافی ہے اور خواہشیں بڑھا لے تو ساری دنیا کو فتح کر کے بھی اس کی ہوس ختم نہیں ہوتی"۔ اور اسی دیو جانسن کلبی کے بارے میں سکندر اعظم نے کہا "اگر میں سکندر اعظم نہ بنتا تو دیو جانسن کلبی بننا پسند کرتا"۔

Marfat.com

ستارے، قسمت، اعتقاد یا وہم

خود میرا مستقبل شناسی کے مشہور علوم پامسٹری، آسٹرالوجی اور رمل وغیرہ سے بڑا عرصہ واسطہ رہا۔ پھر زندگی کی کچھ سمجھ آنے کے بعد اسے چھوڑ چھاڑ کر روحانیت کی طرف نکل آیا۔

چونکہ مستقبل تبدیل ہوتا رہتا ہے اس لئے اس کی حتمی پیشگوئی ممکن نہیں ہوتی۔ مستقبل کو صرف اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

لیکن جو شخص بھی اپنی زندگی سے متعلقہ جس قسم کے یقین کو اندر بٹھالیتا ہے اس کا لاشعور اس کے لئے وہ ہی کچھ تخلیق کرتا رہتا ہے۔

مثلاً کوئی شخص اگر یہ چیز ذہن میں بٹھالے کہ اس کا ہر کام آسانی سے ہوتا ہے تو پھر اس کا ہر کام باآسانی ہوتا چلا جاتا ہے۔ دراصل یہ ہمارے لاشعور کا کھیل ہی ہے۔ ہمارے لاشعور کی طاقت بے پناہ ہے۔ مگر یہ کمپیوٹر کی طرح کام کرتا ہے۔ جو پروگرام بھی آپ اس میں بٹھادیں (فیڈ کردیں) وہ اس پر آٹومیٹک ہو کر کام شروع کردیتا ہے۔ اسے بچوں کی طرح اچھے برے کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ انہی مختلف قسم کے یقینوں کو کسی نہ کسی ستارے کے ماتحت مانگ کر آسٹرالوجی بنادی گئی۔

اسی طرح کچھ لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کا ہر کام بڑی مشکل اور بڑی محنت کے

Marfat.com

بعد ہوتا ہے۔ تو پھر ان کا ہر کام بڑی مشکل اور بڑی محنت کے بعد ہی ہوتا ہے۔

آسٹرالوجی اور پامسٹری میں ایسے لوگوں کو زحلی فطرت والا کہتے ہیں۔ ان کے چہرے پر ہر وقت سنجیدگی اور اداسی سی چھائی رہتی ہے۔

زحلی فطرت والے ہر چیز میں لوزر کی سوچ ہی رکھتے ہیں۔ ایسے ہی دردمندانہ اشعار پسند کرتے ہیں۔ یہی کچھ بنے چلے جاتے ہیں۔

میرا ایک زحلی فطرت کا دوست جو وکیل ہے۔ لندن میں بیریسٹر کا امتحان دے رہا تھا۔ میں نے اسے منفی اور کمزور سوچوں سے روکا تھا۔ اس نے میری کتاب ''روحانیت، دانش اور حقیقتیں'' کا بھی مطالعہ کیا تھا۔

وہ تین مضمون میں پاس ہو گیا۔ ایک مضمون میں صرف ایک نمبر سے رہ گیا۔ جس کے لئے اسے دوبارہ اس مضمون کا امتحان دینا پڑ رہا تھا۔

وہ اس ایک نمبر کا گلہ کر رہا تھا، اس نے کلاس میں پروفیسر سے بھی ایک نمبر بڑھانے کی درخواست کی اور گلہ بھی کیا۔ پروفیسر اس پر بڑا ناراض ہوا۔

ہم اس وقت والتھم سٹور (ایسٹ لندن) میں ایک پاکستانی کیفے ''آدم بیگل'' میں بیٹھے تھے۔ میں نے اسے سمجھایا کہ وہ کمزور سوچ میں رہتا ہے۔ اس کا زندگی کے بارے میں عقیدہ ایسا تھا جسے نجوم کی زبان میں زحلی فطرت کہتے ہیں کہ ہمارا ہر کام بڑی محنت اور کوشش کے بعد ہوتا ہے۔ زندگی بڑی مشکل اور تکلیفوں سے بھرپور ہے۔

پھر میں نے اسے کہا ''تمہارے پڑھائی میں صرف ایک نمبر کم آنے کی وجہ تمہارا منفی یقین ہی ہے''

جب کسی کا زندگی کے بارے میں یہی عقیدہ ہو تو یقین کیجئے اسے یہی کچھ ملتا ہے۔ ان کی زندگی اسی طرح محنت و مشقت میں اور ہر چیز میں ٹکریں مارتے ہوتے ہی گزرتی ہے۔

اور خطرناک ترین بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی شناخت ہی یہ اداس فطرتی بنائی

Marfat.com

ہوتی ہے۔ جب شناخت (کوئی بھی) بن جائے تو پھر اس سے جان بڑی مشکل سے چھوٹتی ہے۔

میں اسے لمبی چوڑی تو نہیں بتانا چاہتا تھا اس لیے میں نے مختصراً اسے کچھ سمجھانا چاہا۔ اس لیے اپنی کتاب کے سبق میں سے اسے ونر، لوزر کے بارے میں پھر سے بتایا اور اسے لوزر کی سوچ چھوڑ کر ونر کی سوچ اپنانے کو کہا کہ وہ لوزر کی ہی سوچ رکھتا تھا۔ اسے اس کا طریقہ بھی بتایا کہ وہ ایک کاغذ پر یہ لکھ کر پرس وغیرہ میں رکھ لے کہ ''میں نے ہر کام (خصوصاً ضروری کام) ونر کی کیفیت میں ہی کرنے ہیں''۔

اس کے پاس اس وقت پین نہیں تھا اس نے کہا کہ وہ اسے یاد رکھے گا پھر تھوڑی دیر بعد میں نے اسے ایک اداس سا شعر سنایا جو اس طرح تھا۔

مجھے اپنے ضبط پہ ناز تھا کل رات مگر یہ کیا ہوا
میری آنکھ کیسے چھلک اٹھی، مجھے رنج ہے کہ یہ برا ہوا
میرے سامنے سے ابھی ابھی، جو نظر چرا کے گزر گئے
وہ میرے ہی شہر کے لوگ تھے، میرے گھر سے گھر ہے ملا ہوا

تو فوراً اس کیفے (آدم بیگل) کے اندر گیا وہاں جا کر کاؤنٹر سے پین مانگ کر اس شعر کو لکھنے لگ پڑا۔

میں نے یہ دیکھ کر سر پیٹنا شروع کر دیا کہ جو کام کی چیز تھی وہ نہیں لکھی، یعنی ونر، لوزر کا سبق۔ اس پر اس نے عمل نہ کیا اور نہ ہی اسے لکھا۔ مگر اپنی طبیعت سے مطابقت رکھنے والے یعنی اداس شعر کو فوراً ہی بھاگ کر لکھنے لگ پڑا تھا۔

اسنے اپنی عجیب ہی شخصیت اور شناخت بنا لی تھی۔ جسے تبدیل کرنے کی اسے اشد ضرورت تھی۔

وہ اکثر منیر نیازی کا یہ شعر پڑھا کرتا تھا:

Marfat.com

کس دا دوش سی کس دا نئیں سی۔ اے گلاں کرن دیاں نیں
ویلے گزر گئے توبہ والے۔ اے راتاں ہوکے بھرن دیاں نیں
ھونڑی ہو کے رہندی اے۔ ھونڑی ایویں رکدی نیں
جیڑی گل شروع ہو جائے۔ او گل ایویں مکدی نیں
کجھ انج بھی راہواں آوکھیاں سن۔ کجھ گل وچ غماں دا طوق وی سی
کجھ شہر دے لوک وی ظالم سن۔ کجھ سانوں مرن دا شوق وی سی
(اٹھی ہوئی منیر اے گردن۔ بن کٹیاں فر جھکدی نیں)

(ڈاکٹر نجیب صاحب جو کہ منیر نیازی صاحب کے فیملی فزیشن تھے انہوں نے منیر نیازی صاحب کی اجازت سے یہ آخری شعر ساتھ ملایا تھا)

زحلی طبیعت کے یالوزر ایسی ہی سوچ رکھتے ہیں اور ایسے ہی ان کے شوق ہوتے ہیں اور ان کی زندگی اسی لئے ایسے ہی گزرتی ہے۔ دن بدن ان کی شخصیت اسی غلط سانچے میں ڈھلتی چلی جاتی ہے اور پھر اسے تبدیل کرنا انہیں بیحد مشکل محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ اس اصول کو سمجھ کر وہ کچھ ہی عرصے میں اس عادت سے چھٹکارہ پا سکتے ہیں اور ہنسی خوشی اور کامیابی کی زندگی گزار سکتے ہیں۔

ہر انسانی روح میں یہ صلاحیت موجود ہے۔

Marfat.com

مشکلات میں کیسی سوچ صحیح ہے

ہر انسان کو زندگی میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ ہر روحانی، ہر ولی اللہ حتیٰ کہ نبی اور رسولوں پر بھی دنیا میں مشکل وقت ضرور آتے ہیں۔

دین اس کا جواب اس طرح دیتا ہے کہ مشکل میں دل نہ ہاریں، مثبت رہیں اور اللہ پر بہتری کی امید رکھیں۔ قرآن پاک میں ہے کہ مشکل میں نماز اور صبر کے ساتھ مدد لیں۔

مشکل سے مت ڈریں یہ آپ کی صلاحیتوں کا ٹیسٹ اور چیلنج ہوتی ہیں۔

اسی طرح مشکلوں کے کئی اور فائدے بھی ہوتے ہیں۔ یہ آپ کو جگا دیتی ہے، مثلاً اگر آپکو کاربار میں کوئی نقصان ہوتا ہے تو اسی وقت انسان جاگ جائے اور نقصان کرنے والے سوراخ بند کردے تو مستقبل کے بڑے نقصانات سے بچ جائے گا۔

لیکن مشکل وقت میں پہلے تو یہ سوچنا ہے کہ آپ اس مشکل سے کیسے نکل پائیں گے اور آپ کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ آپ اس سے نکل جائیں گے۔

عام لوگ اکثر یہی سوچتے رہتے ہیں کہ وہ اس مشکل میں کیوں پھنسے۔ دراصل یہ بعد میں سوچنے والا کام ہے۔ اس وقت ضروری ہے یہ سوچیں کہ کیا طریقہ آپ کو اس مشکل سے باہر لے جاسکتا ہے۔ ذہن میں یہی سوال کریں انشاءاللہ جلد ہی اس کا صحیح جواب اور مشکل سے نکلنے کا طریقہ مل جائے گا۔

Marfat.com

پھر بعد میں یہ سوچنا کہ اس مشکل کا مثبت پہلو کیا ہے اور آپ نے اس مشکل سے کیا سیکھا ہے اور آپ کو مستقبل میں ایسی پریشانی سے کس طرح بچ کر کس طرح رہنا ہے۔ یہ بھی ایک مثبت سوچ ہے۔

منفی سوچ یہ ہے کہ میں بدقسمت ہوں یا بیوقوف تھا یا ایسی مشکل میں پھنس گیا تھا۔

ہر ایک کامیاب آدمی کو بھی زندگی میں کچھ نہ کچھ مشکلات کا سامنا ہی کرنا پڑتا ہے۔ اور درحقیقت مثبت سوچ کو سمجھنے اور اسے رکھنے والے کے لئے ایسی ہر ایک مشکل کسی نہ کسی بہتری کا سبب ہی بنتی ہے۔

ایک منفی عادت اپنی مشکلات کا رونا رونا ہے جب ہم کسی چیز میں شکایت کر رہے ہوتے ہیں تو سننے والوں میں سے نوے فیصد کو بہت خوشی ہو رہی ہوتی ہے اور جو باقی ہماری ہمدردی والے دس فیصد ہیں وہ بھی ہمارے بارے میں منفی رائے رکھنے لگ پڑتے ہیں اس لیے شکائیتں کرنے کی عادت ختم کرنا ہی عقل مندی ہے۔

Marfat.com

پاکستان کی سب سیاسی و معاشی مشکلات کا حل

میں اپنی پچھلی کتابوں میں لکھ چکا ہوں یہاں مختصراً بیان کرونگا کہ پاکستان میں نظر آنے والی سبھی خرابیوں کا مکمل اور حتمی حل انصاف کے سستے اور فوری ہونے میں ہے۔

دنیا جہاں کی جو برائیاں بھی یہاں انسانوں میں آپ کو نظر آتی ہیں، اسکی ایک وجہ تو مذہبی لوگ لوگوں کی دین اللہ سے دوری بتاتے ہیں۔ جو کہ ایک حد تک صحیح بات بھی ہے۔ جو کہ ملکی نظام کی اللہ کے قانون سے دوری میں ہے۔ مگر حقیقتاً اس کی وجہ نظام انصاف کے صحیح نہ ہونے میں ہے۔ اللہ کے پیغام کا اہم ترین جز و بھی یہ ہے کہ ہر حالت میں (حتی کہ دشمن کے ساتھ بھی) انصاف کیا جائے۔ اے رسول ﷺ جب تم فیصلہ کرنے لگو تو تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس چیز پر مائل نہ کرے کہ تم ان سے انصاف نہ کرو (قرآن کی ایک آیت کا مفہوم)۔

اسلام تو دشمن سے بھی انصاف کا بتاتا ہے، جبکہ مغربی اور ماڈرن لوگ محبت اور جنگ میں ہر چیز جائز ہونے کا محاورہ پڑھتے ہیں۔

صوبہ واریت، فرقہ واریت، لسانیت، رشوت خوری، لوگوں کا صحیح طریقے سے فرض کا نہ نبھانا، چوری، ڈاکے، ڈرگ مافیا، پراپرٹی مافیا، سیاسی مافیا، بوٹی مافیا اور سینکڑوں طرح کے دوسرے جرائم کی وجہ نظام انصاف کی کمزوری بلکہ اس کے نہ ہونے میں ہے۔

انصاف نہ ہو تو لوگوں کا کردار بھی گرتا چلا جاتا ہے۔ ہر طرح کی بد اخلاقی اور بد

Marfat.com

کرداری شروع ہو جاتی ہے۔لوگوں کے آپس میں جھگڑا،فساد اور لڑائیاں ہر وقت جاری رہتی ہیں بلکہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں۔

بلکہ نوبت یہاں تک آجاتی ہے کہ بھائی کے ہاتھ میں بھائی کا گریبان ہوتا ہے۔اس قسم کے حالات میں ہی بابا بلھے شاہ پیدا ہو،اس وقت طوائف الملکی تھی اور یہ ہی حالات تھے اس نے لکھا۔

آپی آپنی پے گئی اے۔دھی ماں نوں لٹ کے لے گئی اے

اگر کسی جزیرے پر کوئی اکیلا آدمی رہ رہا ہو تو پھر کوئی قانون نہیں کہ ہر شے اسی کی ہے۔لیکن اگر وہاں کوئی دوسرا آدمی بھی آجائے تو پھر وہاں قانون چاہئے تا کہ اپنی اپنی ملکیت ہو۔یعنی دو آدمی بھی قانون کے بغیر گزارا نہیں کر سکتے جبکہ ہمارے اٹھارہ کروڑ لوگوں کو بغیر قانون کے چلایا جارہا ہے۔

میں بڑے عرصے سے یورپ میں رہ رہا ہوں اور مجھے یہ واضح طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ مغرب کے لوگوں کا اخلاق اسی وقت سے بہتر ہے یا نظام بہتر نظر آتا ہے جب سے یہاں پر انصاف ہے۔اگر انصاف نہ ہو تو یہاں انسان بے حد خود غرض اور ظالم ہو جائیں کہ یہ لوگ صرف اسی زندگی پر یقین کرتے ہیں یعنی انکے لئے کوئی روزِ جزا کا تصور نہیں ہے۔یہ ایک جہانی لوگ ہیں۔مسلمان جتنا بھی برا ہو دو جہانی ہوتا ہے۔

قلندر اس بات کی مثال دینے میں میرے ایک دوست کو کہہ رہا ہے کہ اگر انصاف نہ ہو تو یہ جوراڈو کی گھڑی تم نے باندھی ہوئی ہے مجھے ایک منٹ کے لئے پکڑاؤ تو سہی پھر لے کر دکھاؤ(یعنی اگر تم طاقتور ہو تو لے لو گے ورنہ یہ میری ہو گئی)۔

انصاف نہ ہو تو پھر یہ بات کہاں تک جاتی ہے اس کیلئے میں ایک چھوٹی سی مثال آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔میرے ایک سندھی دوست لیاقت چانڈیو صاحب ہیں جو کہ نہایت ہی اچھے اور خوش اخلاق انسان ہیں مگر یہاں بات جس چانڈیو کی ہے وہ ایک سخت بدمعاش قسم کا

Marfat.com

انسان ہے۔

ایک دن وہ سندھ میں اپنے آبائی گاؤں کے ایک ہندو کاروباری کے ہوٹل میں بیٹھا تھا کہ بجلی چلی گئی۔

اس وقت ہوٹل کے مالک کے بیٹے نے چانڈیو سے سگریٹ لگانے کیلئے ماچس مانگی، چانڈیو نے وہ ماچس اسے دے دی۔ اس لڑکے نے سگریٹ لگانے کے بعد وہ ماچس واپس دے دی۔

تھوڑی دیر بعد بجلی آ گئی تو چانڈیو نے شور مچا دیا کہ اس ماچس کی ڈبیہ کے اندر اس کی ڈھائی تولہ سونے کی انگوٹھی تھی۔ وہ انگوٹھی ہندو مالک کے بیٹے نے نکال لی ہے۔

وہاں پر شور مچ گیا مالک کے بیٹے نے کہا" اول تو مجھے انگوٹھی نکالنے کی کیا ضرورت تھی پھر ڈھائی تولہ اچھا خاصا وزن ہوتا ہے۔ مجھے تو ماچس کی وہ ڈبی بالکل ہلکی ہی معلوم ہوئی تھی"

مگر چانڈیو بضد اور بظاہر سخت غصے میں تھا کہ اس کی انگوٹھی نکال لی گئی ہے۔

ہوٹل کے ہندو مالک نے پہلے تو آ کر اپنے بیٹے کو گالیاں دیں کہ کیا تمہیں پورے ہوٹل میں یہی مشٹنڈا ماچس مانگنے کیلئے ملا تھا وغیرہ وغیرہ۔

چانڈیو نے اتنا شور مچایا کہ آخر کار وہاں پنچائت جمع ہوئی۔ پنچائت دو دن لگی رہی آخر اس نے یہ "منصفانہ" فیصلہ دیا۔

کہ چانڈیو کی انگوٹھی واقعی ہوٹل کے مالک کے بیٹے نے نکال لی تھی۔ اور اب اسے اس انگوٹھی کی قیمت واپس دینی پڑے گی۔

ہوٹل کا مالک اس پر رضامند ہو گیا مگر چانڈیو نے اس پر بھی شور مچا دیا کہ مجھے میری انگوٹھی کی قیمت تو واپس مل گئی مگر مجھے ساری عمر یہ طعنہ سننا پڑے گا کہ میری انگوٹھی فلاں شخص نے بیوقوف بنا کر ٹھگ لی تھی۔

Marfat.com

آخر بڑی منت سماجت کے بعد چانڈیو صاحب اس پر رضا مند ہوئے کہ انہیں ایک بوسکی کا سوٹ اور سر پر باندھنے کیلئے پگڑی بھی دی جائے۔

انصاف نہ ہو تو پھر یہ مثال تو ایک معمولی سی مثال ہے۔اس صورت میں تو لوگ اپنے سے کمزور لوگوں کی مال و دولت بلکہ عزت و آبرو ہر ایک چیز پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

انصاف کے بغیر کوئی بھی معاشرہ ترقی کا تصور نہیں کر سکتا بلکہ چل ہی نہیں پاتا۔

انصاف میں بھی ہمیں سستا اور فوری انصاف چاہئے اور اسلام تو مفت اور فوری انصاف (قاضی کا انصاف) دیتا ہے۔پھر اخلاق و کردار کی ٹریننگ بھی مکمل طریقے سے کرتا ہے۔اللہ کے احکامات پر عمل ہو تو پھر اس زمین پر برکت شروع ہو جاتی ہے اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔انصاف کے آنے کے بعد بھی ہمیں سب سے زیادہ توجہ ہمیں اپنی آئیڈیالوجی (دین) پر ہی دینی ہوگی۔پھر لا اینڈ آرڈر ہو تو وہاں خود بخود ترقی ہونی شروع ہو جاتی ہے۔اس کے بعد ڈیفنس ضروری ہوتا ہے جو کہ پاکستان میں ایٹم بم اور مضبوط فوج کی صورت میں موجود ہے۔

اس کے بعد نظام کا سستا رکھنا ضروری ہے کہ مغرب کو مہنگے نظام نے ہی مروادیا۔اسی وجہ سے گھروں کی قیمتیں اور کرایے کم رکھنے ضروری ہوتے ہیں ساتھ ساتھ اشیائے خورد ونوش کی قیمتیں بھی سبسڈی کے ذریعے کم رکھی جاتی ہیں پھر ہی اس مہنگے نظام سے بچا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

عینک اتار کر تحقیق کریں

مولانا جلال الدین رومی نے ایک بڑی دلچسپ بات کہی تھی کہ انسان جس بھی ماحول ، کلچر یا مذہب میں پیدا ہوتا ہے۔اس کے بزرگ اسے یہ سبق دیتے ہیں کہ تمہارا کلچر یا مذہب ہی سب سے بہتر ہے اور وہ بچہ اسی رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

ہم جب بھی کسی چیز کی تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ہم اس میں پسند نا پسند کو علیحدہ رکھ کر یہ تحقیق کریں ورنہ ہماری تحقیق یکطرفہ اور متعصب ہوتی ہے۔

ہم منفی، مثبت دونوں پہلو دیکھنے کے بجائے صرف اپنی مرضی کا پہلو دیکھتے ہیں۔ جب بھی آپ کسی چیز کی تحقیق کرتے ہیں کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔ یا فلاں چیز کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ تو مجھے اس میں عجیب بات یہ محسوس ہوتی ہے کہ جس بھی منفی یا مثبت اینگل سے آپ تحقیق کرتے ہیں۔ آپ کو اسی اینگل کی دلیل میں کافی پوائنٹ مل جاتے ہیں۔

مثلاً میں نے 2007 سے انگلینڈ جانا شروع کیا۔ مجھے اس وقت انگلینڈ کے امریکہ کے پیچھے لگ کر عراق وافغان جانے پر سخت اعتراض تھا۔

اس وقت انگلینڈ کے معاشی حالات کے بارے میں متضاد خبریں آرہی تھیں۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ انگلینڈ وقتی بحران کا شکار ہے۔ اس قسم کے بحران پہلے بھی کئی بار آئے۔ مثلاً 1995 کے قریب ہی ایسا ہی بحران آیا تھا اور جنگِ عظیم کے بعد بھی اور اس سے پہلے 1930 میں تھا۔ مگر یہ بڑی ہوشیار قوم ہے یہ اس قسم کے بحرانوں سے ہمیشہ نبڑ لیا کرتی

Marfat.com

ہے۔

میں اس معاملے میں اپنی نفرت کی وجہ سے متعصب تھا۔ شائد اسی وجہ سے مجھے وہ تمام نکات معلوم ہو گئے کہ انگلینڈ اس بحران سے نہیں بچ پائے گا۔ مثلاً پچھے بحرانوں میں صرف وقتی مالی بحران ہوتا تھا، اور انگلینڈ کے پاس پیچھے سونے کے ذخائر وغیرہ ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے پھر کچھ عرصے کے بعد پھر ان کے کارخانے وغیرہ کام شروع کر دیتے تھے۔

اس وقت چین ان کے سر پر سوار ہو چکا ہے۔ اس لئے مستقبل قریب میں چین ان کے اس امید کا بھی خاتمہ کر دے گا وہ مغرب کی 70 فیصد انڈسٹری پر قبضہ کر چکا ہے۔

میری دوسری دلیل یہ تھی کہ انگلینڈ نے اپنی طاقت سے زیادہ نقصان کر لیا ہے۔ خصوصاً اس نے امریکہ میں بہت زیادہ پیسہ انویسٹ کر دیا تھا، یہ پیسہ نوے فیصد سے زیادہ ڈوب چکا ہے۔

پھر امریکہ کا معاشی طور پر بیٹھ جانا ان مغربی ملکوں کی پچیس فیصد سے زیادہ آمدنی اور کاروبار کا مستقل طور پر خاتمہ کر گیا ہے۔ امریکہ میں دنیا کا کوئی تینتیس فیصد کاروبار ہوتا تھا۔ اب زیادہ سے زیادہ آٹھ فیصد ہوگا۔ یعنی ان کی پچیس فیصد آمدنی مستقل طور پر ان کے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔

انگلینڈ والوں کی ذہانت کے بارے میں میری رائے یہ تھی کہ یہ لوگ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے دوسروں سے زیادہ ہوشیار و ذہین تھے۔ اب 2000 کے قریب دوسرے ممالک اور لوگ ان سے بہت آگے نکل چکے ہیں اور سارے مغرب کے سیاستدان اور آفیسرز اب لالچی اور کرپٹ بھی ہو رہے ہیں۔

امریکہ میں اتنا پیسہ انویسٹ کرنا بیوقوفی تھی اور ذمہ دار لوگوں، بنکوں اور دوسرے حکومتی عہدیداروں کو اپنے کمشن سے ہی غرض تھی۔

میں نے محسوس کیا کہ میرے ساتھ بحث کرنے والوں نے میری طرح تعصب کے

Marfat.com

بجائے پیار کی عینک لگائی ہوئی تھی، یا وہ انگلینڈ والوں سے (یا مغربی لوگوں) ذہنی طور پر بڑی بری طرح مرعوب تھے۔

2009 کے شروع میں اسی سلسلے پر میری لندن میں اپنے ایک دوست خان صاحب سے بحث ہو رہی تھی۔ میں کہہ رہا تھا کہ انگلینڈ بری طرح معاشی بحران میں پھنس جائے گا ور یہ اس میں سے نکل نہیں سکے گا۔ امریکہ تو ویسے ہی تباہ ہو چکا ہے۔

خان صاحب یہاں میئر بھی رہ چکے تھے اور بڑے اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ انگلینڈ کو کچھ نہیں ہوگا اور یہ محفوظ رہے گا اور امریکہ کو بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اس واقعہ کے ڈیڑھ ماہ کے بعد امریکہ کا معاشی بحران واضح ہو چکا تھا، اور انگلینڈ کا نقصان بھی سامنے آ رہا تھا۔ پھر کوئی مہینے ڈیڑھ کے بعد خان صاحب سے اسی موضوع پر بات ہوئی تو میں نے ان سے سوال کیا کہ "انگلینڈ والے کوئی 450 سال پہلے اپنے جزیرے سے نکلے اور امریکہ پہنچے، 250 سال پہلے انڈیا پر قبضہ شروع کیا، 1757 میں پلاسی کی جنگ ہوئی تھی پھر انگریز بنگال و ہندوستان کا سارا پیسہ پھر امریکہ اور افریقہ کا بھی سارا مال و متاع لے کر انگلینڈ واپس آئے۔ ساری دنیا کی دولت اکٹھی کی آکسفورڈ اور کیمبرج جیسی دنیا کی چوٹی کی یونیورسٹیاں بنائیں۔ اس میں ساری دنیا کے ٹاپ کے پروفیسر اور ذہین ترین لوگ اکٹھے کیے۔

اس کے باوجود کیا وجہ تھی کہ میرے جیسا وسائل نہ ہونے والا شخص بھی 2006 میں یہ سمجھ چکا تھا کہ امریکہ پہلے معاشی طور پر ڈوبے گا اور پھر ٹوٹ جائے گا اور انگلینڈ کے ساری انویسٹمنٹ وہاں ڈوب جائے گی۔ مگر انگلینڈ والے اپنے سارے پیسے، وسائل اور "دنیا کے ذہین ترین دماغوں" کے باوجود یہ نہ دیکھ سکے۔ میرے خیال میں اسکی ایک بڑی وجہ کرپشن تھی کہ امریکہ میں انویسٹمنٹ کرانے والوں کو بس اپنے کمشن سے غرض تھی"

خان صاحب کا جواب یہ تھا کہ "انگلینڈ والوں کا خیال تھا کہ امریکہ کبھی نہیں بیٹھ سکتا

Marfat.com

،یعنی معاشی طور پر یہ کبھی بنک کرپٹ نہیں ہوگا''۔

دراصل امریکہ والے یورپ والوں سے بنکوں، دوسرے چکروں اور فراڈوں میں کوئی بیس سال آگے تھے اور اسی وجہ سے انگلینڈ والے امریکہ سے ذہنی طور پر بری طرح متاثر ہوا اور دب چکے تھے۔ یہی ان کی اپنی تباہی کی ایک بڑی وجہ بھی تھی۔

Marfat.com

باجماعت نماز کے فوائد

شریعت کی کتابوں میں نماز کے فوائد پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ میں یہاں انہیں زیادہ دہرانا نہیں چاہتا۔

گو چند ایک باتیں جو میرے مشاہدے میں آئیں ہیں جو میں لوگوں کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں تاکہ ان کی تحقیق میں مددگار ہوسکیں۔

مغرب میں بھی اب عیسائی پادری اکٹھے ہوکر بارش وغیرہ کی دعا بھی کرتے ہیں۔ مسلمان بھی اسے طرح اکٹھے ہوکر بارش کی دعا کیا کرتے ہیں۔

شروع شروع میں میرے ساتھ چند بار ایسے بھی ہوا تھا کہ کچھ لوگ میرے پاس اکٹھے بیٹھے رہتے تھے۔ ان میں بھی روحانیت (روحانی نور یا انرجی) ٹرانسفر ہوجاتی تھی۔ کیونکہ الٹی سیدھی مشقیں کرنے کی وجہ سے روحانی نور مجھ میں جمع ہونے کے بجائے آگے پیچھے بھاگا رہتا تھا۔ مگر بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر میرے عبادت کرنے کے بعد کوئی شخص میرے پاس ڈیڑھ دو گھنٹے بھی بیٹھا رہتا تھا تو اس میں اتنا اثر آجاتا تھا کہ اگلے دن تک اس کی دعائیں قبول ہوجاتی تھیں۔ یہ انسان کے روحانی پرتو (AURA) کا اثر ہوا کرتا تھا کہ پاس بیٹھنے سے بھی اس کا اثر اس پر چلا جاتا تھا۔

اس زمانے میں میرا عقیدہ یہ تھا کہ میری سب دعائیں قبول ہوجاتی ہیں اور اللہ کے فضل سے اسی طرح ہوا کرتا تھا۔ پھر اس چیز میں بھی کمزوری آگئی جوکہ کافی عرصہ رہی۔

Marfat.com

چند برس پہلے میری ایک ترکی کے مسلمان دوست رحمان سے بات ہو رہی تھی۔ وہ مجھے کہنے لگا، ''باجماعت نماز میں نمازیوں کو اپنی توجہ امام کے سر کے پیچھے (حرام مغز کی جگہ) رکھنی ہوتی ہے (یہ غالباً ترکی کے کچھ علاقے کے مسلمانوں کا طریقہ ہے)''۔

اس وقت مجھے یاد آیا کہ چند برس پہلے یہودیوں کے روحانی فرقے قبالہ کے ایک اسرائیلی ماہر سے میری ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) میں میری ملاقات ہوئی تھی۔ وہ بتانے لگا کہ قبالہ کا اصول یہ ہے کہ اس میں نو آدمی تین تین کی قطار میں بیٹھ کر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے لیڈر پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ اکیلے انسان کی انرجی اس قابل اور اتنی طاقتور نہیں ہوتی کہ وہ اوپر سے معلومات (کشف والہام وغیرہ) لے سکے۔ مگر دس آدمیوں کی اجتماعی توجہ سے یہ بات ممکن ہو جاتی ہے۔

یہودی قبالہ والوں نے یہ سسٹم پچھلے ہزاروں سالوں میں بنایا ہے۔ اس میں کچھ نہ کچھ حقیقت تو ہے ہی کہ وہ اتنا عرصہ اس سے چمٹے ہوئے ہیں۔

پھر ایک دفعہ 2001 میں میری ایک انگریز ماہر روحانیت سے ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) میں ملاقات ہوئی۔ اسے غیب کی باتیں بتانے میں بھی کچھ مہارت تھی۔ وہ مجھے بتانے لگا کہ وہ لندن میں دنیا کی سب سے بڑی روحانی یونیورسٹی (اسکا نام مجھے یاد نہیں رہا) میں روحانیت کا پروفیسر رہا ہے۔

ہماری بات سپر نیچرل تجربات (کرامات وغیرہ) پر چل نکلی۔ میں نے اس سے اس قسم کے اپنے مشاہدات بتانے کو کہا۔ تو وہ کہنے لگا،

''ہم دس بارہ بندے جمع ہو کر سامنے موجود ایک شخص پر توجہ مرکوز کرتے تھے۔ تو وہ شخص اپنے دائیں بائیں زمین پر گرے بغیر جھکتا ہی چلا جاتا تھا۔ وہ دائیں، بائیں، آگے، پیچھے جس طرف چاہتا جھکتا چلا جاتا تھا''۔

میں نے پوچھا، ''وہ شخص کیوں نہیں گرتا تھا، کہ نارمل حالت میں تو کوئی بھی شخص تھوڑا

Marfat.com

سا کسی طرف جھکنے کے بعد گر جاتا ہے"۔

اس پر وہ کہنے لگا، "وہاں موجود دوسرے لوگوں کی اجتماعی انرجی اس سنبھالے رکھتی تھی"۔ پھر وہ بتانے لگا، "ایک دفعہ ہم نے جمع ہو کر اپنے بیچ میں ایک ٹوپی نما چیز رکھی، تو سب لوگوں کی اجتماعی توجہ کے سبب وہ ہوا میں کئی فٹ اوپر اٹھ کر معلق ہو گئی، اور کئی سیکنڈ ہوا میں رہ کر پھر زمین پر گر گئی۔"

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ ان کا اکیلا آدمی یہ کام نہیں کر پاتا تھا۔ جبکہ متحدہ روحانی انرجی یہ کام کر دیتی تھی۔

امریکہ میں لوگوں نے مختلف روحانی گروپ بنا کر معاشرے کے لئے اجتماعی طور پر دعا کی تو نتائج سامنے آئے دعا کرنے والوں کے علاقوں میں تشدد کی شرح تیس فیصد کم ہو گئی یہ تجربات کئی بار مختلف علاقوں میں دھرائے گئے نتائج تقریباً ہر دفعہ یہی رہے۔

میرے یہ سب بتانے کا مقصد یہ تھا کہ اکٹھے لوگوں کی اجتماعی توجہ سے نماز کے دوران امام پر سب لوگوں کا پرتُو (کسی نہ کسی حد تک وہاں موجود لوگوں کو روحانی طاقت کے حساب سے) پڑتا ہے، پھر وہ جو بھی دعا وغیرہ کرتا ہے اس میں تاثیر اکیلے انسان کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی قبولیت ہونی چاہیئے اگر دعا کرنے والا انسان مضبوط یقین (ایمان و فیتھ) کا مالک ہو اور وہ اللہ کی راہ پر صحیح نیت اور طریقے سے چل رہا ہو۔ تو پھر یہ دعائیں بہت زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ خصوصاً رزقِ حلال کھانا اس میں بڑا مددگار ہوتا ہے۔

اگر ایسے انسان کو اپنی دعا کی قبولیت پر یقین ہو تو اس کی دعا اللہ تعالیٰ اکثر قبول کر لیتا ہے اور اگر اسے پختہ یقین ہو تو پھر کیا ہی بات ہے۔

Marfat.com

مثبت سوچ

مثبت سوچ تو اب سائنس بن چکی ہے۔

جہاں تک دین کا تعلق ہے دین تو نام ہی مثبت سوچ کا ہے۔ قرآن، پاک میں لکھا ہے، ''اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کہ اس کی رحمت سے صرف کفار ہی مایوس ہوتے ہیں''۔

مثبت سوچ کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر مختصراً یہ کہ ہر وہ سوچ جو آپ کو زندگی میں آگے بڑھنے میں مدد دے۔ مثبت سوچ ہے اور ہر سوچ جو آپ کو پیچھے لے آئے۔ وہ منفی سوچ ہوتی ہے۔

مثبت سوچنا سیکھ لیں تو پھر سٹریس، مایوسی، کم مائیگی، تنہائی کا ڈر، حسد، ڈپریشن اور ہر طرح کے منفی جذبوں سے جان چھوٹ جائے گی۔ یہ سب منفی جذبے آپ کے صرف ذہنی ہی نہیں بلکہ مختلف قسم کے مادی نقصان بھی کرتے ہیں۔

پھر ہر وہ سوچ جس کا نتیجہ خوشی وسکون ہوتا ہے مثبت سوچ ہے اور ہر سوچ جس کا نتیجہ پریشانی ہو وہ منفی سوچ ہوتی ہے۔

کاروباری انسان کے پاس اگر پیسہ، عملی تجربہ، وسائل، اچھے کانٹیکٹس، محنت، بہترین جگہ (یا ملک میں) پر کاروبار سب کچھ ہو مگر مثبت اور پر امیدی کی سوچ (OPTIMISTIC سوچ) نہ ہو تو وہ کاروبار میں ناکام ہی رہے گا۔ یہ بات آج ہی لکھ

Marfat.com

لیں۔

سپورٹس مین کو بھی میدان میں اترتے وقت مثبت اور جیت کی سوچ کو ذہن میں رکھنا چاہیئے۔ یہ سوچ ذہن میں نہ ہو تو پھر اکثر ہار ہی ان کا مقدر ہوتی ہے۔

مقابلے کے وقت وہی سپورٹس مین جیتتا ہے جو خود اعتماد اور ریلیکس ہوتا ہے۔ اس وقت منفی سوچ (ہار کی سوچ اور دباؤ کے اندر کھیلنا) رکھنے والا شاذ و نادر ہی جیت پاتا ہے۔

سپورٹس مین کو بھی ایک تو صحیح خوراک چاہیئے لیکن ساتھ مثبت سوچ نہ ہو تو وہ اپنی ساری جسمانی انرجی پریشان رہ کر ضائع کر دیتا ہے۔

مثبت سوچ کی سب سے ضروری قسم وہ ہے جس کا میں پیچھے کتاب میں ذکر کر چکا ہوں کہ انسان اپنے ساتھ ہونے والے ہر اچھے یا برے واقعے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بہتری ہی سمجھے کہ ایسا سمجھنے کے بعد سینکڑوں قسم کے ڈر و خوف اور شکوک و شبہات سے انسان کی خلاصی ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کے بعد آپ اپنی انرجی کو بھی ان منفی سوچوں سے بچا کر اپنے فائدے کے کاموں میں لگائیں گے۔

مثبت سوچ کی اس قسم پر عمل کرنے کا اہم ترین فائدہ یہ ہے کہ اسے اپنا کر آپ اپنے اندر بے پناہ قوت بھی محسوس کریں گے۔ اسلام کی روحانیت میں اسے راضی بہ رضا ہونا بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

علیحدہ علیحدہ اصول

ہمیں بہت سی ایسی باتیں مذہب اور تصوف میں پڑھنے کو ملتی ہیں جو کہ پڑھنے والے کو اکثر الجھادیتی ہیں۔

مثلاً ایک بات جو راضی بہ رضا ہونے کو حوالے سے اکثر سنی جاتی ہے کہ تمہیں کوئی چیز، کوئی فکر یا کوئی لالچ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نروان کے بارے میں مہاتما بدھ نے بھی کہا تھا، ''تمہیں کچھ کرنے، کچھ چاہنے، کہیں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کہ جو کچھ کہ تم اس موجودہ وقت میں ہو''۔

جبکہ زندگی تو مسلسل حرکت، مسلسل جدو جہد کا بتاتی ہے۔ مہاتما بدھ کے اس اصول پر عمل کریں تو پھر سب دفاع کے نظام اور سب فوج وغیرہ بنانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

جبکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ فوج کے نہ ہونے کی صورت میں ملک کے اندرونی مجرموں اور ''بیرونی مجرموں'' سے نبٹنا ناممکن ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کا بائیبل میں فرمان ہے، ''اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو اسے دوسرا گال بھی پیش کرد''۔

اوپر بیان کردہ دونوں اصول اپنے گروپ کے اندر رہ کر کرنے کی حکمتِ عملی ہے۔ کہ باہر کے گروہوں اور مختلف نظریہ حیات رکھنے والوں سے مقابلہ ہر وقت جاری رہتا ہے۔

قرآن پاک میں واضح لکھا ہوا ہے کہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم 48/29

ترجمہ کفار کے لئے سخت اور آپس میں نرم۔

یہ اصول ایمان لانے کے بعد مسلمان پر نافذ ہوتا ہے

اسی پر علامہ اقبالؒ کا شعر ہے:

حلقۂ یاراں ہو تو بریشم دکم خواب کی طرح نرم
معرکہ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

Marfat.com

ہائی انرجی کے وقت کام کریں

میں پیچھے کتاب میں لکھ چکا ہوں کہ انسان کے لئے لازمی ہے وہ ہر اہم کام اپنے ذہن کو مضبوط رکھ کر کرے یعنی ونر (WINNER) کی حالت میں کرے نا کہ لوزر (LOSER) کی کیفیت میں کرے۔

ونر کی کیفیت میں کیا گیا ہر کام بہترین نتائج دیتا ہے اور لوزر کی کیفیت میں کیا گیا ہر کام غلط نتائج ہی دیتا ہے۔

پھر انسان کو یہ بھی چاہئے کہ وہ ہر اہم کام کو ہائی انرجی کے وقت کیا کرے۔ یعنی جب انسان کا ذہن تروتازہ اور توانائی سے بھرپور ہو۔

خصوصاً کسی بھی نئی مشق کو اگر ہائی انرجی کے وقت کیا جائے تو یہ بہترین نتائج دیتی ہے۔

کسی سے فون پر بات کرنی ہو ،کوئی کاروباری ڈیل ہو، تصورات (VISUALIZATION) مشق کرنی ہو کوئی بھی فیصلہ کرنا ہو۔ حتیٰ کہ ڈائری یا کتاب لکھنی بھی ہو، تو جب انسان تروتازہ اور توانائی سے بھرا ہوتا ہے تو اس وقت یہ کام کرنا بہترین نتائج دیتا ہے۔

سالک اپنے صبح شام کے وردو وظائف کے خاتمے کے چند منٹ بعد ہائی انرجی میں ہوتا ہے اس وقت اسے اہم ترین باتوں اور کاموں پر سوچ وچار اور ان کی منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔

Marfat.com

کاروبار میں فرسٹ کلاس سوچ رکھیں

مغرب میں بڑا عرصہ رہنے اور پاکستانیوں کے کاروبار کے حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد مجھے ان میں کچھ عجیب سی کمزوریاں محسوس ہوئی ہیں۔

اس میں پہلی یہ ہے کہ ہم میں سے زیادہ تر لوگ بجائے ریسرچ کر کے کوئی نیا کاروبار کھولنے کے یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارا کوئی واقف (جو اکثر پاکستانی ہی ہوتا ہے) کیا کاروبار کر رہا ہے کہ اگر وہ چار ہزار ڈالر ماہانہ کما رہا ہے تو ہم اس کے پڑوس میں کاروبار کر کے دو ہزار تو کما ہی لیں گے۔

حالانکہ ہمیں چاہئے خود کوئی نیا ڈیمانڈ والا کام ڈھونڈیں۔

اس طرح ہم وہاں پر جا کر مطلوبہ اشیا سستے داموں بیچنے کی کوشش کرتے ہیں۔
حالانکہ ٹھیک طریقہ اشیا سستے داموں دینے کی بجائے اچھی کوالٹی اور مناسب قیمت ہوتا ہے۔

مغرب میں لمبا عرصہ رہنے کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ یہاں پر دو ایسے کاروبار ہیں جو ہمیشہ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ ان میں سے ایک روزمرہ کی چیزیں (گروسری) کا کاروبار ہے۔ دوسرا ریسٹورنٹ کا کام ہے۔

اگر مناسب پیسے ہوں تو ہوٹلنگ کا کام بھی صحیح ہے۔

پھر جہاں ٹورسٹ آتے ہوں وہاں پر ٹورسٹوں کی دلچسپی کا سامان بیچنا بھی اچھا کام ہے کہ بجائے لوکل لوگوں کے ٹورسٹ اچھے پیسے دیا کرتے ہیں۔

Marfat.com

پاکستان میں بھی ریسٹورنٹ وغیرہ کا کام، بیکری کا کام اچھے کام ہیں۔ پھر یہاں پر لوگوں کے بچے زیادہ ہیں اس لئے سکولنگ کا کام بھی صحیح رہتا ہے اور ہسپتال بنانا بھی ''اچھا کاروبار'' ہے۔

بیرونِ ملک میں پاکستانی عجیب طریقے سے کام کرتے ہیں، مثلاً ہم اگر کوئی دوکان لیتے ہیں تو سب سے پہلے بچت کا سوچتے ہیں کہ ہم نے دوکان کا آرائش میں بچت کرنی ہے اور سستا ملازم رکھنا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح مثلاً ہم لوگ کسی اچھے علاقے میں کوئی اخبار ورسائل کی دوکان لیتے ہیں۔ تو اس کی زیبائش صحیح طریقے سے نہیں کرتے اسے صاف ستھرا نہیں رکھتے۔ پھر ناتجربے کار سیلز مین لگا کر دس پندرہ یورو یا پاؤنڈ یومیہ بچاتے ہیں۔

اب ہماری دوکان ایک تھرڈ کلاس دوکان ہوتی ہے۔ اناڑی سیلزمین نے گاہک بنانا تو کیا کرنا ہے وہ پہلے سے آنے والے گاہکوں کی نفسیات سمجھے بغیر یا ان کی ضروریات سمجھے بغیر اپنی عقل لڑاتا اور ان گاہکوں کو بھی بھگا دیتا ہے۔

مثلاً مجھے ایک دن ہیکنی (لندن) میں اپنے ایک دوست کی دوکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔

میرا یہ دوست اسد چند سال پہلے ہالینڈ سے لندن شفٹ ہوا تھا۔ وہ اس کاروبار سے خوش نہیں تھا۔ جب اس وقت میں وہاں پہنچا وہ دوکان سے کہیں باہر گیا ہوا تھا اور ایک پنجاب کے دور افتادہ دیہات سے آیا ہوا ''سٹوڈنٹ'' وہاں کام کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک انگریز نوجوان دوکان میں داخل ہوا اور اسنے اپنے بس ٹکٹ میں مزید پیسے ڈالنے کا پوچھا۔ سیلزمین لڑکا اس کی انگریزی (کاکنی) کو نہ سمجھ سکا اور اسے کہنے لگا۔ میرے پاس یہ نہیں ہے۔

اس کے بعد انگریز نے پوچھا کہ کارڈ میں کتنے پیسے ہیں تو سٹوڈنٹ نے پھر جواب

Marfat.com

دیا، ''میرے پاس یہ نہیں ہے''۔

اس کے بعد جب اس نوجوان نے کچھ سوالیہ اور مزاحیہ انداز میں مجھے دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ سوال کیا تھا اور جواب کیا ملا۔

مگر اس دوران انگریز نوجوان دوکان سے نکل چکا تھا۔

میں نے سوچا کہ ایک اور گاہک مستقل طور پر چلا گیا اب وہ کبھی اس دوکان میں نہیں آئے گا۔

یہ مثال تو بہت ہی سادہ سی ہے۔

آپ کی دوکان میں ہر وارئٹی ہونی چاہئے تاکہ اس سے متعلقہ کوئی گاہک واپس نہ جائے۔

مگر زیادہ مال دوکان میں رکھنے سے ایک بڑی مشکل یہ ہوتی ہے کہ اس پر بہت زیادہ توجہ چاہئے ہوتی ہے۔ جیسے گروسری کی دوکان میں گنتی کرنا خاصا مشکل کام ہے۔اس لئے کاؤنٹر پر خود بیٹھیں یا کوئی بڑا ہی اعتباری آدمی وہاں ہونا چاہئے۔

اکاؤنٹ صحیح نہ ہو تو پھر کاروبار کیسے صحیح چل سکتا ہے؟۔

اسی طرح ٹھیک وقت پر دوکان کھولیں اگر آپ چند منٹ بھی لیٹ ہوتے ہیں تو روزانہ کم از کم ایک گاہک ضائع ہوتا ہے۔

آپ کا مقابلہ جن دوسرے دکانداروں سے ہے اس مقابلے کو بھی سمجھیں۔

اپنے اچھے گاہکوں کے نام بھی یاد کرلیں۔

اچھا ہیومر استعمال کریں۔

اچھا اخلاق کاروبار میں اتنا ضروری ہے کہ اس کے بارے میں ایک چائنیز کہاوت ہے۔ ''جو مسکرانا نہیں جانتا اسے دکان نہیں کھولنی چاہیے''

Marfat.com

اپنی ویلیو لازمی بڑھائیں

مجھے ہالینڈ اور انگلینڈ میں برسوں رہنے کے دوران بے شمار ماہرین تعلیم اور معاشیات کے پی ایچ ڈیز اور پروفیسروں سے ملنے کا موقع ملا۔

ماہرینِ معاشیات سے میرا اکثر ایک سوال ہوتا ہے کہ کیا انہیں معاشیات میں انسان کی اپنی ویلیو (SELF WORTH) بڑھانے کا بھی پتا ہے؟

تو اکثر وہ پوچھا کرتے ہیں کہ سیلف ورتھ کیا ہوا کرتی ہے؟

تو انہیں اپنا مطلب سمجھانے کے لیئے میں مثال دیتا ہوں۔

کہ سامنے موجود یہ دو نوجوان ہیں۔ان میں سے ایک نوجوان اپنی ماہانہ آمدنی کے بارے میں یہ سوچ رکھتا ہے کہ اگر وہ اپنی آمدنی کو یہاں کے عام نوجوان کی اوسط آمدنی سے پچیس تیس فیصد زیادہ کر لے تو یہ بڑی بات ہوگی۔

لندن یا ہالینڈ میں یہ اوسط آمدنی کوئی گیارہ سو پاؤنڈ (چودہ سو یورو) ہوتی ہے۔ایسا نوجوان یہ سوچتا ہے کہ اگر وہ اپنی اوسط آمدنی پندرہ سو پاؤنڈ ماہانہ کر لے تو اس کے لئے یہ بڑی کامیابی ہوگی۔

(پاکستان میں آمدنی کو کوئی چالیس ہزار ماہانہ تصور کریں جو کہ یہاں پر ایک فیملی کا اوسط ماہانہ خرچہ ہے)

Marfat.com

ایسا نوجوان کوشش کر کے عموماً اگلے دو تین سال میں اپنی آمدنی کو پندرہ سو پاؤنڈ ماہانہ تک لے جاتا ہے۔

جبکہ اسی کے ساتھ کا دوسرا نوجوان بیٹھ کر غور و فکر کرتا ہے اور اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ وہ وہاں پندرہ ہزار پاؤنڈ ماہانہ کمانے کے قابل ہے۔

تو ایسا نوجوان کوشش کر کے اگلے دو تین سالوں میں اپنی آمدنی کو پندرہ ہزار پاؤنڈ ماہانہ تک لے جاتا ہے۔ (پاکستان میں کوئی چار لاکھ روپے ماہانہ سمجھ لیں)

اکثر یہ اوپر بیان کردہ نوجوان ایک جیسی ہی دماغی صلاحیتوں اور پرسنالٹی کے مالک ہوتے ہیں۔

میرے پوچھے گئے سوال کے جواب میں ماہرینِ معاشیات نے ہمیشہ یہ جواب دیا کہ انہیں سیلف ورتھ کا پتا ہی نہیں ہے۔

میں اکثر معاشیات کے ماہرین سے پرامید سوچ (OPTIMISM) کے بارے میں بھی پوچھتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ معاشیات میں یہ بھی نہیں پڑھایا جاتا۔

ان کا یہ جواب سن کر مجھے ان کے نظام تعلیم پر بڑی ہنسی آتی ہے۔

اصل کہانی یہ ہوتی ہے کہ انسان خود کو جتنا پیسہ کمانے کے قابل مانتا ہے، وہ اتنا ہی پیسہ کچھ عرصے کے بعد کمانا شروع کر دیتا ہے۔

پہلی بیان کردہ مثال میں پہلا نوجوان خود کو پندرہ سو پاؤنڈ ماہانہ کمانے کے قابل مانتا ہے۔ اس نے اپنی سیلف ورتھ پندرہ سو پاؤنڈ ماہانہ ہی لگائی ہے۔ اس نے خود کو یہی حدود دی ہیں۔ وہ انہیں میں رہے گا اور اس سے باہر نہیں نکل پائے گا۔

دوسرا نوجوان خود کو پندرہ ہزار پاؤنڈ ماہانہ کمانے کے قابل "مانتا" ہے۔ اس نے اپنی سیلف ورتھ پندرہ ہزار پاؤنڈ ماہانہ لگائی ہے۔ انشاءاللہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ پندرہ ہزار پاؤنڈ مہینہ (اپنی سیلف ورتھ کے مطابق) کمانا شروع کر دے گا۔

Marfat.com

جو لوگ کم آمدنی والے ہوتے ہیں وہ خود کو زیادہ آمدنی کے قابل نہیں مانتے۔ اسی خود کو قابل نہ ماننے کی وجہ سے ان کا ذہن مالی معاملات میں کمزور سوچ رکھتا ہے اور جب کمزور سوچ ہو تو انسان اس پر عمل بھی کمزور طریقے سے اور لوزر ذہن کے ساتھ کرتا ہے اور لوزر ذہن کے ساتھ کئے گئے کام الٹے ہی ہوتے ہیں اور ان ناکامیوں کی وجہ سے ان لوگوں کے ذہن میں یہ الٹا یقین بیٹھتا چلا جاتا ہے کہ وہ مالی معاملات میں بدقسمت ہیں۔

اسی یقین کی وجہ سے وہ بدقسمت ہوتے چلے جاتے ہیں کہ ہمارا لاشعور یقین کے اصول (BELIEVING) پر کام کرتا ہے۔ جو چیز بھی یہ یقین کر (مان) لیتا ہے وہ اسے تخلیق کر لیتا ہے۔

اب دوسرے لوگ جو خود کو زیادہ پیسے کمانے کے قابل سمجھتے ہیں۔ وہ مالی معاملات میں مضبوط اور مثبت (OPTIMISTIC) سوچ رکھتے ہیں۔ وہ اسی مثبت اور مضبوط سوچ کی وجہ سے مالی معاملات میں طاقتور اور ونر کی سوچ رکھتے ہیں۔ وہ اسی ونر کی حالت میں ان پر عمل بھی کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کے نتائج بھی مثبت ہی آیا کرتے ہیں اور اس طرح کے مثبت نتائج کے بعد ان لوگوں کا یقین مزید مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے کہ وہ مالی معاملات میں خوش قسمت ہیں۔ اور جوں جوں یہ یقین اندر بیٹھتا جاتا ہے وہ اسکے ساتھ ساتھ مزید طاقتور اور خوش قسمت بنتے چلے جاتے ہیں۔

دنیا کے بازار میں ہر شخص نے خود کو بیچنا ہوتا ہے۔ چاہے آپ خود کو اپنے باس کے پاس بیچیں یا کاروبار کی دنیا میں پیسہ کمانے کے لئے بیچیں۔ لیکن لازم ہے کہ اپنی ویلیو صحیح لگائیں۔

بیویوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے خاوند کے نزدیک اپنی ویلیو بڑھائیں۔ خود کو اسکی ضرورت کے مطابق ڈھال کر اور اپنی سیلف ریسپیکٹ رکھ کر وہ باآسانی یہ کام کر سکتی ہیں۔

''کاروباری اور مالی دنیا میں اگر کسی شخص نے اپنی سیلف ورتھ کم لگائی ہوتی ہے تو

Marfat.com

اسے چاہے کتنے ہی منافع بخش کاموں کا کیوں نہ بتایا جائے وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا پاتا"۔

وہ ان سے اس وقت تک فائدہ نہیں اٹھائے گا جب تک وہ اپنی سیلف ورتھ کو بڑھا نہیں دیتا۔

اپنی سیلف ورتھ کو بڑھانے کے لئے خود کو مثبت دلیلیں دیں۔ یہ آپ لکھ کر بھی کر سکتے ہیں۔

اس صورت میں اگر آپ کے ذہن میں کچھ ایسی کمزوریاں بھی آسکتی ہیں کہ میں فلاں فلاں وجہ سے مالی طور پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ان کا علاج میں نے "معاشی معاملات میں کمزرویاں دور کرنا" باب میں لکھ دیا ہے۔

Marfat.com

پیچیدہ بیماریاں عجیب علاج

میری جنوری 2011 میں والتھم سٹو (لندن) میں انڈیا کے ایک نوجوان مسلمان ذاکر سے ملاقات ہوئی۔

میری اس سے روحانی علاج پر خاصی دلچسپ گفتگو رہی۔ ذاکر نے مجھے اپنی ایک پرانی بیماری ''ایتھلیٹ فٹ'' کے بارے میں بتایا۔ وہ کہنے لگا۔

''چند برس پہلے میں اپنے والدین کے آبائی شہر احمد آباد (انڈیا) گیا۔ مجھے اس وقت ایتھلیٹ فٹ کی بیماری تھی۔ اس وقت وہ مجھے تنگ کرنے لگی۔ تو میں ایک ڈسپنسر کے پاس دوائی لینے گیا۔ وہاں لائن میں کھڑا تھا کہ ایک مسلمان گداگر نے مجھ سے اللہ کے نام پر پیسے مانگے، میں نے اسے کچھ پیسے دے دیئے تو وہ خوش ہو کر مجھ سے پوچھنے لگا،'' میں وہاں کس بیماری کی وجہ سے کھڑا ہوں؟

میرا بیماری کے بارے میں بتانے پر وہ کہنے لگا:۔

''دوائی تمہارا علاج نہیں کر سکے گی! تمہیں اس طرح کرنا چاہئے کہ اس پر دیسی گھی لگا کر تھوڑی دیر کے لئے اسے چھوڑ دینا ہے، پھر پانچ سات منٹ کے بعد اسے کتے سے چٹوانا ہے۔ پھر یہ ٹھیک ہو جائے گا''۔

خیر میں نے اس کی بات پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ گو اس وقت میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا اتنا خراب تھا کہ اس پر بار بار مکھیاں آ رہی تھیں۔

Marfat.com

میں نے ڈسپنسری سے دوائی لی اور گھر چلا گیا، وہاں میری اپنے ایک انکل سے بات ہوئی۔ تو وہ کہنے لگے، ''یہ بتایا ہوا علاج کچھ کوئی صحیح یہ لگتا ہے، کہ دیسی گھی لگانے سے بیکٹیریا اسے کھانے کے لئے اوپر آ جائے گا اور کتے کی زبان میں بہت سی مدافعتی طاقت ہوتی ہے۔ اسکے چاٹنے سے وہ مر جائیں گے''۔

میں اس وقت ڈسپنسر سے لی ہوئی دوائی کھا چکا تھا۔ پھر بھی میں نے دیسی گھی کو پاؤں کے انگوٹھے پر لگایا۔ ہمارے گھر میں ایک بڑا سا کتا تھا۔ چند منٹ کے بعد اسے کتے سے چٹوایا۔

وہ بیماری بالکل ٹھیک ہو گئی۔ اس سے پہلے مجھے ہر سال ایک آدھ بار ہو جایا کرتی تھی۔ اب اتنے برس گزر گئے ایک بار بھی نہیں ہوئی۔

اسی طرح چکوال کا ایک واقعہ ہے میری بیوی کی ایک سہیلی کو ہر سال ''بھوریاں'' نکلا کرتی تھیں۔ اس میں زخم سخت ہو کر پھٹ جاتے تھے اور خون نکلتا رہتا تھا۔ اس کا سارا بازو خراب ہو چکا تھا۔

ایک دفعہ اس کے گھر میں ایک فقیرنی آئی۔ اس نے اس کی حالت دیکھی تو گھر والوں سے مرچیں مانگیں۔ پھر گھر والوں سے کہہ کر اس کی پیسٹ بنوائی۔

اس لڑکی نے چلانا شروع کر دیا کہ مجھے یہ علاج نہیں چاہیے۔

اس پر فقیرنی نے کہا، ''پہلے صرف ایک انگلی پر لگاؤ۔

جب انگلی پر وہ پیسٹ لگائی گئی تو جیسے آگ پر پانی پڑ گیا۔ پھر اسے دونوں ہاتھوں پر لگایا، تو دو تین دن میں ہی سب زخم پوری طرح ٹھیک ہو گئے پھر دوبارہ کبھی اسے یہ تکلیف نہ ہوئی۔

برسوں پہلے کی بات ہے، چکوال میں ایک لڑکی بڑی سخت بیمار ہو گئی۔ ہر طرح کا علاج معالجہ کرایا گیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اس کی حالت اتنی خراب ہو گئی کہ وہ ہر وقت گھر میں بستر پر

Marfat.com

لیٹی ہی رہتی تھی اور گھر والے اس کی زندگی سے اتنے مایوس ہو چکے تھے کہ ان کا خیال تھا تھوڑے دنوں میں ہی یہ مرجائے گی۔

ایک دفعہ ماں نے گھر سے باہر جانا تھا۔ اس نے لڑکی کے بھائی کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ بہن کو حکیم کی دی ہوئی دوائی پلا دے۔

مقررہ وقت پر بھائی نے اسے دوائی پلا دی۔ شام کو ماں گھر آئی تو دیکھا کہ اس کی بیٹی گھر میں گھوم پھر رہی ہے۔

اگلے دن تک وہ پوری طرح صحتمند ہوگئی تھی۔

چند دن کے بعد گھر والوں کو مٹی کا تیل ضرورت ہوا۔ انہوں نے ڈھونڈا تو مٹی کے تیل کی بوتل خالی پڑی تھی۔ جب انہوں نے پوچھا کہ مٹی کا تیل کس نے استعمال کیا ہے تو کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔

مگر اس لڑکی کا بھائی بوتل کو دیکھ کر کہنے لگا، ''اس بوتل میں موجود دوائی تو میں نے بہن کو پلا دی تھی''۔

دراصل دونوں بوتلوں کی شکل ملتی جلتی تھی۔ بھائی نے اسی وجہ سے اسے مٹی کا تیل پلا دیا تھا۔ جس کے پینے کے بعد غالباً اس کے معدے میں موجود بیکٹیریا مر گئے تھے۔

اسی طرح کے سینکڑوں عجیب وغریب علاجوں کی تفصیل آپ مختلف روحانیت اور حکمت سے متعلقہ کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں۔

خود بارہا میرے مشاہدے میں سے گزرا ہے کہ ہم پاکستانیوں کے جسم سردیوں میں کم پانی پینے کی وجہ سے گرمی (لو واٹر لیول) کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہمیں بہت سے جوڑوں کے درد اور زکام نما بیماریاں اسی پانی کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہیں اور یہ بیماریاں اس وقت تک ٹھیک نہیں ہوتی ہیں جب تک کہ مریض کو روزانہ مناسب مقدار میں پانی اور پھر خصوصاً لسی کو بطورِ علاج نہ پلایا جائے۔ ایلوپیتھی میں اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

Marfat.com

جسم میں پانی کے کم ہونے سے جو خرابیاں ہوتی ہیں صرف پانی کا پلانا اس کے علاج کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ اس کے علاج کے لئے ضروری ہے کہ آپ مریض کو دن میں کم از کم تین چار گلاس لسی (میٹھی یا نمکین کچھ بھی) پلائیں۔

میں نے بے شمار زکام والوں اور جوڑوں کی تکلیف والوں کا لسی کے ساتھ علاج کیا ہے۔ وہ تقریباً سب کے سب صحت یاب ہو گئے تھے۔

ہماری خوراک میں مصالحے زیادہ ہوا کرتے ہیں جو کہ جسم میں پانی بھی روکتے ہیں، مگر اکثر مصالحے تاثیر میں گرم (پانی کھینچنے والے) ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے سردیوں میں ہمارے جسم میں پانی کم ہو جایا کرتا ہے۔ ہم میں سے بہت زیادہ لوگ سردیوں میں ایک دو گلاس یومیہ سے زیادہ پانی نہیں پیتے۔ اسی وجہ سے ہمیں بے شمار جسمانی کمزوریاں اور پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے لوگوں کو صرف ٹھنڈی تاثیر والی چیزوں اور خصوصاً لسی سے ہی افاقہ ہوتا ہے۔

میں یورپ کی سردیوں میں بھی ہر روز دو تین گلاس پتلی لسی ضرور پیتا ہوں۔

لسی ویسے بھی ہر آدمی کے لئے بہت مفید ہوتی ہے۔ صرف چند ایک لوگوں کو یہ ریشہ یا گیس کرتی ہے۔ یہ لوگ اسے استعمال نہ کریں۔ بلکہ کوئی اور ٹھنڈی تاثیر والی چیز مثلاً دودھ کی کچی لسی جو کہ تین حصہ پانی اور ایک حصہ دودھ پر مشتمل ہو پی سکتے ہیں پھر اسپغول یا بہہ دانہ قسم کی چیز لے لیا کریں۔

کسی بھی لاعلاج بیماری سے چھٹکارا پانے کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ کو یہ یقین ہو کہ آپ اس سے صحت یاب ہو جائیں گے۔ اگر یہ یقین انسان میں ہو تو اللہ کے فضل سے وہ ہر بیماری سے صحت یاب ہو جائے گا۔ اور اسے اوپر بیان کردہ علاجوں کی قسم کا کوئی صحیح علاج مل جائے گا۔ یا چاہے کوئی جدید ٹیکنالوجی اس کی مدد کرے گی۔

Marfat.com

پہلے فقیر پھر پیر بنیں

اسلامی دنیا میں موجود سبھی صوفیاء کے نظام میں پیر کا ہونا اشد ضروری سمجھا جاتا ہے کہ ان میں اس کے بغیر روحانی ترقی کا حصول بے حد دشوار تصور کیا جاتا ہے۔

گو قرآن پاک میں اس کا کوئی ذکر نہیں آیا۔

میں اپنی پچھلی کتابوں میں بتا چکا ہوں کہ روحانی ترقی کے تین طریقے پوری دنیا کے روحانی لوگ استعمال کرتے ہیں۔ یہ تین طریقے مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱) کنسنٹریشن یا مراقبے کی مشق۔

۲) وردوذکر یا الہامی کتابوں کا پڑھنا۔

۳) پیر یا گرو کی مدد۔

میں یہاں پر صرف تیسرے طریقے کے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ روحانی معلومات تو انسان کتابوں سے بھی لے سکتا ہے مگر پیر یا گرو کی افادیت یہ ہوتی ہے کہ انسانی صفات ایک انسان سے دوسرے انسان میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ اگر کسی روحانی انسان یا پیر میں کوئی روحانی صفت مثلاً قبول دعا، روحانی علاج یا کشف وغیرہ آجاتی ہے تو وہ اس کے شاگردوں میں بھی منتقل ہونی شروع ہوجاتی ہے۔

گو اس کی منتقلی کی لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنے پیر یا گرو سے

Marfat.com

متاثر (IMPRESS) ہو۔ ایمپریس نہ ہونے والے کو شاذونادر ہی کوئی فائدہ ہوا کرتا ہے۔

ہمارے یہاں ہر ایسا آدمی پیر کا جانشین سمجھا جاتا ہے جسے اس کا پیر خلافت دیدے۔
پھر ایسے ہر خلیفہ کو پیر سے منسوب صفات کا حامل (کم از کم کچھ نہ کچھ) سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ چیز لازمی نہیں کہ دوسرے میں ٹرانسفر بھی ہوئی ہو۔
بہر حال میری تحقیق میں آیا ہے کہ کچھ صحیح لیول کی روحانی صلاحیتیں رکھنے والے پیر موجودہ دور میں کوئی دو تین فیصد ہی ہیں۔

اس میں مجھے 2009 کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے۔ میں روحانیت میں مصروف اپنے ایک دوست قریشی صاحب سے ملنے غازی مرید حسین کے دربار میں گیا۔
ان کے ساتھ چند اور لوگ بھی موجود تھے ان میں سے ایک لمبے قد کے لمبے سفید بالوں والے کوئی 60 سالہ باریش صاحب جنہوں نے سفید شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ مجھے اٹھ کر ملے اور میرے ہاتھوں کو چوما اور آنکھوں پر بھی لگایا۔ (گویا یہ بات مجھے پسند نہیں ہے)۔

بعد میں تعارف ہوا تو وہ کہنے لگے "میں پنڈی میں فلاں پیر کا مرید تھا میں نو سال ان کا مرید رہا، پھر وہ مجھے تترال فلاں پیر صاحب کے پاس چھوڑ گئے۔ میں 19 یا 23 سال ان کے ساتھ رہا۔

جب انہوں نے کہا اٹھو۔ میں اٹھ گیا، پیر نے کہا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ پیر نے کہا کھانا کھالو میں نے کھالیا ورنہ بھوکا ہی سو گیا۔ مجھے کچھ بھی نہیں ملا۔ میرے بیوی بچے بھی سخت اذیت کا شکار رہے۔ میں ان کو بھی نہ ملا۔ اب میں کہتا ہوں کہ اس دنیا میں خانقاہی نظام سے بڑا استحصالی نظام کوئی نہیں ہے"
اس پر مجھے فیض کا یہ شعر یاد آرہا ہے۔

Marfat.com

ان گنت صدیوں کے تاریک بہیمانہ طلسم
ریشم و اطلس و کمخواب کے بنوائے ہوئے
جا بجا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں جسم
خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہائے ہوئے
لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجئے
اب بھی دلکش ہے تیرا حسن مگر کیا کیجئے
اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

پرانے زمانے میں پیر اپنے خلیفہ کو خلافت دیتے وقت دستار پہنایا کرتے تھے۔ اس پر ایک شاعر کا شعر ہے:۔

دستار کی ہر پور کی تحقیق ہے لازم
ہر صاحب دستار معزز نہیں ہوتا

ہر مرید کو چاہے کہ وہ کسی کو پیر بناتے وقت اس کی روحانی صلاحیتوں کی تحقیق لازمی کرے۔

پیر بننے والے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ پہلے کچھ روحانی صفات کا حامل بنے پھر پیر بنے۔ دوسرے لفظوں میں وہ پہلے فقیر (روحانی صلاحیت رکھنے والا) بنے پھر پیر بنے۔

ہمیں اسلام میں بڑے درجے کے ایسے روحانی لوگوں کا ذکر ملتا ہے جو کہ کسی بھی دوسرے شخص کو اپنی طرح کا (اپنے ہی لیول کا روحانی) بنا سکتے ہیں، روحانیت کی زبان میں ایسے لوگوں کو اکمل کہتے ہیں۔

میں نے اس بات کو بار بار روحانیت کی کتابوں میں پڑھا یہ بات مجھے ہضم نہ

Marfat.com

ہوئی۔ میرے ذہن میں یہ سوال تھا کہ اسلامی روحانیت میں سب سے بڑے لوگ مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (غوث پاک) بھی کیوں ہر پاس آنے والے کو ہر کسی کو اپنے جیسا نہ بنا پائے یا اپنے سے نوے فیصد ہی کیوں نہ بنا پائے۔

حضرت معین الدین چشتیؒ کی بھی مثال اسی طرح کی ہے۔ دوسرے بیشمار بڑے بڑے بزرگوں کی بھی اسی طرح کی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں۔

دراصل ہر انسان میں کچھ شرعی کمزوریاں ہوتی ہیں۔ کچھ بنیادی طور پر کم ایمان ولیقین کے مالک ہوتے ہیں۔

اسی طرح کچھ لوگوں نے اپنے اندر ہر طرح کی موزوں صفات ہونے کے باوجود اپنے ذہن میں اپنی بہت کم سیلف ورتھ بنائی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ بڑے سے بڑے روحانی بزرگ سے مستفید نہیں ہو پاتے۔

میں اس بحث میں گہرا نہیں جاؤنگا، میں ایک سیدھی سی بات کرنا چاہتا ہوں، "آپ کے اندر وہی روح وہی کوالٹی موجود ہے، جو حضرت معین الدین چشتیؒ یا حضرت علی ہجویریؒ کے اندر موجود تھی، اور قرآنِ پاک بھی آپ کے سامنے موجود ہے۔ بس مضبوط و پر یقین ہو کر اس پر عمل کریں"۔

کچھ روحانی ترقی کے بعد اپنی عقل سے دلیل (Logic) کی گرفت کم کریں۔ روحانیت کے شروع دنوں میں (اور عام زندگی میں بھی) عقل کی رہنمائی بڑی ضروری ہے۔ مگر روحانی ترقی کے بعد اس سے دلیل کی گرفت ڈھیلی کرنا سخت ضروری ہوتا ہے ورنہ سالک ہر شے کی ذہنی توجیہہ میں ہی لگا رہتا ہے۔

Marfat.com

فیبئین سوسائٹی

کوئی 1870ء کی بات ہے انگلینڈ میں ایک سوسائٹی کی بنیاد رکھی گئی اس کا نام فیبئن سوسائٹی رکھا گیا۔

انگلینڈ کا مشہور دانشور اور مزاح نگار برنارڈ شا اس کے بنانے والے بنیادی ممبران میں شامل تھا۔

اس سوسائٹی کے بنانے کا مقصد یہ تھا کہ اس دور میں صنعتی ترقی (انڈسٹریل ریوولوشن) کی وجہ سے غریب اور امیر کے درمیان بننے والی خلیج کو کم کیا جائے۔

تھوڑے ہی عرصے میں ہی سوسائٹی کافی پاپولر ہو گئی۔ پھر ایک دن اس کے ممبران نے ایک جلوس نکالا۔

یہ جلوس لندن میں امیروں کے علاقے میں پہنچا تو جلوس میں شامل نوجوان مشتعل ہو گئے اور انہوں نے توڑ پھوڑ شروع کر دی۔

جارج برنارڈ شا اس واقعے سے اتنا دلبرداشتہ ہوا کہ اس نے آئندہ جلوس نہ نکالنے کا تہیہ کر لیا۔

سوسائٹی کی ممبر شپ کو مخصوص رکھا گیا ہر آدمی کو اس میں شامل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ حتیٰ کہ 1927 کا دور جو اس سوسائٹی کا سنہری وقت کہلاتا ہے۔ اس میں بھی اس کے ممبران کی تعداد ساڑھے سات ہزار سے زیادہ نہ تھی۔

Marfat.com

کئی دفعہ یہ تجویز پیش کی گئی کہ اس سوسائٹی کی ممبر شپ کو عام کر دیا جائے مگر سوسائٹی کے عہدیداران نے اس کی سختی سے مخالفت کی۔

پھر 1945 میں ایسا وقت آیا جب چرچل نے یہ کہہ کر انگلینڈ کی وزارتِ عظمیٰ سے یہ کہہ کر استعفیٰ دے دیا، "میں وہ وزیراعظم نہیں بننا چاہتا جو کہ سلطنتِ برطانیہ (GREAT BRITAIN) کی تقسیم پر دستخط کرے"۔

تو اس وقت جس پارٹی نے ڈزرائیلی کی سربراہی میں حکومت بنائی ان میں آدھی تعداد فیبئین سوسائٹی کے ممبران کی تھی۔

ان لوگوں نے انگلینڈ کی کرنسی پاؤنڈ کو دولتِ مشترکہ سے منسلک کر کے (ڈالر نما بنا کر) برطانیہ کے معاشی مستقبل کو بڑی حد تک محفوظ بنا لیا۔ سوشلسٹ خیالات رکھنے والی یہ سوسائٹی دوسری جنگ عظیم کے بعد لیبر پارٹی میں ضم ہو گئی مگر خود غیر فعال ہو گئی۔

میرا یہاں اس سوسائٹی کے بارے میں لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ اس بات کو سمجھیں کہ قومیں چند سال کے اندر تشکیل نہیں پاتیں۔ ان کی تشکیل اسی طرح کی لمبی پلاننگ اور استقلال کا نتیجہ ہوتی ہے۔

اس میں لوگوں کو سیاسی شعور کے ساتھ ساتھ معاشرتی شعور بھی سکھانا ہوتا ہے۔ اس میں اتحاد، تنظیم، ڈسپلن، یونین سازی سب کچھ شامل ہوتا ہے۔ اور ایک نیا کلچر بھی بنایا جاتا ہے۔

(پاکستان کی سیاسی جماعتوں میں صرف جماعت اسلامی والے ہی اسی طرح کی پلاننگ میں مصروف ہیں)۔

Marfat.com

ہمارے کالم نگاروں اور میڈیا کا فضول چلانا

ہمارے ملک میں اخبارات اور ٹیلی ویژن کے پروگرام ہر وقت اس کوشش میں ہیں کہ وہ لوگوں کو یہی دکھائیں کہ پورے ملک میں تباہی ہی تباہی ہو رہی ہے۔ ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ دہشت گردی، فرقہ واریت، لسانیت، صوبہ واریت، نسلی و لسانی تعصب، ہر طرح کی اخلاقی برائیاں، کرپشن، بدعنوانیاں، جھوٹ، دھوکہ، فریب، رشوت خوری، اقربا پروری، جعل سازی، بخل، انسانی حقوق کی پامالی، صنفِ نازک پر تشدد، بچوں کے حقوق کی پامالی، فحاشی و عریانی، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، ناجائز منافع خوری، ذخیرہ اندوزی غرض کے کونسی ایسی برائی ہے جو ملک میں نہ ہو۔

جبکہ انڈیا جیسے ملک میں بھی اسی طرح کے مسائل ہیں۔ وہاں موجود کوئی چوتھائی ضلعوں میں ماؤنواز (نکسل باڑی) تحریک والوں نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ پھر وہاں پر بے شمار صوبوں میں علیحدگی پسندوں کی تحریکیں بھی زوروں پر ہیں۔ مجھے کوئی سال پہلے ایک دفعہ خبر ملی کہ وہاں کے ایک صوبے کے علیحدگی پسندوں نے فوج کی ایک پوری پلاٹون (سو آدمیوں) کو حملہ کر کے مار دیا اور چند ایک فوجی جو زندہ بچے انہیں قید کر کے لے گئے۔ اسی طرح وہاں ایسے ایسے عجیب طرح کے گھناؤنے جرائم ہوتے ہیں۔ جن کی باہر دنیا والوں کو خبر تک نہیں۔

Marfat.com

لیکن انڈین میڈیا ایسے چیزوں کو دکھانے سے پہلوتہی کرتا ہے اور وہ پوری دنیا اور خصوصاً ہندوستانی لوگوں کے ذہن میں یہ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے کہ انڈیا ایک بڑا پرامن اور ترقی یافتہ، مہذب ملک ہے۔

جبکہ ہمارا میڈیا اس کوشش میں ہے کہ پاکستان کو دنیا میں خراب ترین ملک دکھائیں۔ جہاں پر دنیا کے سب سے وحشی لوگ رہتے ہیں۔

ہمارے میڈیا کے لوگوں کے پاس اکثر ان سب مسائل کا کوئی حل نہیں ہوتا، بلکہ وہ مسائل اچھال اچھال کر اپنا کاروبار بڑھاتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ لوگ اسی طرح کی خبروں کو دیکھنا پسند کرتے ہیں۔

حالانکہ میڈیا کو چاہئے کہ پرامیدی اور تعمیری قسم کے واقعات اور پروگراموں کو بھی لازمی دکھایا کریں۔ انہوں نے منفی چیزوں کو دکھا دکھا کر لوگوں کی سوچ کو ہی منفی کر دیا ہے۔

میں مختصر ترین لفظوں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب تک اس ملک میں انصاف نہ آیا کوئی مسئلہ بھی حل نہیں ہوگا اور انصاف میں بھی دنیا کا بہترین انصاف جو کہ مفت اور فوری ہے وہ صرف اسلامی طرزِ انصاف ہے۔

اس انصاف کے آنے سے پانچ برسوں کے اندر اندر انشاء اللہ پاکستان دنیا کے مضبوط ترین اور اہم ترین ملکوں میں شامل ہو جائے گا۔

Marfat.com

یورپ میں پاکستانی تارکینِ وطن کے مسائل

یورپ میں پاکستانی تارکین وطن زیادہ تر 70 کی دہائی میں گئے تھے۔ان میں ان کی سب سے بڑی تعداد انگلینڈ میں مقیم ہے۔

میں پچھلے تین چار برس میں کافی وقت انگلینڈ میں رہتا رہا ہوں۔ مجھے وہاں پر پاکستانی تارکینِ وطن کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو دیکھنے کا موقع ملا ہے۔

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ انگلینڈ میں (بلکہ باقی یورپ میں بھی) امن و امان کی صورتحال پاکستان کی نسبت کئی گنا بہتر ہے اور وہاں پر رہنے والے پاکستانی تارکینِ وطن پاکستان میں موجود عام لوگوں کی نسبت زیادہ بہتر مالی حالات میں ہیں۔

مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہاں پر رہنے والے پاکستانی لوگوں کی بہت بڑی تعداد اندرونی سکون اور خوشی سے محروم ہے۔زیادہ تر لوگ سخت پریشر میں رہتے ہیں۔

اس کی ایک بڑی وجہ تو ان کی اولاد پر یورپ کی مغربی ''تہذیب'' کے رنگ کا چڑھنا ہے۔

لیکن اس کے بعد ایک اور دباؤ ان پر یہ بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے پاکستان میں موجود رشتہ داروں سے مالی معاملات میں مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔پھر انہوں نے انگلینڈ میں موجود اپنے رشتہ داروں سے بھی مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔

Marfat.com

پاکستان میں موجود لوگ بھی اب بہت امیر ہوتے جا رہے ہیں اور انگلینڈ والوں کا ان سے مقابلہ مشکل تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

انگلینڈ اور یورپ والے جب 1970 کی دہائی میں پاکستان آیا کرتے تھے، تو یہاں کے لوگ جیسے انہیں جنت سے آیا ہوا سمجھتے تھے۔

اب یہاں کے امیر لوگوں کو یہ بتانا کہ ہم مغرب سے آئے ہیں اپنی ویلیو ڈاؤن کرنے کے مترادف ہے۔

انگلینڈ میں موجود پاکستانیوں کی چوتھی نسل اب بڑی ہو رہی ہے۔ یہ فطری بات ہے کہ ان کے بچوں پر اس ملک کے کلچر کا رنگ چڑھے۔ کیونکہ بچوں نے تعلیم وہاں کے سکولوں میں ہی حاصل کرنی ہوتی ہے۔ مگر ایک بات بڑی پر امید ہے کہ وہاں موجود نئی نسل کی خاصی بڑی تعداد دینِ اسلام کی طرف راغب ہے۔

وہاں پر رہنے والے پاکستانیوں نے اپنے بچوں کو مغربی اثرات سے روکنے کی مختلف تدبیریں ڈھونڈی ہیں، مثلاً مجھے گجر خان کا ایک لڑکا ہالینڈ میں ملا جس کی باقی فیملی انگلینڈ میں رہتی تھی۔

اس نے بتایا کہ اس کی فیملی سب بچوں کو پاکستان بھیج دیتی ہے اور پھر لڑکے سولہ ستارہ سال کی عمر کے بعد یورپ واپس آسکتے ہیں اور لڑکیاں شادی کے بعد۔

یورپ میں پاکستانی تارکینِ وطن کے بچوں کو کنٹرول کرنے کی ایک اچھی ترکیب مجھے میرے ایک بہت اچھے دوست فاروق راجپوت (بیلجئیم، حالیہ مقیم اسلام آباد) نے بتائی ہے جو اس طرح ہے:۔

والدین کو چاہیئے کہ اپنے بچوں پر تیرہ سے سترہ سال تک صحیح نظر رکھیں اور مہینے میں ایک آدھ بار ان کے اساتذہ سے بھی مل لیا کریں۔ بچوں کو اس کی خبر ہونی چاہیئے کہ ان کے والدین اساتذہ سے ملتے رہتے ہیں۔ یہ معلوم ہونے کے بعد بچے کنٹرول میں رہتے ہیں۔

Marfat.com

خود میرا خیال یہ ہے کہ یورپ میں موجود نئی نسل کے پاکستانی النسل بچوں کو دو ہی چیزیں مغربی کلچر سے بچا سکتی ہیں۔ پہلی یہ کہ والدین اچھے کردار کے ہوں اور بچوں سے ذہنی طور پر زیادہ تیز ہوں۔

اگر بچے والدین سے کچھ سوال کرتے ہیں تو والدین کو اس قابل ہونا چاہیئے کہ وہ انہیں تسلی بخش جواب دے سکیں، ورنہ بچے کنفیوز ہو کر باہر کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ دوسری چیز مذہب ہے۔ جو بچہ بھی مذہبی ہو جائے وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

یورپ میں رہنے والے پاکستانی تارکینِ وطن کا ایک بڑا مسئلہ بچوں کی شادی بھی ہے۔ زیادہ تر لوگ اپنے بچوں کی شادی پاکستان رشتہ داروں میں کرنا چاہتے ہیں۔

مگر اس میں مسئلہ یہ ہے کہ پاکستان میں موجود لڑکیاں تو شادی کے بعد اپنے خاوند سے نباہ کی پوری کوشش کرتی ہیں، ان پر فیملی کا دباؤ ہوتا ہے۔ فیملی والے انہیں عزت کا واسطہ دے کر خاوند کے ساتھ رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔

جبکہ یورپ میں لڑکیوں پر ایسا کوئی دباؤ نہیں ہوتا۔ وہاں کی شادی میں میاں بیوی کی انڈرسٹینڈنگ اور دوستی ہونا بڑا ضروری ہوتا ہے۔ یہ چیز نہ ہو تو وہاں کی جانے والی شادی تھوڑے ہی عرصے میں علیحدگی اور طلاق پر اختتام کرتی ہے۔

شادی میں اگر لڑکا پاکستان سے آئے تو وہاں بڑی ہونے والی لڑکیاں وہاں کا ماحول سمجھ کر وقتی طور پر لڑکے سے آگے ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے بھی شروع سے ہی گھر میں کھنچاؤ چل پڑتا ہے۔

میں نے انگلینڈ میں یہ بھی دیکھا ہے کہ جس لڑکی کی شادی بیس برس کی عمر سے پہلے ہو جائے وہ صحیح رہتی ہے۔ ورنہ یہ لڑکیاں اکیلا رہنا سیکھ لیتی ہیں۔

میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اگر پاکستان میں ہی کوئی نوجوان پچاس ساٹھ ہزار ماہانہ کما لے اور اس کا اپنا گھر بھی ہو تو وہ یورپ والے لوگوں کی نسبت یہاں بہت بہتر زندگی گزار

Marfat.com

سکتا ہے۔

بڑے شہروں میں موجود لوگ ایک سے ڈیڑھ لاکھ ماہانہ کما لیں تو انہیں کسی صورت میں مغرب میں نہیں جانا چاہیے۔

پاکستان میں آپ کو گھر میں ملازم، کک، ڈرائیور اور صفائی کرنے والے مل جاتے ہیں۔ مغرب میں موجود نوجوانوں کے وقت کا بڑا حصہ اپنے بچوں کو سکول لے جانے اور لانے میں صرف ہوتا ہے۔

مغرب میں موجود 90 فیصد امیر پاکستانی باشندوں نے اپنے پیسے پراپرٹیز وغیرہ خرید کر اور انہیں مہنگا بیچ کر بنائے ہیں۔ اب وہاں اکنامک کرائسس کی وجہ سے حالات ایسے ہیں کہ پراپرٹیاں خریدنے والوں کے کپڑے بھی اتر جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اب مغرب میں بھی جلد پیسے بنانے خاصے مشکل ہو گئے ہیں۔

پھر مغرب میں اکثر باپ بھی کام کر رہا ہوتا ہے اور ماں بھی۔ بیٹا علیحدہ کام کر رہا ہے اور بیٹی علیحدہ۔

فارغ وقت وہاں لوگوں کے پاس بہت کم ہوتا ہے۔ کیا زندگی اسی مشینی طرز زندگی کا نام ہے۔

Marfat.com

کیا مستقبل شناسی ممکن ہے

میرے ذہن میں بڑے عرصے تک یہ سوال اٹھتا رہا کہ کیا مستقبل شناسی ممکن ہے یا نہیں اور اگر ممکن ہے تو یہ کس حد تک صحیح ہو سکتی ہے۔

میرا کوئی دس سال سے زیادہ عرصہ ہالینڈ میں دست شناس اور روحانی معالج کی حیثیت سے گزرا۔ اس دوران ہزاروں غیب دانوں کے ماہرین سے واسطہ رہا۔ ان میں سے بہت سوں کے پاس میں امتحاناً گاہک کی حیثیت سے بھی گیا۔

ان میں یورپ اور امریکہ (جنوبی و شمالی امریکہ) ملکوں کے لوگوں کے علاوہ ہندوستان اور ایشیاء کے غیب دانی کے ماہرین شامل تھے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے بہت حد تک صحیح طور پر مختلف لوگوں کو حالات بتائے۔ مگر یہی لوگ کچھ دوسرے لوگوں کو یہی کچھ بتانے میں ناکام بھی رہے یا کم از کم ان کے اندازے زیادہ صحیح نہ تھے۔

Marfat.com

ایک دلچسپ بات میں نے یہ بھی دیکھی کہ ایک ساؤتھ امریکہ کا ہندوستانی النسل غیب دان آنکھیں بند کر کے حالات بتاتا تھا۔اس نے ماضی کے حالات حیرت انگیز حد تک صحیح بتائے۔گو مستقبل کے حالات صحیح نہ نکلے یا خاصی حد تک غلط نکلے،مگر ماضی کے بارے میں بتائی گئی باتیں حیرت انگیز حد تک صحیح تھیں۔وہ یہ کیسے معلوم کر لیتا ہے جبکہ برسوں میں ملنے والے سینکڑوں دوسرے لوگ اس سے آدھی باتیں بھی صحیح نہیں بتا پائے تھے جب میں اپنے دوسرے دوست کو وہاں لے کر گیا تو وہ اسے ماضی کے بارے میں کچھ خاص باتیں نہ بتا پایا۔

مجھے بعد میں پتا چلا کہ وہ میری روحانی انرجی کی مدد سے ہی وہ میرے متعلق باتیں بتا لیتا تھا۔جبکہ میرا دوسرا دوست اس انرجی سے محروم تھا۔اس لئے وہ اسے کچھ خاص نہ بتا پایا تھا۔پھر دوسرے کچھ لوگوں کے ساتھ بھی وہ کامیاب نہ رہا۔

ماضی میں مستقبل شناسی کے سارے بڑے بڑے ماہرین پر جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں وہ تقریباً سب کی سب کاروبار نقطہ نظر سے تھیں۔اس کی وجہ سے ان حضرات کی پیشن گوئیوں کو بالکل صحیح بتانے کی کوشش کی گئی۔اس کی وجہ پبلشروں کی اپنی کتابوں کی سیل بڑھانا تھی۔(یعنی کوئی سوفی صد صحیح نتائج والی)۔

ماضی میں مستقبل شناسی کے بڑے بڑے ماہرین میں فرانس کے نوسٹر ڈیمس ،امریکہ کے ایڈگر کیس،جین ڈکسن اور آئرلینڈ کے کیرو کے نام قابلِ ذکر ہیں۔مسلمانوں میں دہلی (انڈیا) کے شاہ نعمت اللہ ولی کی پیشن گوئیاں بڑی مشہور ہیں۔

کتابوں میں تو نوسٹر ڈیمس کی پیشن گوئیوں کو سو فیصد صحیح بتایا گیا جبکہ نوسٹر ڈیمس کی اصل پیشن گوئیاں ایک مہمل قسم کی شاعری پر مشتمل ہیں۔ان کی تشریح سب لوگوں نے اپنے اپنے طور پر کی۔بلکہ بہت سے واقعات رونما ہونے کے بعد انہیں اس کی شاعری سے زبردستی جوڑ دیا گیا۔ہٹلر نے بھی اسے اپنے پراپیگنڈا میں استعمال کیا۔نوسٹر ڈیمس 14 دسمبر 1503 کو فرانس میں پیدا ہوا۔1566 میں 62 سال کی عمر میں وفات

Marfat.com

پائی۔ اگر وہ ایسا ہی زبردست پیشن گو تھا تو پھر اس کے بیوی اور بچے AGEN کے طاعون میں کیسے مر گئے، وہ انہیں کیوں نہ بچا سکا۔ اسی طرح اسنے فرانس کے بادشاہ ہنری ڈوم کی ملکہ کیتھرین کے تمام بچوں کی پیشنگوئی کی کہ وہ سب بادشاہ بنیں گے۔ مگر ان میں سے فرانسوئس بادشاہ بننے سے پہلے ہی مر گیا۔ جبکہ باقی سب یکے بعد دیگے بادشاہ بنے۔ گو وہ زبردست پیشن گو تھا مگر سو فیصد صحیح اس کی پیشن گوئیاں بھی نہیں تھیں۔

جس وقت نوسٹر ڈیمس پیشنگوئی کر رہا تھا، اسی وقت ایک دوسری عورت مدر شپٹن جو 1488 میں پیدا ہوئی اور 1561 میں فوت ہوئی۔ مدر شپٹن نے پیشنگوئیوں کے قطعے میں بتایا۔ گھوڑوں کے بغیر گاڑیاں چلیں گی، آنکھ جھپکنے کی دیر میں سوچیں دنیا کے گرد اڑیں گی۔ انسان پہاڑوں پر سواری کریں گے اور ان کے نیچے کوئی گھوڑا نہیں ہوگا، انسان زیر آب چلیں پھریں گے، سواری کریں گے، سوئیں گے باتیں کریں گے، انسان ہواؤں میں دکھائی دیں گے، سفید، کالے اور سبز رنگ کا لوہا پانی میں تیرے گا جیسے کشتی تیرتی ہے۔ ایک ایسی دنیا میں سونا ملے گا جو ابھی تک کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اس قطعہ میں نے اس صدیوں بعد کے واقعات میں اس نے لندن کی عظیم آتشزدگی کی بھی پیشنگوئی کی جو صحیح ثابت ہوئی تھی۔ ایجادوں، کاروں، ٹیلی گراف کے نظام، انٹرنیٹ، غوطہ خوری کے لباس، آبدوزوں، تیرنے والی مشینوں، جنوبی افریقہ میں سونے کی دریافت وغیرہ کی پیشنگوئیاں کر دیں۔ نوسٹر ڈیمس کے برعکس اس کی مستقبل کی پیشنگوئیاں واضح الفاظ میں اور کلئیر تھیں۔

لیونارڈ ڈاونچی جو کہ اٹلی میں 15 اپریل 1452 میں پیدا ہوا اور 2 مئی 1519 میں فوت ہوا۔ لیونارڈ ڈاونچی کی زیادہ شہرت تو اس کی دو تصویروں مونا لیزا اور لاسٹ سپر کی وجہ سے ہے۔ مگر لیونارڈ ڈاونچی نے مستقبل بعید میں ہونے والی بہت سی ایجادوں کی تصویریں بنائی تھیں۔ ان میں سائیکل، ہیلی کاپٹر، فوٹو کیمرہ، ہوائی جہاز اور سینکڑوں دوسری ایجادوں کی تصویریں بھی تھیں۔

Marfat.com

کیا یہ ایک عجیب اتفاق نہیں کہ نوسٹر ڈیمس، مدر شپٹن اور لیونارڈ ڈاونچی ایک ہی دور کی پیداوار تھے۔ ان تینوں نے مستقبل کی پیشنگوئیاں خاصی کامیابی کے ساتھ کیں۔ یہ تینوں عظیم پیشنگو ایک ہی دور میں زندہ تھے۔ یہ اجتماعی لاشعور (جسے اسلامی تصوف میں عالمِ مثال کہا جاتا ہے) کے تحت ایک ہی دور میں ایسی ہستیوں کے پیدا ہونے اور ایک ہی قسم کے خیالات رکھنے کی بڑی عمدہ مثال ہے۔ لیکن اگر ہم اس سے بہت پہلے بھی ماضی میں دیکھیں تو 586 ق م میں یروشلم میں عراقیوں کے ہاتھوں ہیکلِ سلیمانی کے تباہ ہونے اور یہودیوں کا یہ مذہبی و روحانی سنٹر ختم ہونے کے بعد پوری دنیا میں بہت سارے پیغمبر اور مصالح پیدا ہوئے۔ جیسے زرتشتش، مہاویر، بدھ، کنفیوشس سب ایک ہی دور کی پیداوار تھے۔

کتاب میں پیچھے لکھے گئے واقعے میں تیمور اور اس ہندو براہمن کا واقعہ بھی یہ بتاتا ہے کہ اس براہمن کو بہت کچھ معلوم ہو جاتا تھا۔ مگر اپنے بارے میں معلوم نہیں ہوتا تھا۔

قرآنِ پاک میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت خضرؑ نے کشتی توڑی، ایک دیوار تعمیر کی، پھر ایک بچے کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ جیسے اولعزم رسول بھی ان واقعات کی خفیہ وجوہات معلوم نہ کر سکے۔

لیکن کیا حضرت خضرؑ کو اپنے بارے میں بھی ہر ایک شے معلوم ہو جاتی تھی۔ اس بارے میں قرآنِ پاک خاموش ہے۔

رسولِ پاک ﷺ کی زندگی کے بھی کئی واقعات ہیں جس میں انہیں مستقبل کے واقعات کا علم نہ ہو سکا۔

جیسے ایک دفعہ ایک کافر نے آ کر رسولِ پاک ﷺ سے کہا، "آپ ﷺ کچھ صحابہ میرے ساتھ بھیج دیں کہ ہو سکتا ہے میرے قبیلے کے لوگ بھی مسلمان ہو جائیں"۔

رسولِ پاک ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو اس کے ساتھ بھیج دیا۔ مگر اس کافر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ان سب صحابہ کو شہید کر دیا۔

Marfat.com

اسی طرح جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو آپ ﷺ نے سب صحابہؓ سے بعیت لی۔ آپ ﷺ کو صحیح واقعہ معلوم نہیں ہوا تھا۔

اس طرح جب مشرکوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان لگایا تو بریت کی آیت آنے میں ایک مہینہ لگا۔ اس دوران آپ ﷺ بڑے متفکر بھی رہے۔ اگر آپ ﷺ کو غیب کا علم ہوتا تو آپ ﷺ فوراً ہی نہ بتا دیتے کہ حقیقت کیا ہے۔

.یہودیوں کیطرف سے اصحاب کہف اور سکندر ذولقرنین کے سوال کی صورت میں جب آپ نے انشاءاللہ نہ کہا تو کئی ہفتے وحی کا انتظار کرنا پڑا۔

بات دراصل یہ ہے کہ رسولوں کا کام وحی الہی کی صورت میں الہامی کتابوں کی تکمیل تھا۔

قرآنِ پاک میں صاف لکھا ہے کہ صرف اللہ ہی سوفیصد غیب کا علم جانتا ہے۔

قرآنِ پاک میں ہے، "اے رسول کہہ دیں کہ مجھے غیب کا کوئی علم نہیں، میں اگر غیب جانتا تو اپنے لئے بہت سا نفع اکٹھا کر لیتا۔ مجھے تو وہی کچھ معلوم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ مجھے بتاتا ہے"۔

اس آیت میں ایک بڑی دلچسپ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر کسی کو غیب کا سوفیصد علم ہو تو وہ دوسرے لوگوں سے بہت زیادہ ترقی کر جائے اور جس قوم کو غیب کا علم ہو وہ ساری دنیا میں آگے چلی جائے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قوموں کو ترقی کے لیئے الہامی کتابوں میں موجود ابدی قوانین پر عمل کو ترقی کا راز اور سبق قرار دیا ہے۔

یہاں پر میں اسرائیلیات میں بیان ایک کہانی آپکو سنانا چاہتا ہوں۔ ایک شخص نے حضرت موسیٰؑ سے جانوروں کی بولی سیکھنے کی درخواست کی حضرت موسیٰ نے اسے کہا "تم زبان مت سیکھو تم اس سے نقصان اٹھاؤ گے"

مگر وہ بضد رہا کہ اسے زبان سیکھنی ہے اس پر تنگ آکر حضرت موسیٰ نے اسے وہ

Marfat.com

زبان سکھادی۔

وہ شخص بڑا خوش خوش اپنے گھر گیا، وہاں پر اس نے اپنے کتے کو کھانے کے لئے روٹی کا ایک ٹکڑا ڈالا۔ اس کے گھر میں ایک مرغا بھی موجود تھا، کتے سے پہلے ہی مرغے نے وہ ٹکڑا اٹھایا اور کھا گیا۔ کتے نے مرغے سے یہ سوال کیا کہ تم تو کیڑے مکوڑے اور گھاس پھوس کھا لیتے ہو، تم نے میری روزی پر یہ ڈاکہ کیوں ڈالا ہے؟۔

اس پر مرغے نے کہا ''تم فکر کیوں کرتے ہو؟ میرے مالک کی بکری مرنے والی ہے کل وہ مر جائے گی تو تم کئی دن مزے سے اسے کھانا''۔

جب اس شخص نے یہ بات سنی تو اس نے وہ بکری لے جا کر بازار میں بیچ دی۔ دوسرے دن وہ بکری مر گئی تو وہ شخص بڑا خوش ہوا کہ اب جانوروں کی بولی سیکھ کر وہ نقصان سے بچ گیا ہے۔

اس نے واپس آ کر پھر کتے کو روٹی ڈالی تو کتے سے پہلے پھر مرغے نے اسے اُچک لیا۔ کتا مرغے سے کہنے لگا ''تم ایسے لالچی جانور ہو کہ سب کچھ چوری کر کے بھی کھا جاتے ہو، آخر میں کہاں سے کھاؤں؟''

اس پر مرغے نے جواب دیا ''کل میرے مالک کا گدھا مرنے والا ہے تمہارے کئی دنوں کے کھانے کا بندوبست ہو جائے گا''۔

جب مالک نے یہ بات سنی تو اس نے گدھے کو بھی بازار میں لے جا کر بیچ دیا۔ وہ گدھا دوسرے دن مر گیا۔

اس شخص نے آ کر پھر کتے کو روٹی کا ایک ٹکڑا ڈالا تو مرغے نے حسب معمول پھرتی دکھائی اور وہ ٹکڑا اٹھا کر کھا گیا۔ جب کتے نے اس سے گلہ کیا تو مرغا کہنے لگا ''تم بالکل فکر مت کرو میرے مالک کی گائے مرنے والی ہے۔ تمہارے مہینے بھر کے کھانے کا بندوبست ہوا چاہتا ہے''۔

Marfat.com

جب اس شخص نے یہ بات سنی تو اس نے گائے لے جا کر بازار میں بیچ دی۔ گائے اگلے دو تین دن کے اندر اندر مرگئی اور وہ شخص اس پر بھی بڑا خوش ہوا۔

اس نے پھر گھر آ کر کتے کو روٹی ڈالی تو اس دفعہ بھی مرغے نے وہ روٹی چوری کر لی۔ کتا سخت عاجز ہو کر کہنے لگا "آخر تم مجھے کچھ کھانے بھی دو گے؟" اس پر مرغے نے جواب دیا "میرے مالک کا ایک بڑا قیمتی گھوڑا ہے وہ بالکل مرنے لگا ہے، تمہارے کئی مہینوں کا راشن تیار ہے، اس لئے میرے روٹی کھانے پر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے"۔

جب اس شخص نے یہ سنا تو اس نے گھوڑا لے جا کر بھی بازار میں بیچ دیا۔ وہ گھوڑا بھی مر گیا۔

اس شخص نے گھر آ کر پھر کتے کو روٹی ڈالی تو وہ لالچی مرغا وہاں موجود تھا اس نے وہ روٹی بھی اُچک لی، کتے نے سخت عاجز ہو کر پھر اس سے گلہ کیا تو مرغا کہنے لگا "ہمارا مالک اگلے چند دنوں میں مرنے والا ہے، اگر یہ بکری کو نہ بیچتا تو یہ اس کا نقصان ہوتا مگر یہ اس کی جان بخشا دیتا مگر ہمارے مالک نے وہ بکری بیچ دی، اسکے بعد وہ گدھا اس کے گھر میں مر جاتا تو یہ نقصان بھی اس کی جان کا صدقہ تھا لیکن ہمارے مالک نے اسے بھی بیچ دیا، پھر اسکے بعد گائے مرنے والی تھی اگر وہ گائے اسکے گھر مر جاتی تو اس شخص کی جان بچ سکتی تھی مگر وہ گائے بھی اس نے بیچ دی۔ اسکے بعد وہ گھوڑا ہی ایک ایسی چیز تھا جو کہ اس کی جان کا صدقہ تھا، لیکن ہمارے بے وقوف مالک نے وہ گھوڑا بھی بازار لے جا کر بیچ دیا۔ اب صرف اسی کی جان رہ گئی ہے اور اسکے بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔

جب اس شخص نے یہ سنا تو وہ بھاگا بھاگا حضرت موسیٰؑ کے پاس گیا اور کہنے لگا "میری جان بچائیں" اس پر حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا میں نے تمہیں کہا تھا کہ جانوروں کی بولی مت سیکھو، اب اپنے لالچ کی وجہ سے تم خود اپنے دام میں آ گئے ہو۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

وہ شخص چند دن کے اندر اندر مر گیا۔

یہ کہانی اسرائیلیات میں سے ہے اور مجھے اس کے صحیح ہونے پر شک ہے۔ مگر صدقے کا فائدہ اسلام میں واضح طور پر بتایا گیا ہے۔ عام اصول یہ ہے کہ کوئی نقصان ہونے کا مطلب ہمارے لئے وارننگ ہے تاکہ ہم اپنی کمزوریاں معلوم کریں اور انہیں صحیح کر لیں اور بڑے نقصانات سے بچ جائیں۔

غیب کے معنی چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اسلام میں یہ سوال کہ قیامت کب آئے گی اعمال کے دنیاوی نتائج معلوم ہونے کو بھی غیب کہا گیا ہے اس کا سو فیصد علم صرف اللہ کو ہی ہے۔ مگر عام زبان میں غیب کا علم چار چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

1۔ کسی کے دل کی بات بتا دینا۔

2۔ کہیں دور فاصلے پر ہونے والی بات بتا دینا۔

3۔ ماضی کی ایسی بات بتا دینا جس کا بتانے والے کو بظاہر علم نہ ہو۔

4۔ مستقبل کی باتیں بتا دینا۔

ماضی، کہیں دور یا کسی کے دل کی بات بتا دینا اس کا سو فیصد صحیح ہونا ممکن ہی نہیں۔ گو اُن باتوں کا علم ہو سکتا ہے جو چیزیں اس وقت دنیا میں یا آپ کے ذہن میں موجود ہوتی ہیں۔ جبکہ مستقبل ابھی وجود میں نہیں آیا ہوتا۔

مستقبل تو آپ کے اعمال کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ آپ نے صدقہ دیا مستقبل تبدیل ہو گیا۔ آپ نے دعا کی، مستقبل تبدیل ہو گیا۔ آپ کے انرجی لیول کے تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کا مستقبل بھی تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

پاکستان میں اور باہر بھی بے شمار کشف کی باتیں بتانے والوں کو ملنے کے بعد معلوم ہوا کہ ایک آدھ ہونے والی چیز کو بتانے میں اگر ان کا اندازہ صحیح ہو سکتا ہے مگر مستقبل کی پیش گوئیاں عام لوگوں کے کرنے کی صورت میں انسان کی روحانیت بھی کم ہونے لگ پڑتی ہے۔ اور اس کی بتائی

Marfat.com

ہوئی باتیں بھی آہستہ آہستہ کم صحیح ثابت ہونے لگ پڑتی ہیں۔ ساٹھ فیصد صحیح سے زیادہ نتائج بہت کم لوگوں کے ہوا کرتے ہیں۔

پاکستانی نوسٹرڈیماس:۔ یہ واقعہ میرے ایک دوست آصف کے ساتھ کوئی 2007ء میں پیش آیا۔ آصف اپنے ایک دوست کے ساتھ اسلام آباد بلیو ایریا میں فضل حق روڈ پر جا رہا تھا۔ راستے میں انہیں زنجیریں پہنے ہوئے ایک ملنگ ملا۔ اس نے آصف کے دوست کو اس کے ماں باپ کا نام بتایا، پھر اس کے بھائیوں اور بہنوں کے نام بتانے لگ پڑا۔

آصف خود عقیدے کے حساب سے بڑا کٹر قسم کا ''وہابی'' ہے لیکن وہ یہ سن کر بڑا حیران ہوا کہ بھائیوں کے نام تو پاس پڑوس میں کوئی جان سکتا ہے لیکن بہنوں کے نام اس ملنگ کو کہاں سے معلوم ہوئے؟ جبکہ وہ اس علاقے میں نہیں رہتے تھے۔

اسکے بعد وہ ملنگ اسکے دوست کو کہنے لگا ''تم بری امام کے لنگر کے لئے پیسے دو'' آصف کے دوست نے کوئی دو، تین سو روپے نکال کر اس ملنگ کو دیئے۔ اس کے بعد وہ ملنگ آصف سے کہنے لگا تم بھی لنگر کے لئے پیسے دو۔

آصف نے جیب سے کوئی ساٹھ، ستر روپے نکالے اور ملنگ کو دے دیئے۔ ملنگ کہنے لگا، مجھے اور پیسے دو!

اس پر آصف نے جواب دیا ''میرے پاس یہی پیسے ہیں'' گو آصف کے پاس تقریباً 6 ہزار روپے موجود تھے۔ اس پر ملنگ کہنے لگا نہیں تمہارے پاس اور پیسے بھی ہیں۔ لیکن آصف بضد رہا کہ اس کے پاس اور پیسے نہیں ہیں۔

اسکے بعد ملنگ نے آصف کے دوست کو کہا کہ وہ سڑک پر پڑے ہوئے ایک لکڑی کے کریٹ کے چھوٹے سے ٹکڑے کو اٹھا کر اسے دے۔ آصف کے دوست نے وہ ٹکڑا اٹھا کر

Marfat.com

ملنگ کو دے دیا۔ ملنگ نے کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا اور انہیں اس لکڑی کو کھانے کے لئے کہا۔ ان دونوں نے اسے چکھا تو وہ برفی تھی۔

اس کے بعد اس ملنگ نے آصف کے دوست کو کہا ''وہ سامنے درخت سے ایک چھپٹی اتار کر مجھے دو''

جب وہ چھپٹی اتار کر اسے دی گئی تو اس نے اس پر کچھ پڑھا اور انہیں اس چھپٹی کے کھانے کو کہا۔ ان دونوں نے اسے چکھا تو وہ پستہ تھا۔

اس کے بعد ملنگ آصف سے بھی لنگر کے پیسے مانگنے پر ضد کرنے لگا۔ آصف کے دوبارہ انکار کرنے پر اور ملنگ کو سیریس نہ لینے پر وہ ناراض ہو گیا اور بغیر نام پوچھے آصف کا نام لے کر کہنے لگا ''آصف فقیروں سے مذاق صحیح نہیں ہوتا'' یہ سن کر آصف بھی پاؤں سے نکلنے لگ پڑا۔ ابھی یہ بحث جاری تھی کہ ایک پجیرو پاس آکر رکی اور اس میں سے ایک پٹھان نکلا ۔ وہ پٹھان نکل کر اس ملنگ کو گھورنے لگ پڑا۔ پھر جھپٹ کر اسے پکڑ لیا اور کہنے لگا ''حرام زادے تمہاری داڑھی کہاں ہے''

اس پر آصف اور اس کے دوست نے پٹھان کو ٹوکا اور اس سے اتنے غصے ہونے کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا ''میں اس حرام زادے کو تین ہفتے سے ڈھونڈ رہا ہوں، یہ مجھے ملا اس نے میرے ماں باپ کا نام بتایا، پھر میرے بہن بھائیوں کا نام بتایا، پھر مجھے کہنے لگا، میں تمہارے پیسے دگنے کر سکتا ہوں۔ میرے پاس جیب میں تیس، بتیس ہزار روپے موجود تھے اور ایک راڈو گھڑی بھی تھی۔ یہ حرامی مجھے کہنے لگا تم پیسے اور گھڑی اپنے ہاتھ میں پکڑو اور فلاں دعا پڑھنی شروع کر دو۔ پیسے ڈبل ہو جائیں گے، یہ سب کچھ آنکھیں بند کر کے کرنا ہے۔

میں نے آنکھیں بند کر کے وہ دعا پڑھنی شروع کر دی۔ چند منٹ کے بعد مجھے محسوس

Marfat.com

ہوا کہ میرے آس پاس کوئی بندہ موجود نہیں ہے۔ تو میں نے آنکھیں کھول لیں، دائیں بائیں دیکھا تو یہ ملنگ جا چکا تھا۔ اس پر میں تے خدا کا شکر ادا کیا کہ میرے پیسے تو میرے ہاتھ میں ہیں، مگر جب میں نے اپنے ہاتھ پر نظر ڈالی تو اس میں کاغذ کے ٹکڑے تھے۔ پیسے اور گھڑی دونوں چیزیں یہ حرامی لے کر رفو چکر ہو چکا تھا۔ اب بڑی مشکلوں کے بعد یہ مجھے ملا ہے"۔

یہ سب کچھ سن کر وہ ملنگ بڑے آرام سے کہنے لگا "چلو میرے ساتھ، میں تمہارے پیسے بری امام چل کر تمہیں دیتا ہوں اور راڈو گھڑی کا مجھے کوئی پتہ نہیں ہے"۔

وہ پٹھان کہنے لگا نہیں! میں نے تمہیں تھانے میں بند کروانا ہے۔

اس پر ہم نے بھی پٹھان کو کہا "خان! جب یہ تمہیں پیسے دے رہا ہے تو تم کس جھنجھٹ میں پڑ رہے ہو"۔

اس پر وہ پٹھان کہنے لگا، مجھے پیسوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں نے اس کو لازمی تھانے میں بند کروانا ہے۔

اس پر ہم نے پٹھان کو کہا کہ ٹھیک ہے تم اسے لے جاؤ۔ اس پر پٹھان کہنے لگا "تم دونوں بھی میرے ساتھ آؤ۔ یہ حرامی جادوگر ہے، یہ پیچھے گاڑی میں سے غائب ہو جائے گا"۔

پھر آصف اور اس کا دوست دونوں پٹھان کے ساتھ گئے اور اس ملنگ کو جا کر تھانے میں جمع کروا دیا۔

قلندر یہاں پر ہنس کر کہہ رہا ہے "اسکے بعد کیا ہوا ہوگا۔ غالباً دو گھنٹے کے بعد وہاں کا تھانیدار بھی اس ملنگ کی ٹانگیں دبا رہا ہوگا اور کہہ ہوگا کہ بابا جی ایک نظر کرم کی مجھ پر بھی کریں"۔

Marfat.com

جو لوگ اپنا مستقبل جاننے کے لیے متجسس ہیں میری ان کو نصیحت یہ ہے کہ اپنے اہم کام کے لیے لازمی استخارہ کریں پھر وردو وظائف اور نوافل سے اپنی نورانیت اور روحانیت کو جگائیں اور سوچ مثبت رکھیں پھر ہر قسم کی خوش قسمتی اور ضرورت کی ہر ایک چیز خود بخود دانکومل جایا کرے گی۔ بجائے کشف کے ماہرین کے پاس وقت ضائع کرنے کے یہ ترکیب بہت زیادہ بہتر اور فائدہ مند ہے اور اسلام کے عین مطابق بھی ہے۔ میرے تجربے میں یہ بھی آیا ہے کہ روحانیت میں کچھ ترقی کے بعد ہر سالک کو اسکے بڑی حد تک حالات (خصوصاً ضروری چیزیں) سچے خوابوں میں خود بخود معلوم ہوتے چلے جاتے ہیں

Marfat.com

کیا فوت شدہ مدد کر سکتے ہیں

ہمارے ملک میں روحانیت میں ترقی کی ایک صورت یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ آپ روحانی بزرگوں کے مزاروں پر جائیں۔

قرآنِ پاک کو پڑھنے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوت ہونے کے بعد انسان کا دنیا سے رابطہ ختم ہو جاتا ہے۔ وہ شخص چاہے بزرگ یا ولی اللہ ہو چاہے نبی یا رسول، دنیا سے اس کا کوئی رابطہ نہیں رہتا۔ اس کے بعد قیامت والے دن سب نے زندہ ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ قرآن پاک میں لکھا ہے "اے رسول تم مردوں اور بہروں کو نہیں سنا سکتے" (71/80,81)۔

اب اس چیز کی تشریح مختلف مسلمانوں کے مختلف فقے مختلف طریقے سے کرتے ہیں۔ عام یہی مانا جاتا ہے کہ انسان روح جسمانی موت کے بعد "برزخ" میں چلی جاتی ہے۔

برسوں کی تحقیق کے بعد مجھے اس بارے میں جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

انسانی جسم تین چیزوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

۱) جسم۔ ۲) روح۔ ۳) وجود مثالی۔

Marfat.com

وجودِ مثالی روحانی مشقیں کرنے کی صورت میں جاگنا شروع کر دیتا ہے۔اس کا جاگنا انسان میں بظاہر مافوق الفطرت قوتوں کا جاگنا ہوتا ہے۔یہی اسلام کے پیغام میں بھی مکمل طور پر آیا ہے۔

مگر ہمارے عالمانِ دین کی بہت بڑی تعداد اس پیغام کو نہ سمجھ سکی اور اسلام کو صرف آخرت میں ہی جنت میں جانے کا ذریعہ سمجھتے رہے۔

دین پر عمل کی صورت میں آخروی زندگی میں کامیابی تو ہوتی ہی ہے مگر یہاں دنیا میں بھی جنت نما زندگی مل جاتی ہے اور ہر ایک صحیح معنوں میں باعمل مسلمان میں ایک بہت بڑا فقیر (روحانی قوتیں رکھنے والا) سویا پڑا ہے۔یہ ماضی کے مشہور فقیروں سے بہت زیادہ طاقتور بھی ہو سکتا ہے۔بشرطیکہ آپ اسے جگائیں اور اس کی خوراک اسے دیں۔اس کا راستہ یقین کامل (ایمان وتوکل اللہ) اور نوافل وعبادات (قرآنِ پاک کے پڑھنے اور ورد واذکار) کا ہے۔

زندہ انسان تو آپ کو مشکل میں کچھ جسمانی یا مالی مدد کر سکتا ہے اور اس کی آپ کے بارے میں دعا دو، پانچ، پچاس یا پچانوے فیصد قبول ہو سکتی ہے۔مگر مردہ کا کیا ثبوت ہے کہ وہ کسی کی مدد کریگا۔مردہ سے مدد مانگنے کو اسلام میں صاف طور پر شرک کہا گیا ہے۔

اگر کسی شخص کا وجودِ مثالی جاگ جاتا ہے تو زیادہ طاقتور ہونے کی صورت میں یہ وجودِ مثالی کہیں دور بھی جا کر کچھ کام کر رہا ہوتا ہے۔مثلاً اسے حج وغیرہ کرتے ہوئے دیکھنے کا بہت سے لوگوں کو اتفاق ہوا ہے۔ان لوگوں نے اس سے باتیں بھی کی تھیں۔جب وہ دیکھنے والے لوگ واپس گھر آئے اور پھر ملنے والے کے پاس گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ ملنے والا شخص تو اس سال حج کرنے ہی نہیں گیا تھا۔

وجودِ مثالی رکھنے والا شخص جب فوت ہو جاتا ہے تو وجودِ مثالی بھی اس کے ساتھ قبر میں چلا جاتا ہے اور یہ قبر میں جسم کو تازہ بھی رکھتا ہے۔

Marfat.com

مشہور عالمِ دین اشرف علی تھانوی صاحب نے ایک دعا کا بھی ذکر کیا ہے کہ جس کو پڑھنے کے بعد مرنے والے کا جن (وجودِ مثالی) بھی اس کے ساتھ قبر میں دفن ہو جاتا ہے۔

وجودِ مثالی رکھنے والا شخص اگر دنیا میں کوئی کام ادھورا چھوڑ کر مرا ہو تو آس پاس موجود لوگوں کو کچھ پیغام دینے کے کچھ واقعات بھی معلوم ہوئے ہیں۔ بہرحال سخت پریشانی میں رہنے والا روحانی انسان اگر سخت پریشان رہا ہو تو پھر اس جگہ پر اسکی یہ پریشان کرنے والی وائبریشن رہ جاتی ہے جو کہ بعد میں بھی وہاں ٹھہرنے والوں کو پریشان کر سکتی ہے۔

وہاں کچھ ایسی وائبریشن رہ جاتی ہے۔ جسے لوگ محسوس کرتے ہیں اور اکثر ڈر بھی جایا کرتے ہیں۔

وجود مثالی کو شعور نہیں ہوتا۔ شعور جسمانی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ کچھ دعا یا قرآنی آیات کے پڑھنے کی صورت میں یہ اثرات بھی ختم ہو جایا کرتے ہیں۔

اسلام کو بغور پڑھنے اور اسلام کے سبھی فقوں میں عملی طور پر رہنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث اور اہلِ قرآن میں فرق معمولی ہی ہیں۔ مزارات پر سب جا سکتے ہیں۔

فاتحہ پڑھنے اور دعا مانگنے سے کوئی کسی کو نہیں روکتا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ مدد تو اللہ تعالیٰ کی ذات کرتی ہے کوئی فوت شدہ نہیں۔

مزارات پر جا کر انہیں سجدے کرنا اور ان سے مدد مانگنے والے بریلویوں میں بھی کوئی چند فیصد ہی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ شرک کر رہے ہوتے ہیں۔

قرآن پاک میں لکھا ہے "اور تم مردوں کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے، نہ تمہاری دعا قبول کر سکتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ تمہارے اس مشرکانہ فعل پر نفرت کا اظہار کریں گے" (سورۃ فاطر آیت نمبر 14)

"جو قبروں میں ہیں وہ تمہاری کوئی بات نہیں سن سکتے" (سورۃ فاطر آیت 22)

Marfat.com

لکھنا کیوں لازمی ہے

مغرب اور خصوصاً امریکہ میں نفسیات دانوں نے اس بات پر بڑی گہری تحقیق کی ہے کہ لکھنے کی عادت کے انسان کو کیا کیا فوائد ہو سکتے ہیں۔

اس میں یہ واضح طور پر معلوم ہوا کہ یہ عادت انسان کی کامیابی اور ذہنی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔

میں یہاں مختصراً اس کا کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

یہ تو ایک عام انسان بھی جانتا ہے کہ اپنے بھول جانے والی چیزیں اور اگلے دنوں کا شیڈول وغیرہ لکھ لینا آپ کے ذہن کو بہت آرام دیتا ہے۔ ورنہ انسان اپنی اہم چیزوں کو بھول کر پریشانی اور نقصان کا سامنا کر سکتا ہے۔ پھر وہ ہر وقت اس ذہنی کوفت اور دباؤ سے بھی بچا رہے گا کہ وہ کہیں یہ بات بھول ہی نہ جائے۔

خود کو ذہنی اور نفسیاتی طور پر صحیح معنوں میں پختہ (Develope) کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ صحیح اور کام کی کتابوں میں سے اہم ترین نوٹس لے لیا کریں۔ انہیں اپنے ایک رجسٹر پر مختصر ترین لفظوں میں لکھیں۔ پھر انہیں چند بار پڑھنے کے بعد یہ آپ کے ذہن میں

Marfat.com

پکے بیٹھ جائیں گے۔

آپ کو چاہیے کہ اگر کوئی نیا کاروباری یا کوئی بھی پلان آئے تو اسے لکھ لیا کریں۔ مستقبل کے پلان لکھنا آپ کی کامیابی میں بڑا مددگار ہوتا ہے۔ کاغذ پر یہ پلان لکھ لینے کی صورت میں ہم انہیں عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔

اپنے اہم پروگرام لکھیں، اس سے متعلق خود سے سوال کریں پھر اس کا جو جواب بھی ذہن میں آئے لکھ لیں۔

اسی طرح اپنی ایک اہم ترین کمزوری اور دوسرے کمپلیکسز کو بھی لکھیں، ان کی وجوہات میں گہرا جائیں۔ جو بھی وجوہات اس وقت ذہن میں آئیں لکھ لیا کریں۔

ایک بے حد مفید عادت یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک بار کم از کم آدھا گھنٹہ کاغذ پین لے کر ایک خاموش کمرے میں بیٹھ جائیں۔ پھر جو بھی خیال یہ پروگرام ذہن میں آئے لکھ لیا کریں۔ اس دوران اپنے اہم ترین مقاصد اور کاموں کے بارے میں لکھا کریں اور ان کی جو جو بھی صورتیں یا حل اس وقت ذہن میں آئیں لکھ لیا کریں۔

ہفتہ میں ایک بار آدھے گھنٹے تک لکھنے کی عادت اتنی فائدہ مند ہے کہ جن لوگوں نے بھی اس دوران کچھ فیصلے کئے وہ تقریباً سو فیصد صحیح تھے۔

لکھنا اتنا فائدے مند ہے کہ امریکہ میں ہونے والی جدید تحقیق میں معلوم ہوا ہے کہ جن لوگوں نے صرف یہ لکھا کہ وہ اس سال کے اندر کیا کیا چیزیں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اس کاغذ کو کہیں دور رکھ دیا، تو ایک سال کے بعد اسے دوبارہ دیکھا تو ان کی کوئی اسی فیصد خواہشات پوری ہو چکی تھیں۔ بارہا یہ تجربات کیے گیے نتائج ہر دفعہ یہی نکلے۔

اس طرح لکھنے کی صورت میں دماغ ان خواہشات کو لاشعور میں رجسٹر کر لیتا ہے۔ اور پھر اس خواہشات کو پورا کرنا لاشعور کی بے پناہ طاقت کے لئے تو بائیں ہاتھ کا کام ہے۔

Marfat.com

تاریخ پڑھنا اور وقت ضائع کرنا

تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انسان نے ماضی میں کیا کیا غلطیاں کیں اور کیا کیا کامیابیاں حاصل کیں اور کس قسم کے صحیح فیصلے کیے۔

اسی وجہ سے تاریخ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ درحقیقت ہمارے سب موجودہ علوم تاریخ کے کامیاب تجربات کا خلاصہ ہی ہیں۔

مگر تاریخ پڑھنے میں بہت سی مشکلات بھی ہوتی ہیں۔ جیسے ماضی کے ہر بادشاہ (فرعونوں سے لے کر موجودہ دور تک) نے اپنی اپنی تاریخ لکھائی، اپنی اپنی عظمت کو بیان کیا۔ بہر حال جو کچھ مجھے تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ پرانی تاریخ کا سب سے بڑا حصہ جنگ وجدال، ظلم وستم اور بے انصافیوں سے بھرا پڑا ہے۔

جدید تاریخ میں بھی امریکیوں، چینیوں، انگریزوں، ہسپانیوں، روسیوں، یہودیوں، یورپیوں اور مسلمانوں نے اپنی اپنی تاریخ لکھوائی۔

کچھ لوگ تاریخ کو صرف اپنی دلچسپی کی وجہ سے پڑھتے ہیں۔ ان کو نتائج سے کوئی خاص غرض نہیں ہوتی۔ مگر تاریخ کے واقعات سے سبق لینا بھی ضروری ہے۔

Marfat.com

پرانا وقت جنگل کے قانون کا تھا، ہر طاقتور ملک کمزور ملک کو لوٹ لیا کرتا تھا۔مگر UNO کے بننے کے بعد بھی یہ ظلم وستم اسی طرح جاری ہے۔

انٹرنیشنل سیاست میں اصول یہ ہے کہ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے۔اس میں طاقت ہی قانون ہوتا ہے۔کمزور کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ تاریخ میں اتنا جھوٹ بولا گیا ہے کہ اسے پڑھ کر صحیح نتائج پر پہنچنا بڑا ہی مشکل ہے اور بے حساب محنت (اور متعصب نہ ہونے کا بھی) اور وقت کے استعمال کا بھی متقاضی ہے۔

آسان طریقہ یہ سمجھنا ہے کہ آج کیا چیز کرنی صحیح ہے اور کیا چیز کرنی غلط ہے۔

انسان اب کم از کم اتنا باشعور ہو چکا ہے کہ وہ یہ فیصلہ کر لے کہ فلاں چیز کرنے میں تھوڑے وقت کا فائدہ یا نقصان کیا ہے اور لمبے وقت کا فائدہ اور نقصان کیا ہے۔

یہی چیز معلوم ہونا اور اس پر عمل کرنا ہمیں ماضی کی تاریخ پر بے تحاشہ اور فضول محنت کرنے سے بچا سکتا ہے۔

Marfat.com

آجکل مسلمان ناکام کیوں ہیں

میں کوئی تیس سال سے زیادہ عرصہ یورپ میں رہ رہا ہوں۔ مجھے وہاں کے باشندوں کی زندگی کا گہرا جائزہ لینے کا موقع ملا۔

میرے ذہن میں شروع سے ہی یہ سوال موجود تھا کہ اگر یہ گورے غلط ہیں تو کیوں اتنی اچھی زندگی گزار رہے ہیں اور اگر مسلمان صحیح ہیں تو کیوں ہر جگہ ذلیل ہو رہے ہیں۔

ان سب باتوں کا کافی حد تک جواب میں اپنی کتاب "روحانیت اور شعورِ زندگی" میں دے چکا ہوں۔

یہاں پر مختصراً کچھ باتیں بتانا چاہتا ہوں۔

پرانے دور میں قوموں کی خوشحالی کا راز بڑی حد تک دوسری کمزور قوموں کی لوٹ مار پر ہی تھا۔ پرانا دور اسی بات کی مسلسل کہانی بیان کرتا ہے۔ (گو آج کل UNO کو خود ہی بنا کر مغربی طاقتیں آج بھی وہی پرانا ظلم وستم اور بے انصافیاں جاری رکھے ہوئے ہیں)

گو مختصر وقفے کے لئے کچھ قوموں نے صنعت و حرفت میں بھی ترقی کی مگر صنعت و حرفت کی اس ترقی کو محفوظ رکھنے کے لئے اور اس ریسرچ کو جاری رکھنے کے لئے زیادہ پیسہ دوسرے ملکوں سے بذریعہ لوٹ مار ہی لایا جاتا تھا۔

دورِ جدید میں انگلینڈ والے ساڑھے چار سو سال پہلے امریکہ پہنچے، وہاں سے ریڈ انڈینز کا سب کچھ لوٹا۔ ہسپانوی اسی دور میں جنوبی امریکہ پہنچے اور انکا اور مایہ باشندوں کی ایک ایک چیز لوٹ کر اپنے ملکوں میں پہنچائی۔ ڈچ قوم نے انڈونیشیا کے ساتھ یہی کچھ کیا

Marfat.com

اور بیلجیم اور فرانس نے افریقہ کے ساتھ بھی یہی "نیک کام" کیا۔ پرانا سارا دور اور تاریخ ظلم اور ناانصافیوں کی ایسی داستان ہے کہ اس پر لکھتے وقت قلم کانپتا ہے۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کی پسماندگی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ سب کے سب مسلمان ملک (ترکی اور افغانستان کے علاوہ) مغربی قوموں کی بڑے عرصے تک کالونی بنے رہے اور اسی وجہ سے جدید علوم وفنون میں پیچھے رہ گئے۔

گو مغرب کی قومیں جدید دور میں ہم مسلمانوں سے زیادہ باشعور رہی ہیں۔

ہر عقلمند انسان یہ جانتا ہے کہ فائدے مند چیز کونسی ہے اور نقصان دہ کونسی۔ مگر باشعور انسان یہ بھی جانتا ہے کہ زیادہ فائدے مند کونسی ہے اور کم فائدے مند کونسی ہے اور بیکار اور وقت ضائع کرنے والی کونسی ہے۔ یہ کامن سینس کی ایک پالش شدہ قسم ہوتی ہے۔

مغرب والوں نے موجودہ دور میں جب جمہوریت کا فیصلہ کیا تو انہوں نے دیکھا کہ انصاف کے بغیر کسی قسم کی ترقی اور خوشحالی ممکن ہی نہیں ہے۔

اس لئے انہوں نے انصاف کو سب سے پہلے رکھا۔ اس کی ایک مثال چرچل کے دوسری جنگِ عظیم کے بعد برطانوی پارلیمنٹ میں اس بیان سے بھی ملتی ہے کہ کیا ہماری عدالتیں انصاف بانٹ رہی ہیں؟

انہوں نے دیکھا کہ انصاف کے بعد لا اینڈ آرڈر ریسٹور ہو جاتا ہے اور امیر لوگ وہاں جمع ہونے لگ پڑتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی حفاظت کے لئے اور ان کو لٹیروں سے بچانے کے لیے ڈیفینس لازمی ہے۔ انہوں نے ڈیفینس کے لئے سائنسی ترقی کی ضرورت کو سمجھ لیا۔ پھر سائنسی ترقی کی صورت میں نئی نئی ایجادات کو دوسرے ملکوں کو بیچنا بھی مال و دولت حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

مغرب والوں نے یہ بھی سمجھ لیا کہ دنیا ایک گلوبل ویلج بن رہی ہے۔ اس میں پیسے کو اپنے ملک میں رکھنے کے لئے مضبوط بنکوں کا نظام بہت ضروری ہے پھر بنکوں میں جمع شدہ

Marfat.com

پیسہ اپنی صنعتی ترقی کی ریسرچ میں بھی استعمال ہوتا ہے اور دوسرے ملکوں کو سود پر دے کر انہیں اقتصادی طور پر غلام بنانے میں بھی استعمال ہوسکتا ہے۔

اسی مقصد کے تحت انہوں نے اپنے بنکوں کے نظام کو بہتر اور مضبوط بنایا اور یہ پوری کوشش کی اور ہر حربہ دھونس دھاندلی سب کچھ استعمال کیا کہ کوئی دوسرا ملک اس قابل نہ ہو سکے کہ وہ یہ پیسہ اور خصوصاً سونا اپنے ملک میں رکھ سکے۔

مثلاً جب کویت پر صدام نے حملہ کیا تو سارا سونا چاندی امریکہ میں تھا۔اس لئے وہ صدام کے ہتھے نہ آیا۔

اسی طرح کی ''غیر محفوظیت'' کے باعث امیر لوگ اپنا مال و دولت کسی غیر محفوظ ملک میں نہیں رکھتے۔ ماضی میں امریکہ ہی محفوظ ترین ملک تصور ہوتا تھا۔اس کے بعد مغربی یورپ کے ممالک تھے۔

حتیٰ کہ مسلمانوں اور خصوصاً عربوں کا تقریباً سارے کا سارا پیسہ امریکہ اور مغربی یورپ کے ممالک میں تھا۔وہاں سے یہ پیسہ دوسرے غریب اور غیر ترقی پذیر مسلمان ممالک کو سود پر دے کر انہیں اقتصادی طور پر غلام بنانے میں استعمال ہوتا رہا ہے۔

اب امریکہ اور برطانیہ کے سخت معاشی بحران کے بعد صورتحال کچھ تبدیل ہو رہی ہے۔ مغربی یورپ بھی سخت بحران کا شکار ہو رہا ہے۔

اب مختصراً ہم مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں۔

مسلمان ملکوں میں سیاسی شعور کی سخت کمی ہے۔ یہاں پر کہیں پر بادشاہت چل رہی ہے اور کہیں پر آمریت۔

جمہوریت جن ملکوں میں بھی ہے اسے انصاف کے بغیر ہی چلانے کی بیکار، وقت و محنت اور وسائل ضائع کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

مغرب والے مادی دنیا میں ترقی کی اہمیت کو جانتے تھے جبکہ ہمیں دنیا میں کامیابی اور

Marfat.com

ترقی کو کفار کا کام ہی بتایا گیا۔

یہ دراصل اسلام کی بالکل ہی غلط تشریح ہے۔ یہی ہمارے دنیاوی طور پر ترقی نہ کرنے کی ایک بڑی اہم وجہ بھی رہی ہے۔

پھر ہم مسلمانوں کو ایک عجیب منحوس قسم کی تقدیر پرستی میں الجھا دیا گیا۔

اس کے بعد عیسائیوں کے کفارے کے عقیدے کی طرز پر بے لگام شفاعت دے کر دوسرے مسلمانوں کے لئے جدوجہد (جہاد) کے اہم جذبے کو بھی ختم کر دیا گیا۔ اس بے لگام شفاعت کو قلندر صدر مشرف کی ''NRO'' کہتا ہے یعنی سب گناہ سب غلطیاں ایک فیصلے میں ہی معاف کر دینا۔ ایسی شفاعت تو دین کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ یہ تو انسان کو بالکل ہی درندہ بنا دیتی ہے۔

اسی طرح ہمیں دینِ اسلام کی اہم چیزوں کو غیر اہم اور غیر اہم چیزوں کو اہم بنا کر بتایا گیا جو کہ دینی شعور سے بالکل الٹی بات ہے۔ ہمارے ملا نے ہمیں داڑھی کی لمبائی، پانچوں کی اونچائی اور مسواک کی لمبائی قسم کی باتوں میں الجھائے رکھا۔ کبھی یہ بحث ہوتی رہی ہے کہ رسولِ پاک ﷺ کی معراج جسمانی تھی یا روحانی اور کبھی ''یہ اہم مسئلہ'' زیرِ غور ہوتا تھا کہ جنت میں درختوں کے سائے کی لمبائی چوڑائی کتنی ہوگی۔

حالانکہ دینِ اسلام کا اصل مقصد ایک آئیڈیل معاشرے کا قیام ہے اور انسانوں میں کامل انسان کی روحانی طاقت جگانا دوسرا مقصد ہے۔ آخرت میں کامیابی تو دین کا مقصد ہوتی ہی ہے۔ مگر اسے ہی سو فیصد اہمیت دینا اسلام کے مقصد سے باہر کی چیز ہے۔

اسلام اس دنیا کو بھی اچھی طرح گزارنے کا کہتا ہے۔ مگر اس کا غلام بننے سے بھی روکتا ہے۔ اسلام کا ایک اہم ترین مقصد توحید، آخرت اور روزِ جزا کا تصور انسان کے اندر بٹھانا ہے۔ کہ آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ جب یہ تصور پختہ ہو جاتا ہے تو مسلمان ایک ایسا مردِ مجاہد بن جاتا ہے جو تو نہ جھکتا ہے اور نہ بکتا ہے۔

Marfat.com

بقول اقبال

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجیب شے ہے لذت آشنائی

جب تک مسلمانوں میں توحید اور روزِ جزا کا تصور غالب رہا وہ پوری طرح متحد اور طاقت ور رہے۔ رسولِ پاک ﷺ کے بعد تین خلفاء کے گزرنے کے ساتھ ہی جو لڑائیاں اور فساد پھیلے تھے۔ ان کی ایک بڑی وجہ بھی یہ آخرت کو اہمیت دینے کے بجائے دنیا کو اہمیت دینا تھا کہ وہ صحابہِ کرامؓ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے جو توحید اور آخرت پر ہر لمحہ جان قربان کرنے پر تیار تھے۔ ہم مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد (جن میں عراق، شام، مصر اور ایران کے نومسلموں کی خاصی تعداد تھی) دنیا کو زیادہ اہمیت دینے لگ پڑی تھی۔

موجودہ دور میں جمہوریت ساری دنیا میں بری طرح ناکام ہو رہی ہے۔ میں اسے مردہ گھوڑا نہیں بلکہ مردہ گدھا کہتا ہوں جسے گھوڑا کہہ کر اپنی اندھی دولت کے زور پر مغرب گھوڑا کہہ کر ڈربی میں جتاتا رہا۔ مگر سامراجی ملک ہمارے ممالک میں بھی اسی نظام کو لاگو کرنے پر زور دیتے ہیں کہ جمہوری ملک کے سربراہان حکومت کو بلیک میل کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔

جب ہمارے ملک میں جمہوریت نہیں چلتی ہے تو ہمیں کبھی اس کا سبب تعلیم نہ ہونا بتا دیا جاتا ہے کبھی انفراسٹرکچر کا نہ ہونا اور کبھی مسلسل الیکشنوں کے تسلسل کا جاری نہ رہنا اس کا سبب بتایا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمیں مسلسل جمہوریت کی ''بتی'' کے پیچھے دوڑایا جا رہا ہے۔ سامراجی ملک نہیں ہے کہ ہم بھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں وہ اسکا راستہ ہر قیمت اور ہر طریقے سے روکتے رہتے ہیں

حالانکہ صرف اسلام کا قاضی کے انصاف کا فوری اور مفت نظام دینا ہی ہمارے نوے فیصد سے زائد مسائل کا حل ہے۔ (اس کی تفصیل میں اپنی دیگر تصانیف میں دے چکا ہوں)۔

Marfat.com

کچھ پرانے لوگوں کے روحانی واقعات

یہاں پر میں ایک کتاب ''تذکرہ غوثیہ'' میں بیان کردہ دو روحانی واقعات بیان کرنا چاہتا ہوں۔

یہ اس قسم کے واقعات ہیں کہ دل ان کو مانتا ہے۔ ہماری روحانی کتابوں میں تو ڈوبی کشتیاں بندوں سمیت زندہ کر کے دوبارہ باہر نکال لینا اور دیواریں دوڑانے کی قسم کے واقعات لکھ کر سنجیدہ روحانیت کو سیکھنے والوں کا راستہ ہی بند کر دیا۔

لیکن اس کتاب ''تذکرہ غوثیہ'' کے مصنف غوث علی شاہ پانی پتی (متوفی ۱۸۸۲ء) نے اپنے چشم دیدہ کچھ واقعات لکھے ہیں۔ میں یہاں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ غوث علی شاہ صاحب کا طریقہ ہنود سے بھی اخذ کردہ تھا اور یہ شرکیہ قسم کی چیزوں پر مشتمل بھی تھا۔ جبکہ اسلام میں روحانی ترقی کا مکمل اور طاقتور ترین نظام موجود ہے۔

ان میں سے پہلا واقعہ مندرجہ ذیل ہے۔

ایک روز غوث علی شاہ ارشاد کرتے ہیں کہ ہم نے آگرہ میں پہنچ کر شاہ ابوالبرکات صاحب کی زیارت کی بہت مہربانی سے پیش آئے اپنے پاس ٹھہرایا اور اکثر توجہ بھی دی لیکن سوائے قلب کی گرمی ہم کو تو کچھ محسوس ہوا نہیں ایک روز اتفاقاً ایک بیل خوب موٹا تازہ سامنے سے گزرا پکھال اس پر لدی ہوئی تھی شاہ صاحب سے کہا کہ بھلا اس کی طرف تو توجہ

Marfat.com

فرمائیے انہوں نے ایک نظر دیکھا کہ اس بیل کا قلب پھٹ گیا اور ہر بن مو سے خون ٹپکنے لگا۔ تھوڑی دیر میں مر گیا اور چمار اٹھا کر لے گئے اس کا گوشت ایسا خوشبودار نکلا کہ چماروں نے دور دور تحفہ میں بھیجا ایک دن ہم شاہ صاحب کے ہمراہ شہر کے باہر سیر کو گئے دور سے ایک گروہ بانوا فقیروں کا نظر پڑا شاہ صاحب نے بڑی حقارت سے دیکھا اور فرمایا لاحول ولا قوۃ یہ بھی کوئی فقیری ہے یہ لوگ فقیر تو کیا مگر ننگ فقرا ضرور ہیں۔

اتنے میں ایک فقیر اس گروہ میں سے آگے بڑھ کر ہماری طرف کو متوجہ ہوا اس کا قریب آنا تھا کہ شاہ صاحب کی نسبتیں سلب ہوگئیں پھر اس نے قریب آ کر شاہ صاحب سے کہا کہ صاحبزادہ آپ نے یہ بھی پڑھا ہے۔

خاکساران جہان راحقارت منگر
توچہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

یہ بیل نباشد۔ پھر میری طرف اشارہ کر کے ان سے کہا کہ آپ نے اس کو توجہ نہ دی جو آپ کو بھی کھا جاتا بس بیل ہی مارنا جانتے ہو اور فرمایا کہ صاحبزادہ کیا کریں ہم مسافر ہیں ورنہ چند روز آپ کی خدمت میں رہ کر آدمی بن جاتے۔

یہ باتیں کہہ کر وہ تو چل دیئے اور میں نے شاہ صاحب سے کہا کہ آپ نے فقیر کا رنگ دیکھا یہ آپ پر طعن کر گیا ہے کہ چند روز ہماری صحبت میں رہو تو آدمی بن جاؤ۔ مناسب ہے کہ ان کی خدمت میں چلیں چنانچہ بعد عصر ہم دونوں گئے اور شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تو جواب دیا کہ۔

آں قدح بشکست وآن ساقی نماند

صاحبزادہ آپ میری بکواس پر کچھ خیال نہ فرمائیں آپ کامل ہیں اور ایسے ہیں غرض بہت سی تعریفیں کر کے رخصت کر دیا اس فقیر کی عمر کوئی چوبیس پچیس برس کی ہو گی وہ

Marfat.com

مسلمان تھا۔ نماز بھی پڑھتا تھا اور اپنے گروہ سے ایک طرف بستر اجمائے آنکھیں بند کئے چپ بیٹھا رہتا تھا غرض بہت کامل آدمی تھا۔

اسی طرح غوث علی شاہ صاحب کا بیان کردہ ایک دوسرا واقعہ یہ ہے

غوث علی شاہ فرماتے ہیں کہ ہم بیت اللہ شریف پہنچے تو وہاں ہم نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے پوچھا کہ یہاں آپ نے کوئی فقیر بھی دیکھا۔

انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ایک نو وارد شہر کے باہر ٹھہرے ہوئے ہیں وہ بڑے کامل ہیں کل ان کے پاس چلیں گے۔

دوسرے دن گئے تو بہت آدمیت سے پیش آئے مولوی صاحب نے ان سے توجہ کی درخواست کی بولے کہ ابھی تم اس قابل نہیں اگر مہینہ تک آتے رہو تو شاید توجہ کے قابل ہو جاؤ۔

ہم نے عرض کیا کہ صاحب آپ کی توجہ میں ایسی کیا بات ہے؟ کہا کہ مولوی صاحب کی تو کیا ہستی ہے پتھر بھی پاش پاش ہو جاتا ہے ہم نے کہا کہ توجہ تو بہت قسموں کی دیکھی لیکن پتھر توڑ کبھی نہیں دیکھی پھر ہم تین چار آدمی پہاڑ پر گئے اور ایک بھاری پتھر لڑھکا لائے اور ان بزرگ کے سامنے رکھ دیا۔

انہوں نے ایک نگاہ ڈالی تو فوراً پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا ہم متحیر ہو گئے کہ اللہ اکبر بڑے زور کی نگاہ ہے ان کا طریقہ پوچھا تو کہا ''شیطانیہ'' ہم سمجھے کہ مقرر یہ ملامتیہ ہیں اس دن سے ہم روزمرہ جانے لگے۔ رفتہ رفتہ بے تکلفی ہو گئی ایک دن ان کا نام پوچھا تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ محمد۔ ہم نے کہا کہ سبحان اللہ آپ کا نام تو ابلیس ہونا چاہیے تھا۔

وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ لوگ مجھ کو بہت تنگ کرتے ہیں اس لئے بہروپ بھرا ہے اس میں بہت امن ہے میرا نام محمد ہے اور خاندان قادریہ ہے اس وقت جو صاحب بغداد

Marfat.com

میں سجادہ نشین ہیں انہیں سے مجھ کو بیعت ہے۔ میرا وطن بھی بغداد ہے اور پیشہ تجارت ملک ملک کی سیر کی ہندوستان کے بڑے بڑے شہر بھی دیکھ آیا ہوں اب کی بار حج کے لئے یہاں چلا آیا ہم نے کہا کہ صاحب یہ سب کچھ سہی لیکن یہ تو فرمایئے کہ آپ کو تطہیر القلب عن ماسوی اللہ بھی حاصل ہوئی یا نہیں آدمی سچے تھے کہنے لگے کہ میاں اس کی تو ہوا بھی نہیں لگی ہم نے کہا بس صاحب توجہ پتھر توڑ ہوئی تو کیا اور نہ ہوئی تو کیا۔؟

Marfat.com

روحانی سفر میں مختلف مراحل

اسلامی روحانیت کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے جسم، سول (Soul) اور روح میں اللہ کا عطا کردہ نور موجود ہے۔ اس کی وہی صفات ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ مگر ہماری صفات بہت محدود ہیں۔ ہم جیسے ایک گلاس پانی ہیں اور اللہ تعالیٰ ایک سمندر ہے۔

مراقبات، عبادات (خصوصاً نوافل پڑھنا اور ورد و وظائف) کرنا انسان کی روح میں موجود اس نور کو جگاتی ہیں۔ آپ میں جیسے ایک نوری انسان سویا ہوا ہے۔ وہ ان عبادات سے جاگنے لگ پڑتا ہے۔ اس میں بے پناہ طاقت اور توانائی ہوتی ہے۔

جب کوئی سالک ورد و وظائف شروع کرتا ہے تو کچھ ہی دنوں میں اسے ان میں سرور سا آنے لگ پڑتا ہے۔ پھر اسے اپنی کمر میں یا گردن و کندھوں پر لہریں سی چلتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

بہت سے لوگوں کو یہاں سچے خواب بھی آنے لگ پڑتے ہیں۔

اس کے بعد اکثر ان لوگوں کو گھر بیٹھے ہوئے عجیب سی خوشبو اکثر آنے لگ پڑتی ہے۔

پھر یہ لوگ اکثر محسوس کرتے ہیں کہ وہ کمرے میں اکیلے نہیں ہیں کہ کوئی دوسرا بھی وہاں موجود ہے لیکن دائیں بائیں دیکھنے پر کوئی شخص انہیں نظر نہیں آتا۔

یہاں پر لوگوں کے چھوٹے موٹے کام خود بخود ہی ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ جب

Marfat.com

کبھی کوئی مسئلہ ہو اِس کا حل فوری طور پر اور با آسانی مل جاتا ہے۔

اکثر قبولِ دعا بھی شروع ہو جاتی ہے۔

انہی دنوں میں اکثر ان کے گھر سامنے میز وغیرہ پر پڑی ہوئی چھوٹی موٹی چیزیں (چابیاں وغیرہ) غائب ہو جاتی ہیں۔ تلاش کریں تو نہیں ملتی ہیں پھر ایک دو دن کے بعد وہاں ہی پڑی مل جاتی ہیں۔

انہی مرحلوں میں اکثر گھر میں پڑے ہوئے پیسے بھی ملتے ہیں۔ کبھی یہ پیسے کسی صندوق سے نکل آتے ہیں اور کبھی صبح اٹھتے وقت بستر ے پر پڑے ہوتے ہیں۔

پھر انہی دنوں انسان کو آدھی نیند میں جسم سے نکلنے کے تجربات بھی ہونے لگ پڑتے ہیں۔ یہ تجربات اس چیز کا مظہر ہوتے ہیں کہ انسان کا نوری جسم مکمل ہو رہا ہے۔

پھر اس جسم کے مکمل اور مزید طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کی روحانیت بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔

پھر اکثر لوگ اس شخص کو ایک وقت میں دو جگہ پر موجود بھی دیکھتے ہیں۔ گو دلچسپ بات یہ ہے کہ خود اس شخص کو برسوں اس بات کی خبر تک نہیں ہوتی کہ وہ ایک وقت میں دو جگہ پر موجود ہوتا ہے۔ اکثر اسے برسوں بعد اس چیز کا علم ہوتا ہے۔ کچھ روحانیت کی کتابوں میں ایسے روحانی بزرگوں کا لکھا ہوا ہے جو کہ ایک وقت میں متعدد جگہ پر موجود تھے۔ مثلاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک وقت میں اپنے کوئی چالیس شاگردوں کے گھر علیحدہ علیحدہ دعوت کھانے کا ذکر ملتا ہے، لیکن بہرحال تین چار جگہ پر بیک وقت موجود ہونے کے واقعات میں نے پاکستان میں بھی سنے ہیں۔

ایک بہت اہم بات یہ ہے کہ جب اس شخص کو اپنے ایک وقت میں دو جگہ پر موجود ہونے کا علم ہوتا ہے اور اگر وہ یہ بھی معلوم کر لیتا ہے کہ وہ دوسری جگہ پر کیا کر رہا ہے تو وہ ایک خاصے بڑے لیول کی روحانیت میں چلا جاتا ہے۔ پھر وہ دوسری جگہ سے چیزیں بھی

Marfat.com

لے آ، اور لے جا سکتا ہے، پھر اور بظاہر بہت سے مشکل قسم کے کام بھی کر لیا کرتا ہے۔ ''لیکن اس چیز کو غلط استعمال کرنے والے تھوڑے ہی عرصے میں یہ طاقت کھو دیتے ہیں''۔

اس کے بعد انسان میں جتنا پختہ یقین (توکل الی اللہ) ہو وہ اتنی ہی ترقی کرتا ہے۔

یہ سب چیزیں میں نے یہاں مختصراً لکھ دی ہیں۔ اسلامی روحانیت میں مصروف زیادہ تر لوگ ان سب واقعات سے گزرتے ہیں۔ گو یہ لازم نہیں کہ ہر شخص کے ساتھ یہ سب کے سب واقعات ہوں۔ اپنی پچھلی کتابوں میں ان روحانی مراحل و واقعات پر میں کافی کچھ تفصیلاً لکھ چکا ہوں۔ مجھے پاکستان اور انڈیا میں روحانیت پر کتابیں لکھنے والوں پر ایک سخت اعتراض ہے۔ ان میں ایک یہ ہے کہ مجھ ناچیز کے علاوہ اس چیز پر لکھنے کی اللہ نے کسی کو بھی توفیق یا شاید سمجھ نہ دی ہو اور کسی رائٹر نے اس پر کیوں نہ لکھا؟

اس کی وجہ جہالت تھی یا علم چھپانا۔ دونوں صورتوں میں یہ جرم ہے۔

(آخر میں ایک ضروری بات کہ ورد و ظائف کو شروع میں کم تعداد میں پڑھیں پھر آہستہ آہستہ بڑھاتے چلے جائیں۔ روزانہ کم از کم ایک گھنٹے تک مختلف اذکار کریں۔ بعد میں یہ چھ گھنٹے روزانہ یا زیادہ بھی کیے جا سکتے ہیں۔ یعنی جتنا آپ برداشت کر سکیں اتنا رکھیں۔ میں نے اپنی پہلی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ کونسے ورد سب سے بہتر مفید اور افضل ہیں)۔ تہجد پڑھنا بھی یہ کام بخوبی کر سکتا ہے)۔

Marfat.com

روحانیت میں کامیابی کے اہم ترین اصول

یہاں پر میں ایک دفعہ اسلامی روحانیت کے ایسے اہم ترین اصول بیان کر رہا ہوں جو کہ اس سفر میں انسان کی ہر قدم پر رہنمائی کرتے ہیں۔

اس میں سب سے اہم ترین اصول اللہ پر پختہ یقین (ایمان اور توکل الی اللہ) ہے۔ اسلامی روحانیت میں اللہ پر یقین اور توکل کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر علم کا شروع اور آخر ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر کوئی انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

اللہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے۔ مگر اللہ نے اپنے کام اپنے ازلی و ابدی اٹل قوانین پر چھوڑے ہوئے ہیں اللہ مسبب الاسباب ہے وہ ان قوانین کو بھی توڑ سکتا ہے مگر انہیں توڑنا اسے پسند نہیں۔ اللہ کے بتائے ہوئے انہی قوانین (یعنی ایک طرف نیکی و تقویٰ کے اور دوسری طرف بدی یا شیطانیت کے قوانین) پر عمل کر کے انسان کامیابی یا ناکامی کچھ بھی پا سکتا ہے۔

دوسرا اہم ترین اصول انسان کا نماز، قرآن خوانی اور نوافل کے ذریعے اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور کو جگانا ہوتا ہے۔ اس میں مراقبہ قسم کی مشقیں بھی کی جاتی ہیں۔

تیسرا اہم اصول مثبت سوچ کی عادت بنانا اور منفی سوچ کو ختم کرنا ہے۔

منفی سوچ تمام انرجی کھا جاتی ہے اور مثبت سوچ نہ ختم ہونے والی انرجی دیتی ہے۔ ڈر

Marfat.com

وخوف اور شک وشبہ سب سے بڑی منفی سوچیں ہیں۔

بس ایک اللہ تعالیٰ کا خوف رکھیں اور باقی سب ڈر وخوف چھوڑ دیں۔

اس کے بعد اپنی توانائی اور انرجی کو فضول چیزوں سے بچا کر صرف ضروری کاموں (جن میں یہاں پر اہم ترین روحانی ترقی اور اللہ کی رضا ہے) میں استعمال کرنا ہے۔

سبھی صوفیاء کی تعلیمات کا نچوڑ یہی ہے کہ اپنی عبادات سے حاصل ہونے والی انرجی (نور) کو فضول چیزوں میں ضائع نہ کیا جائے۔قرآن پاک بھی اس کا ہی سبق دیتا ہے۔

اسلامی شریعت پر عمل کرنا اسلامی روحانیت کا ایک اہم ترین اصول ہے۔

(صحیح اور پختہ ایمان کے بعد) اسلامی شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے روحانی ترقی کرنا ہی طریقت کہلاتا ہے۔شریعت کے اہم ترین اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔سچ بولنا 2۔انصاف پسندی 3۔صحیح نیت

4۔ہمت بڑا رکھنا 5۔شکر گزاری کرنا 6۔رزق حلال کمانا

7۔راضی بہ رضا رہنا 8۔ہر قسم کے ڈر وخوف اور شک وشبہ کا خاتمہ کرنا

9۔فرائض عبادتوں کا وقت پر ادا کرنا

10۔رزق حلال کمانا اور اس کی طرف سے بے فکر ہو جانا۔

11۔اپنے تمام گناہوں (یاد آنے والے اور نہ آنے والے) کی معافی مانگنا۔(اور سچے دل سے توبہ کرنا)۔

اس میں سالک کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہر چیز کو کسی لالچ کے بجائے اللہ کی رضا کی وجہ سے کرے۔اگر کسی قسم کی روحانی صلاحیت اسے مل جاتی ہے تو اسے اپنے دنیاوی فائدے میں استعمال کرنے کے بجائے آخرت کے فائدے حاصل کرنے میں استعمال کرے۔

ہمارے 98 فیصد روحانیت میں مصروف لوگ روحانی صلاحیتوں کو دنیا میں ہی

Marfat.com

استعمال کرنے (کیش کرانے) میں لگے ہوئے ہیں۔ اس شکل میں تو یہ کاروبار بن جاتے ہیں۔ اور کاروبار میں مقابلہ کرنا، اپنی معلومات چھپانا اور حسد وغیرہ بھی شروع ہو جاتے ہیں۔ اپنی روحانی صلاحیتوں کو اللہ کی رضا میں استعمال کر کے نہ صرف آپ آخرت میں کامیاب ہوں گے بلکہ دنیا میں بھی ضرورت کی ہر چیز مہیا کرنا اللہ کا کام ہی ہوگا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے مشن پر کام کر رہے ہیں۔

اپنی روحانی صلاحیتوں (کشف، دم وغیرہ) کو پختہ ہونے تک عام لوگوں سے کچھ بچا کر رکھیں کہ ان شعبوں میں مصروف لوگ زیادہ تر دنیا دار ہیں۔ اور اسی وجہ سے حسد اس شعبہ میں دوسرے شعبوں سے زیادہ ہی دیکھا گیا ہے۔

گو پختہ ہونے کے بعد آپ اسے لوگوں کے فائدے کیلئے استعمال کر سکتے ہیں۔

ہر کام میں اسباب پر نظر رکھیں، مگر اللہ ہر کام کے اسباب بنا سکتا ہے مثلاً اگر آپ کو ملازمت کی ضرورت ہے تو واقف لوگوں کو اس کے بارے میں اطلاع دے دیں۔ پھر اللہ پر چھوڑ دیں کہ وہ ہی کسی کے دل میں مناسب وقت پر یہ چیز ڈال دے۔

Marfat.com

صحیح ایمانداری سے کام کرنا

میرے دوست وکیل آزاد سرفراز صاحب (چکوال) چند ہفتے قبل مجھے جہلم کے ایک اچھے وکیل کی بات سنا رہے تھے۔

ان وکیل صاحب کا کہنا تھا کہ جب بھی آپ کوئی کیس لیں تو سب سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ آیا آپ کا گاہک حق پر ہے اور کیا اس کے کیس جیتنے کے امکانات بھی ہیں۔ ورنہ آپ کیس مت لیں۔ پھر دیکھیں آپ کی پریکٹس میں کیسی برکت پڑتی ہے۔

(وکالت سے منسوب ایک عام خیال یہ ہے کہ یہ جھوٹوں کا ہی شعبہ ہے)

آزاد صاحب کا کہنا ہے کہ میں نے ان وکیل صاحب کی بات سنی تو مجھے اس کی صداقت پر کچھ شک سا ہوا۔ آزاد صاحب کو اس وکیل نے بتایا تھا کہ وہ بچپن میں غربت کی وجہ سے اخبار بیچا کرتا تھا۔ اب ان کی اچھی خاصی پریکٹس چل رہی ہے۔

آزاد صاحب [illegible] میں انہوں نے ترقی تو کی تھی لیکن یہ کوئی ایسی بڑی ترقی نظر نہیں آتی تھی۔ مگر کچھ ہی دنوں کے بعد جہلم کے وہ وکیل ہائی کورٹ کے جج بن گئے۔ جن کی آج کل تنخواہ کوئی 3 لاکھ روپے ماہانہ ہے۔ اس کے علاوہ بے پناہ عزت بھی ہے۔ آزاد صاحب کے کہنے کے مطابق اس کے بعد ہی انہیں وکیل صاحب کے الفاظ کی صداقت کا یقین ہوا۔

وکیل صاحب کی اس بات کے ساتھ ہی میری ایک مزید ہدایت یہ ہے کہ آپ دیکھیں

Marfat.com

کہ آپ کا کام لوگوں کی اکثریت (میجارٹی) کے بھلے کا ہونا چاہیے۔ جب آپ حق پر ہیں اور آپ کا کام بھی لوگوں کی اکثریت کے بھلے کا ہے تو پھر پورے یقین اور فیتھ کے ساتھ اِس کام میں لگ جائیں۔ انشاءاللہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

کسی بھی کام کو صحیح طریقے سے کرنے کیلئے ضروری ہے کہ یہ کام آپ کے ضمیر سے مطابقت رکھتا ہو۔ کہ پھر ہی آپ اپنی ذہنی، دلی اور روحانی تمام توانائیاں اس میں لگا سکتے ہیں۔

Marfat.com

اپنی کمزوریاں معلوم کریں

ہم لوگ اکثر خود کو انڈر ایسٹیمیٹ اور دوسروں کو اوور ایسٹیمیٹ کرتے ہیں۔

پھر ہم میں سے زیادہ تر لوگ اپنی خوبیوں کے واقف مگر خرابیوں سے ناآشنا ہوتے ہیں۔

معلوم کریں کہ آپ کی کمزوری کیا ہے۔ مثلاً آپ کی کمزوری بہت زیادہ ذود حسی، تذبذب اور حالات کو ان کے نتیجے تک نہ پرکھنے کی نااہلی ہوسکتی ہے۔ اپنی قوت ارادی کو مضبوط بنائیں۔

زیادہ ذود حس لوگ کبھی زیادہ خوش نہیں رہ پاتے۔ اپنی کھال کو تھوڑا موٹا کریں، زیادہ ذود حسی بزدلی میں بھی تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔

اکثر ذود حس لوگ بہت زیادہ سوچتے رہتے ہیں۔ اس سے ڈر پیدا ہوتا ہے۔ فوجیوں کو ایک فارمولا دیا جاتا ہے کہ زیادہ سوچو تو ڈر پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے رات چاندنی میں کسی جھاڑی کو دیکھتے رہو، تو وہ بھی کچھ وقت کے بعد دشمن کا فوجی نظر آنے لگ پڑتی ہے اور اس کے ہاتھ میں بندوق بھی نظر آنے لگ پڑتی ہے۔

سوچنے کا آرٹ سیکھے بغیر زیادہ سوچنے والی انہی قدموں پہ چل پڑتا ہے۔ سوچنے کا آرٹ بنیادی طور پر مثبت سوچ کو سیکھنا اور منفی سوچ سے پرہیز کرنا ہوتا ہے۔

اور زیادہ اہم مسئلہ ہو تو اس کو مختلف پہلوؤں سے دیکھنے کی صلاحیت سیکھنا ہوتا

Marfat.com

ہے۔ جن میں سے اہم ترین پہلو اخلاقی اور معاشی ہوتی ہے۔

عام لوگ اس میں زیادہ پیچیدگیوں میں نہ پڑیں بلکہ اپنی منتخبہ شعبہ زندگی (پروفیشن) سے متعلقہ پہلوؤں پر ہی گہری نظر ڈالیں اور دین کی کسوٹی پر پرکھ لیں۔

اپنی کمزوریوں سے واقف نہ ہوسکیں تو اپنے قریبی باشعور دوستوں سے پوچھ لیں اور اگر ہو سکے تو اپنے مخالفین سے پوچھ لیں۔

مخالفین آپ کی کمزوریوں کے آپ سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

اپنی کمزوریاں لکھیں اور پھر اس کا جو حل بھی آپ کی سمجھ میں آئے وہ بھی لکھیں۔ آپ کو باآسانی مل جائے گا۔

خصوصاً تیسری دنیا کے ممالک میں لوگوں کا اپنے معاشی حالات میں اپنی کمزوریوں کو دور کرنا بڑا ضروری ہوتا ہے۔ بلکہ میرے تجربے میں آیا ہے کہ یہ کاروبار میں مصروف لوگوں کے لیے نئے طریقے سیکھنے سے بھی کئی گنا زیادہ فائدے مند ہے اپنی کمزوریوں کو سمجھ کر انہیں دور کرنا ہوتا ہے کہ درحقیقت یہی آپ کو پکڑ کر بڑی مالی کامیابیوں سے دور رکھتی ہیں۔

کاغذ پین لے کر لکھیں کہ آپ کی کون سی کمزوری آپ کو اپنے مقصد زندگی سے دور رکھ رہی ہے۔

جب یہ معلوم ہو جاتی ہے یا ہو جاتی ہیں تو پھر ان کا حل لکھیں یہ آپ کو باآسانی مل جائے گا۔

اسی طرح لکھیں کہ کون کون سی شخصی کمزوریاں آپ کو ایک کامیاب شخصیت بننے سے روکتی ہیں۔

Marfat.com

متوازن خوراک

کچھ لوگ وزن کم کرنے کیلئے دن میں پانچ یا چھ بار تھوڑا تھوڑا کھانا کھاتے ہیں۔ ایسا کھانا واقعی وزن کو کم کرتا ہے۔ دنیا میں وزن کم کرنے کی یہ سب سے اچھی اور کامیاب ترکیب ہے۔ اسمیں انسان سارا دن تھوڑا تھوڑا کھاتا رہتا ہے۔ خصوصاً پاکستان میں اگر ایک بار زیادہ کھالیا جائے تو ہمارے تیل والے دیر ہضم کھانوں کو ہضم کرنے میں معدے کو بہت زور لگانا پڑتا ہے۔ یہ چیز گیس پیدا کرتی ہے جو جسم میں پانی کو روک کر اسکا وزن بڑھادیتی ہے۔

مگر عام لوگوں کو دن میں دو بار ہی کھانا چاہیے، حکیم سعید بھی دن میں دو دفعہ کھاتے تھے۔

صبح ناشتہ صحیح صحت مند کرنا چاہیے۔ 12:30 بجے سے پہلے آپ جو کچھ کھاتے ہیں وہ جسم 100 فیصد ہضم اور استعمال کر لیتا ہے اور اس وقت کا کھانا آپ کے اوپر دماغ تک پہنچاتا اور فائدہ دیتا ہے، پھر 3:30 تک جو کچھ کھائیں جسم اسے 75% ہضم کرتا ہے۔ پھر سورج ڈوبنے تک یہ 50 فیصد کھانا ہضم کرتا ہے۔

سورج ڈوبنے کے ساتھ ہی معدہ سو جاتا ہے، اس کے بعد کھانا معدے میں پڑا گلتا، سڑتا رہتا ہے، اور معدے پر بوجھ رکھتا ہے۔ یہ معدے کو صفائی کا موقع ہی نہیں دیتا۔

دن میں دوسری بار کھانا سورج ڈوبنے سے تھوڑا پہلے کھالینا صحیح وقت ہے ورنہ سورج ڈوبنے کے بعد گھنٹے کے اندر اندر کھالیں۔

اسی طرح دو بار کھانا نہ صرف ساری عمر آپ کا وزن کنٹرول رکھے گا بلکہ آپ صحیح صحت مند بھی رہیں گے اور آپ کے پاس دوسرے کام کاج وغیرہ کیلئے فالتو وقت بھی ہوگا۔ اور گھر

Marfat.com

کی عورتیں بھی کچھ سکھ کا سانس لے پائیں گی۔

کھانے میں چینی کے بجائے گڑ کھایا کریں۔ اس میں پوٹاشیم، کرومیم، کیلشیم، میگنیشم اور سلفر بھی ہوتا ہے۔ کرومیم وزن کنٹرول کرنے میں بھی معاون ہوتا ہے۔ یہ گڑ کے علاوہ صرف کھجور میں زیادہ پایا جاتا ہے۔

پوٹاشیم دودھ کے کیلشیم کو آپ کی ہڈیوں کیساتھ جوڑنے میں مددگار ہوتا ہے۔ ورنہ دودھ کا کیلشیم آپ کے جسم میں سے باہر نکل جاتا ہے۔

اسی وجہ سے دودھ کو گڑ کے ساتھ پینا بہت مفید ہوتا ہے۔

گڑ ویسے بھی مردوں کیلئے بہت مفید ہوتا ہے۔ جب گڑ کو سفید چینی میں تبدیل کرتے ہیں تو اوپر بیان کردہ سب اجزاء ضائع ہو جاتے ہیں۔ پھر سفید چینی میں صرف گیس اور کیمیکل رہ جاتے ہیں۔ چینی کو سفید کرنے میں ہائیڈروجن اور رنگ کاٹ استعمال ہوتا ہے اور ہائیڈروجن کو کھانے میں استعمال کرنا بڑا نقصان دہ ہوتا ہے اور رنگ کاٹ تو اور بھی فضول چیز ہے۔ ویسے بھی سفید چینی کے مالیکیولز کو توڑنے کیلئے جسم کو خاصی محنت کرنی پڑتی ہے۔

کھانے میں کھیرے کا استعمال بڑا فائدے مند ہوتا ہے مگر چھلے ہوئے کھیرے پر مکھی بیٹھتے ہی یہ بیکٹیریا سے بھر جاتا ہے۔ اس لیے ہوٹل وغیرہ سے سلاد کھانے سے اجتناب کیا جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ وہ صفائی کا خاص خیال نہیں رکھا کرتے۔

سیب کھانا دل کو طاقت دیتا ہے۔ اور بلڈ پریشر کو بھی کنٹرول کرتا ہے۔

انگور آنکھوں کیلئے مفید ہے، گردے کی پتھریوں کیخلاف بھی کام کرتا ہے۔

B بلڈ گروپ (منفی یا مثبت دونوں کو) والوں کو کیلا اور انگور کثرت سے کھانے چاہیں اور دہی بھی۔ یہ ان کیلئے دوائی اور کشتے کا کام کرتے ہیں۔

گاجر آنکھوں کیلئے مفید ہے اور کینسر کیخلاف بھی مدافعت کرتی ہے۔

Marfat.com

لیموں بلڈ پریشر کنٹرول کرتا ہے اور جلد کو بھی صحتمند رکھتا ہے۔

آم یاداشت بڑھاتا ہے اور تھائی رائیڈ کا نظام بھی صحیح کرتا ہے۔

مالٹے جسم کے دفاعی نظام کو طاقت دیتے ہیں اور نیند کی کمی کو بھی ختم کرتے ہیں۔

آڑو سٹروکس کو ختم کرتا ہے اور ہاضمے میں مدد کرتا ہے۔

پالک میں آئرن بہت زیادہ ہوتا ہے، یہ سپورٹس مین کے لئے خاصی مفید ہے مگر اس سے زیادہ مقدار میں (یعنی روزانہ کھانا) نقصان دہ بھی ہوتا ہے۔ یہ اصول آپ نے ہر فائدے مند چیز میں استعمال کرنا ہے۔

خوراک کا ایک پکا اور مستند اصول یہ ہے کہ کھانے میں کچا کھانا (سلاد، پھل وغیرہ) سب سے بہتر ہوتا ہے۔ یعنی جو چیز آپ کچی کھا سکیں اسے مت پکائیں۔

پھر ابلی ہوئی چیز اس کے بعد آتی ہے۔

گرل (بھنی) ہوئی چیز تیسرے نمبر آتی ہے۔

اور فرائی کی ہوئی چیز سب سے کم افادیت رکھتی ہے۔ (ہماری پکائی ہوئی ہانڈی فرائی ہی ہوا کرتی ہے)۔ فرائی ہوئی چیز سب سے زیادہ موٹا کرتی ہے اور مضرِ صحت بھی ہوتی ہے۔ پانی کو اگر کھانے کے بعد پیا جائے تو یہ کئی خرابیاں پیدا کرتا ہے، مثلاً یہ معدے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے، اسکے بعد معدے کا کام خوراک کو توڑ کر آنتوں کے حوالے کرنا ہے۔ معدے تیزابوں کی مدد سے یہ کام کر رہا ہوتا ہے تو آپ اس پر ٹھنڈے پانی ڈال دیتے ہیں اس سے معدے کا تیزاب بھی گھل جاتا ہے اور خوراک کو دوبارہ گرم اور تیار کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد پانی کی وجہ سے ہی معدہ اپنا کام ادھورا چھوڑ کر باقی کچی خوراک کو ہی آنتوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ پھر آنتوں سے یہ خوراک غیر ہضم شدہ حالت میں لیور تک پہنچتی ہے۔ لیور اس غیر ہضم شدہ خوراک کیوجہ سے بجائے خون بنانے کے زیادہ گیس اور چربی بناتا ہے۔

پانی کو کھانے سے پہلے یا کم از کم پینتالیس منٹ کے بعد پینا چاہیے۔

Marfat.com

پاکستان کے وسائل

پاکستان کے معدنی ذخائر کے متعلق کچھ چیزیں ساری دنیا کو معلوم ہو چکی ہیں۔ کہ پاکستان میں دنیا کی دوسری بڑی نمک کی کان ہے۔

دنیا کی پانچویں بڑی سونے کی کان ہے۔

پانچویں بڑے کوئلے کے ذخائر ہیں۔

دنیا کی ساتویں بڑے تانبے کے ذخائر ہیں۔

دنیا کی چھٹی بڑی فوج اور پاکستان دنیا کی ساتویں بڑی نیوکلیئر پاور ہے۔

پاکستان کا نیوکلیئر پروگرام انڈیا سے کئی گنا آگے اور بہتر ہے۔

دنیا کا ساتواں بڑا چاول پیدا کرنے والا ملک ہے۔ اور دنیا کے سب سے بہترین باسمتی چاول پیدا کرتا ہے۔

دنیا کا آٹھواں بڑا گندم پیدا کرنے والا ملک ہے۔

دنیا کا سب سے اعلیٰ گڑ پاکستان میں بنتا ہے۔

دنیا کا سب سے اچھا آم (چونسہ اور انور رٹول) پاکستان میں ہوتا ہے۔

دنیا کا سب سے اچھا کینو پاکستان میں پیدا ہوتا ہے۔

دنیا میں سب سے اچھا سیب شیریں کلو کوئٹہ پاکستان میں ہوتا ہے۔

Marfat.com

پاکستان میں اتنی اچھی فصلیں ہونے کی وجہ ہمالیہ کے دریا اور شدید گرم اور سرد موسم ہیں۔

پاکستان کی کپاس دنیا کی دوسرے نمبر پر بہترین کپاس ہے۔

پاکستان میں پیدا ہونے والی تقریباً ہر چیز دنیا میں بہترین کوالٹی کی ہوتی ہے

آسٹریلیا میں زرخیز زمین کی موٹائی کوئی 3 تا 6 انچ ہے۔ اور وہ ساری دنیا کو گندم سپلائی کرتا ہے۔ جبکہ پاکستان میں زرخیز زمین کی موٹائی کوئی 3 تا 6 فٹ تک ہے۔ یہاں پر جو کچھ بھی لگائیں وہ اُگ آتا ہے۔

آج کل پاکستان کا سالانہ بجٹ 30 ارب ڈالر ہے۔ نیویارک ٹائمز کی رپورٹ ہے کہ گوادر پورٹ کے پوری طرح چالو ہونے کے بعد یہ سالانہ 60 ارب ڈالر آمدن دے گی۔

2011ء میں پاکستان نے شیئل گیس کی دریافت ہوئی یہ گیس گہری پتھر کی چٹانوں میں پائی جاتی ہے۔ پاکستان میں اس کی مالیت کوئی 1500 ارب ڈالر بنتی ہے۔ امریکہ اور چین اس گیس کو اپنے اپنے ملکوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ چین کے پاس اس گیس کو نکالنے کی ٹیکنالوجی موجود ہے۔

حال ہی میں پتہ چلا ہے کہ دنیا میں تیل کے سب سے بڑے کنوئیں کراچی کے قریب سمندر میں ہیں۔

پاکستان کے معدنی وسائل سے متعلقہ اب میں آپ کو کچھ اور حیرت انگیز حقائق بتانا چاہتا ہوں۔ انڈیا میں دنیا کے معدنی وسائل کا کوئی 3 فیصد کے لگ بھگ ہے۔ اپنے ان معدنی وسائل کا کوئی 30 فیصد استعمال کر کے یہاں تک پہنچا ہے۔

پاکستان میں دنیا کے ٹوٹل معدنی وسائل کا 15 فیصد ہے اور پاکستان نے ابھی تک اپنے موجود ذخائر کا ایک فیصد بھی استعمال نہیں کیا۔

Marfat.com

پاکستان میں معدنی وسائل کی مالیت کم از کم کوئی 30 ٹریلین ڈالر (30 ہزار ارب ڈالر) ہے۔ پاکستان میں صرف سونا ہی 10 ٹریلین ڈالر سے زیادہ مالیت کا ہے۔ پاکستان میں موجود ذخائز ان تمام مالی ذخائز کی مالیت سعودی عرب، ایران، عراق، دبئی وغیرہ (یعنی گلف کے تمام ممالک) کے کل معدنی ذخائر (تیل، سونا و دیگر معدنیات) کی مالیت کے برابر (بلکہ زیادہ) ہے۔

اب میں ایک اور حیرت انگیز بات آپ کو بتانے لگا ہوں کہ انشاءاللہ اگلے 10 سالوں کے اندر اندر پاکستان دنیا کے بڑے، امیر اور طاقتور ملکوں میں شامل ہو جائے گا۔

Marfat.com

کوئی اندازہ کرسکتا ہے ان کے زور بازو پر؟

انگلینڈ میں 2010ء میں ساری دنیا کے فوجی کمانڈوز کا مقابلہ ہوا تھا۔ اس مقابلے میں سارے یورپ، پاکستان، انڈیا، افریقہ، انگلینڈ، امریکہ، آسٹریلیا اور اسرائیل کے کمانڈوز شامل تھے۔

اسمیں پانچ قسم کی چیزوں کا مقابلہ تھا۔ جس میں نقشہ دیکھ کر راہ ڈھونڈنا، لمبا فاصلہ طے کرنا، وزن اٹھا کر چلنا قسم کے ٹیسٹ تھے۔

اس میں ساری دنیا میں پاکستان نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔

مغربی ممالک اور خصوصاً امریکہ و اسرائیل اپنے فوجی کمانڈوز پر بے پناہ پیسہ خرچ کرتا ہے۔ پاکستان کے موجودہ وسائل تو ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم ان سے 15 فیصد بھی خرچ کرسکیں۔ مگر اس کے باوجود پاکستانی فوج کے کمانڈوز نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔

اس کے بعد لکھا جانے والا یہ واقعہ عبدالحکیم انصاری صاحب کی کتاب "تعمیر ملت" سے لیا گیا ہے۔ اس میں ہم آپ کو ایک توحید پرست مومن کا سچا واقعہ سناتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوگا توحید پر ایمان کسے کہتے ہیں اور اس کی طاقت کیا ہوتی ہے؟ یہ واقعہ ایک سکھ کی زبانی ہے اور اسی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔

"ستمبر 1947ء میں جب ہم نے اور ہندوؤں نے مسلمانان دہلی کے قتل عام کا

Marfat.com

فیصلہ کیا تو ہم نے یہ دستور بنالیا کہ دس دس، بیس بیس مسلح آدمیوں کی ٹولیاں بنا کر مضافات دہلی میں نکل جاتے اور جو مسلمان نظر آتا اسے تہہ و تیغ کر دیتے۔ 20 پچیس دن تک یونہی ہوتا رہا۔ لیکن بعد میں جیسے جیسے دن گزرتے گئے شکار ملنا کم ہوتا گیا اور اکثر جتھے خالی واپس آنے لگے۔ ایک دن رات کے وقت ہم لوگ واپس آرہے تھے کہ شہر میں کمپنی باغ کے نزدیک ایک مسلمان ملا۔ بہت دبلا پتلا اور کمزور سا انسان تھا۔ لمبا قد، کالا رنگ، منہ پر چگی ڈاڑھی، ایک میلا سا تہد باندھے اور کھدر کی میلی سی قمیض پہنے ہوئے تھا۔ ہم نے اسے ٹھہرالیا اور کہا کہ چل ہمارے ساتھ۔ بولا، کہاں؟ ہم نے کہا کہ تجھے قتل کریں گے۔ پوچھا، میرا کیا قصور ہے؟ جواب میں کوئی بولا تو مسلمان ہے یا نہیں؟ جواب دیا، الحمدللہ۔ ہم نے کہا بس اسی لیے تجھ کو قتل کریں گے۔ کہنے لگا، اچھا یہ بات ہے! چلو اس سے اچھی موت اور کیا ہوگی۔ چنانچہ ہم اسے کمپنی باغ میں لے گئے۔ وہاں پہنچ کر کسی نے کہا، میاں صاحب جان بچانا چاہو تو بچ بھی سکتی ہے، پوچھا، کس طرح؟ میں نے جواب دیا کہ سکھ ہو جاؤ تو تمہیں چھوڑ دیں گے۔ معلوم ہوتا ہے وہ سمجھا نہیں۔ کہنے لگا، کیا مطلب؟ میں بولا مطلب یہی کہ اپنا دین چھوڑ کر ہمارا مذہب قبول کرلو۔

یہ سنتے ہی اس آدمی میں ایک عجیب تبدیلی پیدا ہوئی، چہرہ سرخ انگارہ ہو گیا اور پہلی مرتبہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا، آنکھوں سے شرارے اور منہ جھاگ نکل رہے تھے۔ گرج کر بولا، میں ...... تمہارا مذہب؟ ...... کافر کے بچو میں مسلمان ہوں مسلمان! "میں" تم سے کہتا ہوں کہ "تم" مسلمان ہو جاؤ ورنہ مار مار کر ڈھیر کر دوں گا۔ یہ سن کر ہم سب اس کا مذاق اڑانے لگے اور ایک سردار جی کرپان لے کر قتل کے ارادہ سے آگے بڑھے۔ ابھی وہ دو قدم بھی نہ چلنے پائے تھے کہ ایک بجلی سی کوندی۔ وہ مسلمان اچھلا اور ایک ہی جست میں خالصہ جی کے ہاتھ سے کرپان چھین کر کوئی دس گز کے فاصلے پر جا کھڑا ہوا، اور کہنے لگا۔

Marfat.com

لو اب آؤ، دیکھوں کون مجھے سکھ بناتا ہے، بڑھو نا، منہ کیا دیکھ رہے ہو، بزدل کہیں کے،
یہ سنتے ہی ہم سب نے ملکر اس پر حملہ کر دیا لیکن ہم ابھی دور ہی تھے کہ وہ اللہ اکبر کہہ کر پھرا اچھلا، ہماری آنکھیں جھپک گئیں، دیکھا تو دو سکھ زمین پر تڑپ رہے تھے۔
ابھی ہم سنبھلنے ہی نہ پائے تھے کہ اللہ اکبر کہہ کر اس نے پھر حملہ کیا اور ایک سکھ کو پھر ختم کر دیا۔
اب ہم کو بھی غصہ آیا، ست سری اکال کا نعرہ مار کر ہم نے بھی حملہ کر دیا اور کوشش کی کہ چاروں طرف سے گھیر کر اسے ختم کر دیں۔ مگر وہ تو بجلی تھا قریب ہی نہ آنے دیتا تھا۔ اللہ اکبر کہہ کر حملہ کرتا اور ہر بار میں ایک دو آدمی زمین پر گر جاتے۔
نعروں کی آواز سن کر بہت سے سکھ قریب کے مکانوں سے نکل آئے اور حملوں میں ہمارے شریک ہو گئے مگر وہ قابو میں نہ آیا۔
کوئی آدھ گھنٹہ لڑائی رہی اور ہمارے کئی آدمی مارے گئے۔ آخر بہت سے سکھ لمبے لمبے نیزے لیکر آئے اور چاروں طرف سے گھیر کر اس کو کچو کنے لگے۔ اس ترکیب سے وہ بہت زخمی اور نڈھال ہو گیا لیکن برابر لڑتا رہا۔
آخر میں ایک نیزہ اس کی کمر توڑ کر سینے کے پار ہو گیا اور وہ بیدم ہو کر زمین پر گر گیا۔ ایک سردار جی نے گالی دیکر کہا، دیکھا مزہ!
جواب دیا، کافر کے بچے ہاں دیکھا اسی مزے کیلئے تو جان دی ہے۔ اگر تجھے معلوم ہوتا کہ اس وقت مجھے کیا مزہ آرہا ہے تو تو بھی مسلمان ہو کر ابھی ان سکھوں سے لڑتا اور شہید ہو جاتا۔ اس کے بعد وہ کچھ نہ بولا۔ اور کلمہ پڑھتا رہا اور چند منٹ بعد ٹھنڈا ہو گیا۔
ہم نے گنتی کی تو ہمارے اٹھارہ آدمی مرے اور گیارہ سخت زخمی ہوئے تھے، میں نے کہا "یہ ایک ہی مسلمان ملا تھا اگر ایسے دو چار ہزار اکھٹے ہوں تو خدا جانے کیا کریں"۔

Marfat.com

انسان یا شیطان

ایک دفعہ کسی آدمی کی شیطان سے دوستی ہو گئی۔ وہ آدمی شیطان سے کہنے لگا ''تم نے دنیا میں کتنا شر اور فساد پھیلایا ہوا ہے۔ تم اس سے باز کیوں نہیں آتے ہو''

شیطان کہنے لگا ''میں تو معصوم ہوں خود انسان ہی سب سے بڑا شیطان ہے''

پھر شیطان اس آدمی کو لیکر ایک بازار میں جا نکلا وہاں پر حلوائی کی دکان سے ایک انگلی شیرے میں ڈبوئی اور دیوار پر لگا دی۔

شیرے پر مکھیاں آ گئیں، مکھیوں کو کھانے کیلئے ایک چھپکلی آ گئی، چھپکلی کو دیکھ کر حلوائی کی بلی وہاں آن پہنچی۔

اس وقت وہاں سے ایک فوجی گزر رہا تھا۔ اس کے ساتھ شکاری کتا تھا کتے نے بلی کو دیکھا تو اس پر جھپٹا۔ بلی گھبرا کر بھاگی تو حلوائی کے بنائے ہوئے شیرے میں جا گری۔ حلوائی کی ساری کڑاہی کا ستیاناس ہو گیا۔

اس نے غصے میں آ کر لوہے کے کھونچے (شمد) سے کتے پر وار کیا۔ اور اسے مار دیا۔

سپاہی نے غصے میں ہو کر تلوار نکالی اور حلوائی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

دوسرے سب حلوائیوں نے ملکر حملہ کیا اور اس سپاہی کو جان سے مار دیا۔

جب دوسرے سپاہیوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے توپ خانہ لگا کر سارے بازار کو اڑا دیا۔

جب یہ سب کچھ ہو چکا تو شیطان اس آدمی سے کہنے لگا ''دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ میں تو بے قصور ہوں میں نے تو صرف شیرے کی ایک انگلی لگائی ہے۔ انسان تو خود ہی سب سے بڑا شیطان ہے''۔

Marfat.com

کچھ اور باتیں

☆ مثبت سوچ وغیرہ میں جو کچھ سیکھیں دوسروں کو بھی بتائیں، پھر یہ باتیں آپ کو صحیح طریقے سے یاد بھی ہو جائیں گی اور پختہ اور پالش بھی ہو جائیں گی۔ لوگ آپ پر اس سلسلے میں سوالات کریں گے۔ ان کا جواب دینے کی صورت میں آپ کے علم میں مزید اضافہ ہو گا۔ ایسا دوسروں کو بتانا بہت بڑی نیکی بھی ہے۔

☆ اچھی صحت بھی روحانی ترقی میں لازم ہے تاکہ انرجی ضائع نہ ہو۔

☆ ہر قسم کی نئی روحانی مشق (کشف ویژولائیزیشن وغیرہ) اس وقت کریں جب آپ فریش اور توانائی سے بھرپور ہوں۔ ایسے وقت مشق کرنا بہترین نتائج دیتا ہے۔ اور ونز کی اسٹیٹ میں آکر کریں۔

☆ ورد کرتے وقت اپنے جسم کے مختلف اعضاء اور اپنی نسوں پر توجہ کریں۔ کہ عبادت کے دوران یہ ضرور محسوس کریں کہ یہ آرام کی حالت میں ہیں یا کھنچی ہوئی اور بے آرامی کی کیفیت میں ہیں۔ خصوصاً اپنی نسوں (اعصاب) کو لازمی آرام کی حالت میں رکھیں۔
عبادت کے دوران صحیح طریقہ سے سانس لیکر اپنے دماغ کو پوری آکسیجن دیں۔
ورد اور اذکار کو ان کے خاتمے کے قریب آخری چار پانچ منٹ پورے جوش کی کیفیت میں پڑھنا بے حد مفید ہوتا ہے۔ لیکن اسے کبھی کبھ

☆ ہمیں عام زندگی میں بھی منفی ... ختم کرنی چاہیں اور کارو ... میں بھی منفی سی سوچیں ختم

Marfat.com

کرنا بڑا مددگار رہتا ہے۔ جیسے لوگوں کو معاف کرنا چاہیے، حسد کو ختم کر دیں وغیرہ۔

☆ دکاندار اپنی قیمتیں کم کر کے کاروبار چلانے کی بجائے کوالٹی اور سروس بہتر کر کے اپنا کاروبار چلائیں۔

☆ ذہن کو کچھ عرصہ جس کیفیت میں رکھیں اسے اس کی عادت ہو جاتی ہے۔ جیسے بوجھ میں رکھیں تو یہ بوجھ کا عادی ہو جاتا ہے۔ جلدی میں رکھیں تو یہ جلدی کا عادی ہو جاتا ہے۔ اسے ونر کی سٹیٹ میں رکھیں تو یہ ونر ہو جاتا ہے۔ اسے لوزر کی اسٹیٹ میں رکھیں تو یہ لوزر ہو جاتا ہے۔ (دراصل کچھ عرصہ جس کیفیت میں بھی رہے یہ آٹومیٹک ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد یہ انسان کی عادت بن جاتی ہے۔)

☆ ونر بڑے تالاب میں چھوٹی مچھلی بننے سے نہیں ڈرتا وہ آہستہ آہستہ بڑے تالاب میں بڑی مچھلی بننے کا حوصلہ اور عزم رکھتا ہے۔ جبکہ ہمارے زیادہ تر لوگ چھوٹے تالاب میں بڑی مچھلی بننے کے چکر میں تالاب کو چھوٹے حصوں میں بانٹ بانٹ کر چھوٹا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ لوگ چاہے سیاستدان ہوں یا مذہبی عالم۔ ان کا ایک ہی وطیرہ ہوتا ہے۔

☆ حافظ قرآن کی روحانی طاقت زیادہ تلاوت قرآن کی وجہ سے عام لوگوں سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بشرطیکہ حافظ میں یقین اور مثبت سوچ ہو۔ زیادہ ذہنی طاقت رکھنے والے انسان (مثلاً حافظ قرآن وورد ووظائف کرنے والے وغیرہ) کی جب منفی سوچ شروع ہوتی ہے تو اس کی طاقت الٹا اسی کے خلاف کام شروع کر دیتی ہے۔ اور اگر وہ اسے کنٹرول نہ کرے تو یہ عام آدمی کی نسبت کئی گنا زیادہ اس کا نقصان کرتی اور اس کے ہر ہونے والے کام روکتی ہے۔ مثلاً جادو کا وہم ہو جانے کی صورت میں ایسا لازمی طور پر ہوا کرتا ہے۔

☆ صوفیاء کو چاہیے کہ دوسروں کی مدد میں ایسا کر کے (یعنی دعا وغیرہ کر کے) اللہ پر چھوڑ دیں۔ اپنی انرجی سے لوگوں کو مت چلائیں ورنہ آپ کی اپنی انرجی ہی ہر کام میں خرچ

Marfat.com

ہوگی۔

☆ ملک میں قانون نہ ہوتو جنگل کا قانون ہی چلتا ہے۔ انصاف کے نہ ہونے کا مطلب ملک میں قانون کا نہ ہونا ہی ہے۔ پاکستان کی اس وقت یہی حالت ہے۔

☆ دانشور اہم بات یا معلومات کا ہر جگہ ذکر نہیں کرتے ۔ وہ اسے ٹھیک وقت، مناسب جگہ اور صحیح لوگوں میں کرتے ہیں۔ خود کو صحیح وقت اور صحیح جگہ پر کیش کرائیے۔

☆ کچھ لوگ اکیلے زندگی گزار کر چلے جاتے ہیں اور دوسروں کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ یہ زندگی چاہے بظاہر جتنی بھی شاندار نظر آئے اس کا انسان کے معاشرے کو یا اسکو آخرت میں بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ دوسری طرف چند لوگ دوسروں کو اکٹھا کر کے اور گروپ بنا کر معاشرے میں تبدیلی لاتے ہیں۔ مگر ان میں سے اکثر لوگ کچھ طاقت حاصل کرتے ہیں۔ تو اپنے نفس کی (Complexes) تسلی کرنے میں لگ پڑتے ہیں۔ مگر ایسے لوگوں کو اس سے بچنا چاہیے اور ان کو ایسی تبدیلی لانا چاہیے جو اللہ کے قانون کے مطابق ہو۔ یہی لوگ صحیح معنوں میں اللہ کے مشن پر کام کرتے ہیں۔

☆ پاکستان میں بکنے والے مشہور ترین پانیوں میں جو منرل ڈالے جاتے ہیں وہ ایش آف منرل ہیں ان کا جسم کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ کنوئیں، ہینڈ پمپ یا بورنگ کا پانی اگر کچھ اچھا ہے تو ان سے زیادہ فائدہ مند ہے۔

☆ مغرب میں بلڈ گروپ پر تحقیق کرنے والوں نے بی بلڈ گروپ (منفی، مثبت دونوں) والوں کو Corn Oil کا استعمال ممنوع قرار دیا ہے۔ مگر میری پاکستان میں نیوٹریشن میں پی ایچ ڈی کرنے والے ڈاکٹر سرفراز صاحب (سرگودھا) سے بات ہو رہی تھی۔ انہوں نے پاکستانی خوراک پر بڑی گہری تحقیق کی ہے۔ ڈاکٹر سرفراز صاحب نے اپنی تحقیق میں بی بلڈ گروپ والوں کے لئے کارن آئل کو بہترین قرار دیا ہے۔

☆ روحانیت میں اسی لمحے میں رہنے کی مشق کرائی جاتی ہے اور اسے بے حد اہم قرار

Marfat.com

دیا جاتا ہے۔ مراقبے اور کشف وغیرہ میں یہ بہت فائدہ مند ہوتی ہے مگر عام لوگوں کی زندگی پر اسی چیز کا ایک عجیب سا اثر دیکھا ہے۔ عام نوجوان جب زیادہ رفتار پر موٹر سائیکل یا کار چلاتے ہیں تو اس وقت خطرے کا تھرل ہونے کی وجہ سے ان کی پوری توجہ اسی لمحے پر ہوتی ہے اور انہیں عجیب سا نشہ محسوس ہوتا ہے اور اسی نشے کی وجہ سے وہ بلاضرورت یہ چیزیں بھگاتے پھرتے اور اکثر حادثات کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ ہر قسم کے خطرناک کام کرنے والے مہم جو بھی اسی نشے کا شکار ہوتے ہیں۔

☆ میں یہ سوچتا ہوں کہ کوئی دس سال کے بعد 2020ء کے لگ بھگ گھروں پر سولر پینل (شمسی بیٹریاں) لگی ہوں گی تو اس وقت لوگ شہروں میں مہنگے علاقوں کو چھوڑ کر خوبصورت علاقوں میں سستی زمین خرید کر خوبصورت گھر بنایا کریں گے۔ اس وقت شہروں کی مہنگی زمینیں سستی ہو جائیں گی۔ کیونکہ لوگ سڑک، بجلی، پانی، گیس، (پہلے ٹیلیفون بھی تھا) جیسی سہولیات کی موجودگی کی وجہ سے ہی مہنگی جگہوں پر گھر بناتے ہیں۔

☆ اللہ کے کارخانے: میری فرانس کے رہنے والے ایک الیکٹریکل انجینئر سے بات ہو رہی تھی کہ بارش کے دوران جب زمین پر ایک دفعہ بجلی گرتی ہے۔ اگر اس کا 6.5 فیصد ہی استعمال کیا جائے تو فرانس کیلئے سو سال کیلئے کافی ہے۔

☆ ''اس دنیا میں انسان کوئی ستر سال کے لئے آیا ہے۔ کوئی دس سال زیادہ اور کوئی دس سال کم۔ اس میں لڑکپن کے بیس سال تک کی عمر کے گناہوں کی معافی ہے کہ انسان بے شعور اور کچے ذہن کا ہوتا ہے۔ مگر اس کے بعد باقی پچاس سال بچتے ہیں۔ ان پچاس سالوں میں بھی ہم سونے کا وقت نکالیں تو بقایا کوئی 33 سال بچتے ہیں۔ ہم ان 33 سالوں کے لئے اپنی ہمیشہ ہمیشہ کی آخروی زندگی (جو کہ پچاس ہزار نہیں، پچاس لاکھ نہیں، پچاس کروڑ نہیں بلکہ ہمیشہ کی ہے) کو خراب کرتے رہتے ہیں۔ سوچیں تو سہی یہ ہم کتنے گھاٹے اور بے وقوفی کا سودا کر رہے ہیں''۔

Marfat.com

☆ انسان کی آزادی وہاں تک ہے جب تک کہ وہ دوسرے انسان کی آزادی میں موخل (ڈسٹرب) نہ ہو۔

☆ خود کو دوسروں سے بہتر ظاہر کرنا تو غلط ہے ہی مگر دوسروں کو بلاوجہ گھٹیا سمجھنا (یا بنا دینا) تو سخت گناہ ہے اور ویسے بھی اسے کوئی انسان برداشت نہیں کر پاتا۔

☆ نفسیات دانوں کا کہنا ہے کہ موت سے پہلے انسان بیہوش ہوتا ہے تو اس وقت اس کا ذہن اذیت سے بچنے کیلئے سرنگ میں سے گزرنا اور دوسرے پیدائش سے موت تک کے واقعات کا دیکھنا اور رشتہ داروں کی روحوں کا ملنا دکھا دیتا ہے۔ (موت کی تکلیف کی وجہ سے انسان کو ڈرنا نہیں چاہیے کہ اس میں انسان پہلے بیہوش ہی ہو جاتا ہے چاہے کار یا جہاز کا حادثہ ہو یا پانی میں موت ہو) بہر حال یہ مت بھولیں کہ موت کے منہ سے واپسی (Near Death Experiences) کے تجربے درحقیقت موت نہیں ہیں۔ بلکہ موت کے قریب کی کوئی چیز ہیں۔

☆ ہر لیول پر انسان کو اس کی لمٹ پابند کرتی ہے۔ جیسے آج سے ساٹھ سال پہلے کھلاڑیوں کا یہ خیال تھا کہ انسان چار منٹ سے کم وقت میں ایک میل دوڑ نہیں سکتا۔ اس سے پہلے کوئی بیس سال سب اتھلیٹ چار منٹ کی حد کو توڑنے کی کوشش میں لگے رہے لیکن ایک آدھ سیکنڈ کے فرق سے یہ ریکارڈ نہ ٹوٹ سکا۔ آخر بیس سال کے انتظار کے بعد 1954ء میں ایک کھلاڑی راجر بینسٹر (Roger Bannister) نے اس ریکارڈ کو توڑ دیا تو سال کے اندر اندر کوئی 20 کے قریب کھلاڑیوں نے اس ریکارڈ کو مزید بہتر بنا دیا۔ ہم سب پر "کائناتی لاشعور" میں ہمارے اپنے اپنے گروپ کی انرجی و سوچ کے حساب سے اسی قسم کا دباؤ بھی ہوا کرتا ہے۔ اس دباؤ کو ختم کرنا اور اپنی لمٹ بڑھانا اسی وجہ سے لازم ہے۔

☆ منصوبہ بندی صحیح طرح سے کیجئے۔ اچھے برے دونوں پہلو بغور دیکھ کر لکھ لیں۔

Marfat.com

پھر مثبت (Optimistic) ہو کر اس کا آخری فیصلہ کریں۔ اور پھر عمل کرتے وقت منفی پہلو کو بھول جائیں۔ منصوبہ بناتے وقت آپ کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ آپ اس میں کامیاب ہوں گے۔ پھر انشاء اللہ آپ کو کامیاب ہونے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ ناکامی کا خوف ہی ناکامی کی بڑی وجہ ہوتا ہے۔

☆ اسی موجودہ لمحے میں رہنا سیکھیے، بات چیت میں لوگوں کی آنکھوں میں دیکھیے۔ اہم قسم کی بات چیت میں لوگوں کی آنکھوں کو پڑھیے۔ ان کی باڈی لینگویج پر نظر ڈالیے۔ اس سے آپ ان کے بارے میں اتنا کچھ ایک ہی ملاقات میں سمجھ لیں گے جتنا پچاس ملاقاتوں کے بعد سمجھ پائیں گے۔

☆ ذہن کو اگر کسی قسم کی عادت سے متعلقہ سوچ کوئی ایک ماہ کیلئے نہ دی جائے تو ذہن دوسری سوچوں پر چلنے لگ پڑتا ہے۔

رمضان المبارک میں 30 دن کے روزوں کو آپ چاہیں تو کسی بھی غلط عادت کو کنٹرول اور تبدیل کر سکتے ہیں۔ کسی بھی قسم کے گناہ سے متعلقہ سوچ نہ رکھیں تو ایک ماہ میں ہی اس بری سوچ کی جڑیں ہمارے دماغ سے ختم ہو جاتی ہے۔

☆ میں نے مشہور فلاسفر برٹرینڈ رسل کی کتابیں پڑھیں وہ خاصی گہری اور مدلل تھیں مگر ان میں بوریت اور خشکی بھی محسوس ہوئی۔ اسی وجہ سے زیادہ تر لوگ ان کتابوں کو پڑھنا پسند نہیں کرتے ہیں۔

☆ جو کام ماتحت کر سکیں اس پر وقت ضائع نہ کریں۔ اپنا وقت اور انرجی قیمتی کاموں کیلئے بچا کر رکھیں۔ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے کوئی 30 سیکنڈ اپنے ذہن میں اسے کامیابی سے مکمل ہونے کا تصور گھمائیں۔ اگر کام زیادہ اہم ہو تو یہ وقت زیادہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

☆ ہٹلر نے سب سے پہلے ہر اہم فائل کو خود دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ اسے الجھانے کے لئے جرمنی کی بیوروکریسی نے بے حد و حساب فائلیں اس کے دفتر میں بھجوا دیں۔ جن کو سائن

Marfat.com

کر کے پہلے اس کے ہاتھ اور پھر کمر میں دردیں شروع ہو گئیں۔ آخر کار تنگ آ کر اس نے حکم دیا کہ ہر محکمے کا سربراہ یہ کام خود کرے اور اگر کوئی اس میں سستی کرے گا تو پھر اس کا مقام جیل یا موت ہی ہوگا۔ پھر سب بیوروکریٹ تیر کی طرح سیدھے ہو گئے اور تمام کام بالکل صحیح ہونے لگ پڑا۔ ہمارے بیوروکریٹ بھی ایسے ہی حربوں کے ماہر ہیں۔

☆ مسلمانوں کو چاہیے کہ غیر مسلموں کو ملنے میں تعصب کا اظہار نہ کریں۔

☆ پاکستان میں موجود 90 فیصد لوگ اسٹریس کا شکار ہیں اور اسے پاکستان میں رہنے میں والے لوگوں کی زندگی کا لازمی حصہ سمجھ رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا پاکستان میں کوئی حل نہیں ہے۔ مجھے ان کی بات سن کر بڑی ہنسی آتی ہے میں انہیں کہتا ہوں ''اگر آپ کا مالی مسئلہ حل ہو جائے تو کیا آپ کی آدھی سے زیادہ پریشانیاں ختم نہیں ہو جائیں گی'' تو وہ اس کا جواب اثبات میں دیتے ہیں کہ ہاں ایسا ہی ہوگا۔

اس پر میں انہیں کہتا ہوں کہ مطلب یہ ہوا کہ حل تو ہے اب سب کچھ چھوڑ کر مالی مسئلہ کے پیچھے پڑ جاؤ اور اسے حل کر لو۔

گویہ ایک حقیقت ہے کہ 90 فیصد پریشانیاں صرف منفی سوچ سے بچ کر اور مثبت سوچ کو اپنا کر حل ہو جاتی ہیں۔ پھر مثبت سوچ کو پکے طریقے سے اپنانے کی صورت میں انسان کے مالی اور مادی مسائل بھی لازمی طور پر کچھ ہی عرصے میں حل ہو جاتے ہیں۔

☆ امریکہ کے عام شہری (اور یورپین بھی) برے لوگ نہیں بلکہ بڑے اچھے انسان ہیں۔ مگر سیاسی شعور سے بہت دور ہیں۔ اور صرف میڈیا کی زبان سے سوچتے ہیں۔ جبکہ ان کے لیڈر سخت خودغرض اور انسانیت سے دور ہیں اور غالباً ایسے ہی رہیں گے۔

☆ جتنے بھی ضروری شریعتی قوانین و حکم ہیں، جتنی ضروری ترین تاریخ ہے، پھر انسان کی روحانی اور ذہنی ترقی کے لئے ضروری پیغام و حکم ہیں جن پر عمل اور قرآنِ پاک کی تلاوت (اور ورد) انسان کے اندر پوشیدہ گہری ترین ذہانت کو جگاتے ہیں اور انسان کو اس

Marfat.com

تک پہنچاتے ہیں وہ سب کے سب قرآنِ پاک میں مکمل طریقے سے بیان کئے گئے ہیں۔

☆ پیسے کو اللہ سے زیادہ پیارا رکھنا شرک ہے۔ ہم اسی طرح کے بیشمار شرکوں میں مبتلا ہیں۔ مثلاً تھانے کچہری اور امریکہ و IMF سے بے جا ڈرنا اور انہیں ہر قسم کی طاقت کا اہل سمجھنا شرک میں ہی آتا ہے۔

☆ جسمانی توانائی کے زیادہ ہوتے ہی اکثر ڈپریشن بھی خود بخود غائب ہو جاتا ہے

☆ سٹریس کا ایک بڑا علاج زندگی میں مقصد ہونا ہے کسی اچھے تخلیقی مقصد کے بغیر زندگی میں اندرونی سکون اور اطمینان پانا ممکن نہیں۔

اصلی جمہوریت:۔

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اصلی جمہوریت کی ایک زبردست مثال دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔

خلیفہ بننے کے بعد ان سے پوچھا گیا کہ آپ خلیفہ بننے کے عوض اپنے اور اہل وعیال کے گزارے کے لئے بیت المال سے کتنی رقم لیں گے؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ''جتنی رقم مدینہ میں ایک مزدور دن کی لیا کرتا ہے میں اتنی رقم لیا کروں گا''

اوراس پر لوگوں نے سوال کیا کہ اگر اتنی رقم میں آپ کا گزارہ نہ ہوا تو پھر آپ کیا کریں گے؟
اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا ''پھر میں اس مزدور کی دیہاڑی بھی بڑھا دوں گا''

Marfat.com

تنقید کرنے والے ماہرین......!

میری سب سے پہلی کتاب (روحانیت، دانش اور حقیقتیں) پر ایک تنقید انسٹیٹیوٹ آف پالیسیز سٹڈیز کے ادارے کی جانب سے کسی بہاولپور یونیورسٹی کے ایک "لائق پروفیسر صاحب" نے کی تھی۔ اس میں میری کتابت کی غلطیوں کا ذکر تھا۔ جو کہ صحیح تھا مگر وہ میری پہلی کتاب تھی، مجھے اس وقت کتابت کا کوئی تجربہ ہی نہیں تھا اور کوئی ٹیم بھی ساتھ نہ تھی۔ پھر انہوں نے یہ تنقید کی کہ میں پامسٹری، آسٹرالوجی وغیرہ کو بھی روحانی علم کہہ رہا ہوں۔ حالانکہ میں نے کتاب میں واضح طور پر لکھا ہے کہ لوگ انہیں روحانی علم سمجھتے ہیں مگر یہ روحانی علم نہیں ہے۔ بلکہ ان کی ایک بڑی چھوٹی سی شاخ ہیں۔

پھر انہوں نے یہ تنقید کی کہ میں نے ہندوؤں کے دیوتاؤں کی تعداد 33 کروڑ لکھی ہے۔ اس چیز کا کوئی واضح ثبوت نہیں ہے۔

جبکہ البیرونی کی کتاب اور انڈیا میں چھپنے والی تقابلِ ادیان کی ایک اچھی کتاب میں بھی میں نے یہ کتاب 33 کروڑ ہی پڑھی ہے۔ آج کل تو کچھ اور اسلامی عالم بھی اس تعداد کو 33 کروڑ ہی بتا رہے ہیں۔

ان کی ایک تنقید یہ بھی تھی کہ مجھے اسلامی روحانیت کی بالکل سُدھ بُدھ نہیں ہے کہ اسلامی روحانیت کا مقصد تو قربِ الٰہی ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اگر کسی مزید بہتر قسم کے قربِ الٰہی کو جانتے ہیں تو براہِ مہربانی

Marfat.com

وہ مجھے بھی سکھا دیں۔ مجھے تو اس قسم کا کوئی اور ماہر نہیں ملا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو میں اپنی کتابوں میں قربِ الٰہی ہی سکھا رہا ہوں۔

پھر ایک اور تنقید یہ بھی تھی کہ میں نے سکھوں کے مذہب کے شروع ہونے کا وقت آج سے دو، تین سو سال پہلے لکھا ہے۔ اس پر فاضل پروفیسر نے لکھا تھا کہ مجھے پہلے گرونانک کی تاریخ وفات معلوم کر لینی چاہیے تھی۔

گرونانک بابر کے عہد میں ہوئے تھے، لیکن ''ان فاضل پروفیسر صاحب'' کو یہ بالکل معلوم نہیں تھا کہ گرونانک نے تو سکھ مذہب کی کوئی بات ہی نہیں کی۔ بلکہ یہ کہا تھا کہ ہندو صحیح ہندو بنیں اور مسلمان صحیح مسلمان بنیں۔

سکھ مذہب تو سکھوں کے دسویں گرو ''گروگوبند سنگھ'' نے شروع کیا تھا۔ گروگوبند سنگھ کا دور اورنگزیب عالمگیر کا تاریخ تھا۔

ابھی کوئی دو سال پہلے انڈیا میں سکھوں کا مذہب شروع ہونے کی 300 سالگرہ منائی گئی ہے۔

ایک مزاح کی بات یہ ہے کہ وہ پروفیسر صاحب کتاب کا اصل مقصد ہی نہ جان سکے بلکہ وکیلوں کی طرح نقطے پکڑ کر تنقید کرتے رہے۔ گو ایسی تنقید لکھنے والے اکثر تاریخ کے ماہر (کسی نہ کسی حد تک) تو ہوتے ہیں مگر انہیں روحانیت کی بھی کچھ شُدبُد ہونی چاہیے۔

Marfat.com

بیرونِ ملک روزگار

کوئی 1999ء کی بات ہے میرے ایک ہالینڈ کے دوست سرفراز بٹ صاحب مجھے اپنا واقعہ سنا رہے تھے۔

سرفراز بٹ صاحب نے بزنس ایڈوائس بیورو کھولا ہوا تھا۔ اس میں انہوں نے اپنی فیس پانچ ہزار گلڈر (آج کل کے حساب سے اسے پانچ ہزار ڈالر سمجھ لیں) رکھی ہوئی تھی۔ ایک دن ایک میانوالی سے تعلق رکھنے والا نوجوان ان کے پاس ایڈوائز کے لئے آیا۔ وہ نئی مرسیڈیز 350SLE میں آیا تھا۔ اس نے آکر پہلے پانچ ہزار فیس ادا کی۔

اس کے بعد اس نے اپنی کہانی سنائی۔ وہ میانوالی کے کسی گاؤں میں رہنے والا تھا۔ چند سال پہلے غیر قانونی طور پر بیلجیئم میں آپہنچا۔ وہاں پر اسے ایک امیر بوڑھی عورت مل گئی جو بہت مالدار تھی۔ بوڑھی کو اس سے عشق ہو گیا اور انہوں نے شادی کر لی۔

پھر وہ لڑکا بتانے لگا کہ ہم بڑے غریب لوگ تھے، کسی کے مزارع تھے۔ اب میں نے 9 مربع زمین خرید لی ہے۔ جس کو میرے ماں باپ،، بہن بھائی کاشت کر رہے ہیں اور وہ سب بڑے خوشحال ہو چکے ہیں۔ اب ان سب کا اصرار ہے کہ میں واپس میانوالی آجاؤں۔ میں ان کے پیار کی وجہ سے واپس جا رہا ہوں۔ میری بیوی کا عینکیں بنانے کا کارخانہ ہے ہم وہ بیچ رہے ہیں۔ ہمیں اس کے 27 کروڑ پاکستانی روپے کے قریب رقم ملے گی اور ہم واپس جا رہے ہیں۔

اس سلسلے میں مجھے آپ کا مشورہ درکار ہے۔

یہ سب کچھ سن کر سرفراز صاحب نے کمپیوٹر پر ہاتھ مارا اور اس نوجوان کو پاکستان کے

Marfat.com

حالات بتانے شروع کئے۔ کہ یہاں کتنا جرم ہو رہا ہے، ہر روز کتنے قتل ہوتے ہیں؟ اور کس کس طرح کی کرپشن ہو رہی ہے؟

پھر اسے بتایا کہ اگر تم وہاں چلے گئے تو سال دو کے اندر ہی تمہارے رشتہ دار تمہیں کسی بڑے مقدمے میں پھنسا دیں گے یا قتل کر دیں گے اور اس گوری کو دو چار لاتیں مار کر واپس بھگا دیں گے۔

پھر انہوں نے اس نوجوان کو کہا کہ تم نے گھر والوں کو کوئی 9 مربعے زمین خرید کر دی۔ انہیں مزید دو تین مربعے خرید کر دے دو اور کہو کہ وہ موج کریں۔ میں واپس پاکستان نہیں آ رہا۔

وہ نوجوان یہ سن کر ان کا کافی شکر گزار ہوا اور کہنے لگا میرے سب سمجھ دار دوست مجھے یہی کچھ کہہ رہے تھے۔ لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی، اب آپ کے بتانے کے بعد میرے لئے سب کچھ واضح ہو گیا ہے۔ میں اب یہاں ہی رہوں گا۔

یہ تو ہوئی بات کہ جو نوجوان یورپ سے واپس آ رہا تھا مگر پچھلے ہفتے ہی مجھے چکوال میں ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی جو میرے چھوٹے بھائی کیپٹن خالد اقبال سے کہیں باہر جانے کے سلسلے میں (بذریعہ پامسٹری) مشورہ لینے آیا تھا۔

خالد نے اس سے پوچھا کہ وہ کونسے ملک میں جا رہا ہے؟ تو وہ کہنے لگا ''میں نے اڑھائی لاکھ روپے ایتھوپیا (افریقہ) جانے کے لئے دیئے ہیں وہاں پر ایئر پورٹ کے پاس ہی کوئی سگریٹوں کی فیکٹری ہے جہاں ڈبے پیک کرنے ہوتے ہیں''۔

مجھے پانچ سو ڈالر ماہانہ تنخواہ ملے گی''۔

یہ سن کر خالد کو ہنسی آ گئی۔ اس نے انٹرنیٹ پر ایتھوپیا (افریقہ) کی تصویر نکالی تو وہاں ایک افریقی اونٹ پر بیٹھا صحرا میں جا رہا تھا۔ خالد نے اسے بتایا کہ کیا انہیں ڈبے پیک کرنے کے لئے وہاں کا کوئی آدمی نہیں ملا ہے جو کہ 100 ڈالر ماہانہ میں بھی بخوشی یہ کام کر

Marfat.com

دیتا۔ یہ کوئی ٹیکنیکل کام تو نہیں ہے، وہ تم سے وہاں پر گدھے چروائیں گے اور تمہیں کوئی پیسہ بھی نہیں ملے گا۔

یہ سن کر وہ نوجوان خاصا پریشان ہوا اور واپس چلا گیا۔ پھر دوسرے دن آیا اور کہنے لگا۔ کہ فلاں ایجنٹ (حاجی صاحب) کو میں نے کچھ رقم ایڈوانس دی تھی۔ اب وہ یہ رقم واپس نہیں دے رہے ہیں۔

یہ سب کچھ سن کر میرا دوست قلندر زور زور سے ہنسنے لگ پڑا ہے اور اس نوجوان کو کہنے لگا "وہاں جانے سے تو بہتر ہے کہ تم آج کل انگلینڈ چلے جاؤ وہاں پر کچھ کم بھوک ہے"

قلندر کی بات بڑی گہری ہوتی ہے، آج کل جو نوجوان (خصوصاً طالبعلم) انگلینڈ جا رہے ہیں وہاں پر ان کی یہی حالت ہے۔ طالب علموں کو کام کرنے کی ہفتے میں صرف دس گھنٹے اجازت ہے، اور یہ کام بھی بالکل نہیں ملتا ہے۔ انگلینڈ میں رہنے کے کم از کم تین سو پاؤنڈ (44 ہزار روپے) ماہانہ خرچہ ہے۔ وہاں پر رہنے والے طالب علم یہ خرچہ گھروں سے منگوا کر دے رہے ہیں۔ چکوال میرے محلے میں ہی تین نوجوان طالب علم انگلینڈ سے واپس آ چکے ہیں۔

لیکن ایجنٹوں کی لوٹ کھسوٹ اسی طرح جاری ہے۔ وہ نوجوانوں کو دنیا کے مختلف ملکوں کے سٹوڈنٹ ویزوں کا چکر دے کر اپنا کمیشن وصول کرتے ہیں اور نوجوانوں کو وہاں بھوکا مرنے بھیج دیتے ہیں۔

آج کل دنیا کے امیر ملکوں میں طالب علموں کے سیٹل ہونے کے لئے آسٹریلیا پہلے نمبر پر ہے، پھر کینیڈا ہے۔ اس کے بعد سویڈن، ڈنمارک، ناروے وغیرہ ہیں۔ پھر جرمنی ہے، باقی یورپ کے ملکوں میں بھی کوئی بڑا اونچے درجے کی تکنیکی مہارت رکھنے والا سٹوڈنٹ ہی جا کر سیٹل ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

ہمارے کمپلیکسز

قرآن پاک میں لکھا ہے''ان لوگوں نے اپنی خواہشوں کو خدا بنالیا ہے''

ہم میں سے بہت سے لوگ اسی طرح اپنی خواہشوں کو خدا بنا لیتے ہیں۔اس میں ہم اکثر اپنے بچپن کے کمپلیکسز کے پیچھے بھاگتے ہوئے اپنا وقت،توانائی اور وسائل کا ضیاع کرتے رہتے ہیں۔

اہم ترین انسانی کمپلیکسز دولت سے متعلقہ ہیں۔پھر طاقت سے تعلق رکھتے ہیں اس کے بعد شہرت (لوگوں کی توجہ لینا) کے ہوتے ہیں۔

ہم میں سے تقریباً ہر انسان اپنی تعریف پسند کرتا ہے۔اور دوسروں کی تعریف ناپسند ہوتی ہے حالانکہ اگر کسی کی تعریف صحیح جگہ اور موقع پر کی جائے تو یہ آپ کیلئے بڑی فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں۔

لوگوں کی صحیح طریقے سے تعریف کرنا لازمی سیکھیں۔

خود کو دوسروں سے بہتر جاننا تو غرور میں آتا ہے ہی مگر کسی دوسرے کو گھٹیا سمجھنا ایسی چیز ہے جسے کوئی بھی برداشت نہیں کر پاتا۔

اسی طرح اگر کسی معاشرے کے پسے ہوئے شخص کو عزت دی جائے تو وہ ساری عمر کیلئے آپ کا غلام بن جائے گا۔

Marfat.com

قرآن پاک کے شرعی احکام

☆ سب تعریفیں (اور شکر) اللہ کیلئے ہیں۔ (1:1)

☆ اس کے علاوہ کسی اور ہستی کی محکومیت، اطاعت، اختیار نہ کی جائے۔ 64/13 4/171 3/63 2/163

☆ لٰہذا انسانوں کے بنائے ہوئے غیر قرآنی قوانین کا اتباع شرک ہے۔ 31/13 30/31-32 16/99-100

☆ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ وہ کسی کا باپ یا خاوند (عیسائیت کے نظریہ تثلیث کی بھی نفی) 2/116 6/101-102 112/3-4

☆ اللہ نے ہر شے میں حسن رکھا ہے، ساری کائنات میں یعنی تناسب توازن 95/4 32/7

☆ اس کتاب اللہ (قرآن کریم) میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں اور نہ کوئی نفسیاتی الجھن ہے۔ یہ ضابطۂ قوانین، سفرِ زندگی میں اُن لوگوں کو انسانیت کی منزل مقصود کی طرف لیجانے والی راہ بتاتا ہے۔ جو غلط راستوں کے خطرات سے بچنا چاہیں۔ 2/2

☆ لیکن جب انسان شخصیت پرستی کا شکار ہو جائے تو اسے یہی بات ناگوار گزارتی ہے اور وہ توحیدِ خالص کی طرف آنا ہی نہیں چاہتا۔ 39/45 17/46

☆ اے رسول تم مردوں اور بہروں کو نہیں سنا سکتے 27/80-81

☆ اسلاف پرستی کی ممانعت . 43/22-24, 5/104, 2/170

Marfat.com

☆ یہ تمام کائنات قانون مکافات عمل کو بروے کار لانے کیلئے سرگرم عمل ہے۔ (یعنی ہم سب کو اپنے اپنے تقویٰ کے اعمال کی جزا اور شیطانی عمل کی سزا دنیا میں بھی ملتی رہتی ہے۔ ہم سب اپنے اپنے اعمال کی جزاء وسزا کے تحت دنیا میں اپنے اپنے حالات کا سامنا کر رہے ہوتے ہیں۔

53/31 45/22

☆ کائنات میں اللہ کی میزان عدل قائم ہے جس میں ہر انسان کے عمل کا ذرہ ذرہ تلتا ہے۔ 99/7/8

☆ کسی کے گھر بلا اجازت نہیں جانا چاہیے 24/27/29

☆ ہمیشہ صاف سیدھی اور دوٹوک بات کرو جس میں ابہام نہ ہو۔ 33/70

☆ ایسی زبان استعمال کرو جو شریفوں کی زبان تسلیم کی جاتی ہو 4/5

☆ اور اس میں حسن پایا جائے 2/83

☆ پُر از مکر وفریت اور تصنع آمیز گفتگو مت کرو 22/30

☆ چیخ چیخ کر مت بولو 31/19

☆ ہر قسم کی لغویات سے بچتے رہو 23/3 42/37

☆ بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ پھٹکو 6/153 26/72

☆ اکڑ کر مت چلو 17/37 31/18

☆ نگاہوں کو بیباک نہ ہونے دو 24/30-31

☆ بلا تحقیق کسی بات کے پیچھے مت لگ جاؤ 17/36

☆ اچھی بات سنو تو اس پر عمل کرو 2/285

☆ لغویات سنو تو اس سے پرہیز کرو 28/55

☆ دوسروں کی باتوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو جن کا تم سے کوئی تعلق نہ ہو۔

Marfat.com

49/12

☆ جب ایک دوسرے سے ملوتو سلامتی کی دعاؤں اور نیک آرزوں کیساتھ ملو۔
4/86

☆ والدین، اقربا، یتامیٰ، مساکین، ہمسایوں، دوستوں اور مسافروں کیساتھ اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ 4/36

☆ اس حسن سلوک کے معاوضہ کی خواہش نہ کروحتیٰ کہ شکریہ تک کی بھی نہیں۔
76/9

☆ اچھی باتوں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، بری باتوں میں تعاون مت کرو۔
5/2

☆ نشست و برخاست میں آداب محفل ملحوظ خاطر رکھو۔ 85/11

☆ کسی کے ہاں کھانے کی دعوت ہوتو پہلے سے ہی نہ جا بیٹھو نہ ہی کھانے کے بعد باتوں میں لگے رہو جس سے صاحب خانہ کو ناحق تکلیف ہو۔ 33/53

☆ دوسروں سے حسد نہ کرو۔ 4/54

☆ کسی کی غیبت مت کرو 49/12

☆ کسی سے بیہودہ مذاق اور تمسخر نہ کرو 49/11

☆ بدظنی سے بچو 49/12

☆ یونہی مغلوب الغضب نہ ہو جاؤں 3/134

☆ جو نادانی سے کوئی غلط بات کر بیٹھے اور پھر اپنے کیے پر نادم ہو اور تم سمجھو کہ اسے معاف کر دینے سے اس کی اصلاح ہو جائے گی تو اسے معاف کر دو۔ 6/54

☆ لوگوں پر نیکی اور پاک بازی کی دھونس نہ جماؤ 53/32

☆ دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور۔ یہ بدترین خصلت ہے۔ 3/167

Marfat.com

☆ افواہیں مت پھیلاؤ، جب کوئی ایسی بات سنو جس کا تعلق تمہاری اجتماعی زندگی سے ہے تو اسے ذمہ دار حکام تک پہنچا دو تا کہ وہ مناسب تحقیق کے بعد صحیح نتائج تک پہنچ سکیں۔ 4/83 46/6

☆ کسی کو ناحق اذیت پہنچانا جرم ہے۔ 33/58 58/10

☆ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، بلکہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ 9/71 49/10

☆ اگر کبھی ان میں کسی بات میں تنازع ہو جائے تو ان میں صلح کرا دو اور جو کوئی زیادتی کرے اس سے مواخذہ کرو۔ 49/9

☆ رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلے مت لے لیا کرو 2/188

☆ ماپ تول پورا رکھو 6/153 7/85 17/35 83/1-3

☆ نکاح کی عمر بلوغت ہے۔ 4/6 6/153 17/34

☆ نکاح کا معاہدہ: معاہدہ کیلئے رضامندی ضروری ہے۔ اور مردوں کے متعلق کہا گیا کہ تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو تمہیں پسند ہوں 43/

☆ عورتوں کے متعلق مردوں سے کہا گیا ہے کہ یہ تمہارے لیے قطعاً جائز نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی مالک بن جاؤ۔ 4/19

☆ کسی مسلمان مرد یا عورت کا کسی مشرک عورت یا مرد سے نکاح جائز نہیں۔ 2/221

☆ قرض کا لین دین لکھ لینا چاہیے 2/282

☆ بات کرو تو عدل وانصاف کی کرو 6/153

☆ کوئی انسان دوسرے انسان کو محکوم نہیں بنا سکتا 3/79

☆ کوئی کسی دوسرے کی ذمہ داری نہیں اٹھائے گا۔ 6/165

Marfat.com

☆ فتنہ وفساد جنگ سے زیادہ خطرناک ہے۔ 2/291

☆ حکم الٰہی کا مانا جائے گا جو خود اللہ کی اطاعت کریں۔ 18/28

☆ قوم میں گروہ بندی، فرقہ بندی شرک ہے۔ 31/31-32

☆ کوئی کام بظاہر کتنا ہی بڑا اور نیک کیوں نہ ہو اس سے امت میں تفرقہ پیدا ہوتا ہے تو وہ جرمِ عظیم قرار پاتا ہے۔ 9/107-109

☆ اسلامی مملکت کی ذمہ داری ہے کہ اس کے دائرہ اقتدار میں کوئی ذی حیات سامان رزق سے محروم نہ رہے۔ 11/6

☆ اسلامی مملکت کا بنیادی فریضہ ایتائے زکوۃ قرار دیا گیا ہے۔ 22/41

☆ زمین ممالک کی تحویل میں رہتی ہے۔ تاکہ اس سے تمام ضرورت مندوں کی ضروریات یکساں طور پر پوری ہوتی رہیں۔ 55/10-12, 41/1056/73

☆ سرمایہ کے معاوضہ کو رِبا کہا جاتا ہے جو قطعاً حرام ہے۔ رِبا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ 3/130 2/275-79

☆ جب تک کسی کے خلاف جرم ثابت نہ ہو جائے اسے مجرم تصور نہ کرو 24/16.

☆ مجرم کیلئے نہ سفارش چلتی ہے نہ اثر ورسوخ کام کرتا ہے۔ 2/123 2/48

☆ کبھی جھوٹی گواہی نہ دو۔ 25/72

☆ زنا جرم ہے۔ مرد اور عورت دونوں یکساں مجرم ہوتے ہیں۔ 24/2

☆ فواحش کے قریب مت جاؤ خواہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی ہو یا چھپی ہوئی۔ 7/33 6/152

☆ جو قوم زنا کی عادی ہو وہ قوم مضمحل ہو جاتی ہے اسمیں وہ توانائیاں نہیں رہتیں جو قوموں کو تمدنی بلندیاں عطا کرتی ہیں۔ 25/68

Marfat.com

کچھ اہم ترین قرآنی اصول

قرآنِ پاک کو سمجھنے کے کچھ ایسے اہم اصول ہیں جو میں یہاں پر لکھنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں۔ (اگر کسی صاحب کو اس میں کوئی غلطی نظر آئے تو براہِ مہربانی مجھے ضرور مطلع کیا جائے)۔

☆...... قرآن پاک کو صحیح طریقے سے سمجھنے کیلئے بھی تقویٰ شرط ہے۔ قرآن پاک میں لکھا ہے" الم یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں یہ راہ دکھاتی ہے متقین کو"
ایک اہم اصول یہ ہے کہ قرآن پاک میں آیا ہوا ہے۔ اللہ اپنے ازلی ابدی اوراٹل قوانین کے تحت ہی دنیا کے فیصلے کرتا ہے۔ مثلاً سورۃ الطلاق میں ہے" جو اللہ پر تقویٰ کرے اللہ اسے ہر مشکل سے نکالے اور ایسے ذریعے سے روزی دے جو اس کے گمان میں بھی نہ ہو (سورۃ طلاق 3-2 آیت)۔
یہ قوانین قرآن پاک سے پہلے دوسری صحیح الہامی کتابوں میں بھی موجود تھے۔ قرآن پاک میں یہ مکمل اور واضح طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ دنیا میں ہر شخص اور ہر قوم کا عروج و زوال انہی قوانین کے تحت ہوتا ہے۔ اس میں ایک طرف تقویٰ کے قوانین (نیکی، سچائی، اللہ کی مخلوق سے پیار کی صورت میں) اور دوسری طرف شیطانی قوانین (یعنی ظلم، زیادتی، گناہ، کرپشن وغیرہ) ہیں۔ دنیا میں جس نے بھی نیکی اور تقویٰ کے قوانین پر عمل کیا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب رہا۔ اور جس نے بھی شیطانی یا برائی کے قانون پر عمل کیا وہ وقتی طور پر بظاہر فائدے میں نظر آتا ہے مگر پھر ساری

Marfat.com

زندگی بے سکونی، مشکلات اور پریشانیاں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ اس کا ذہن اور دل کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

یہاں پر تقویٰ کے قانون کے تحت آپ کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ ہونا ہے۔ تو پھر جو چیز بھی اسکے مخالف نظر آئے گی اس کا ترجمہ بھی امکان ہے کہ غلط ہی ہوگا۔ جیسے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "جو بھلائی بھی تمہاری طرف آتی ہے وہ میری طرف سے ہے اور جو مشکل تمہاری طرف آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے" (یعنی اللہ کے انسان کو عطا کردہ اس کے نور کی وجہ سے انسان ہر ضرورت کی چیز کو اپنی طرف کشش کرتا ہے۔ لیکن ہمارے برے اعمال اس نور کو کمزور کرتے چلے جاتے ہیں اور ہماری زندگی میں ہر قسم کی مشکلیں آتی چلی جاتی ہیں)

اسی طرح اللہ تعالیٰ قوموں کے بارے میں فرماتا ہے "اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم زمین و آسمانوں سے ان پر برکتوں کے دروازے کھول دیتے" (سورہ یونس آیت 63)

اسی طرح جیسے قرآن کی کچھ آیات کا عام طور پر اس طرح ترجمہ ہوتا ہے "اللہ جسے چاہے دولت دیتا ہے" تو میرے خیال میں اس کا ترجمہ اس طرح ہونا چاہیے۔

"جو اللہ کے قانون کے تحت اس سے دولت دیتا ہے"

☆..... قرآن پاک کا حقیقی مقصد صرف جنت کی تیاری ہی نہیں بلکہ یہ دنیا میں بھی دو اہم ترین مقاصد دینے کے لیے آیا ہے اس کا ایک مقصد آئیڈیل معاشرے کی تشکیل ہے۔ جس کے لئے حقوق العباد آئے ہیں۔

دوسرا مکمل جسمانی، ذہنی اور روحانی انسان کی تشکیل ہے جس کے لیے حقوق اللہ (نماز، روزہ، نوافل، قرآن پاک پڑھنا وغیرہ) آئے ہیں۔

دنیا اور آخرت انٹر لنکڈ ہیں۔ یہ سوچنا بھی غلط ہے کہ آخرت ٹھیک کیئے بغیر دنیا ٹھیک

Marfat.com

کی جا سکتی ہے اور اسی طرح اگر دنیا صحیح نہ ہوئی (جیسے انسان نے رزق حلال نہ کمایا ، اچھا انسان اچھا مسلمان نہ بنا) تو آخرت لازمی خراب ہوگی۔

☆...... دینِ اسلام کا ایک اہم ترین مقصد سوسائٹی میں کمزوروں کی مدد ہے۔ ان میں عورتیں، بچے، بیمار اور بوڑھے افراد شامل ہیں۔ بغیر اللہ اور روز جزاء کے حساب و کتاب کے ڈر کے یہ خیال رکھنا ممکن ہی نہیں۔ پھر سوسائٹی میں پیسے کی منصفانہ تقسیم کرنا اور مستحق افراد کی بذریعہ زکوٰۃ و صدقات مدد کرنا بھی لازمی ہے۔ دنیا میں موجودہ دوسرے تمام نظام ان دونوں کاموں میں ناکام ہو چکے ہیں۔

☆...... قرآنی آیات کا سیاق و سباق لازمی دیکھنا چاہیئے۔

☆...... یہ مت بھولیں کہ شفاعت (شفیع) کا عربی مطلب سفارش ہے بخشش نہیں۔

☆...... میرے خیال میں قرآن پاک کی کوئی آیت مطروق نہیں ہے۔

☆...... قرآن پاک میں کسی بھی نبی یا رسول نے کسی کے وسیلے سے دعا نہیں کی جب بھی قرآن میں کسی ایسی دعا کا ذکر ہوا ہے اس میں نبیوں اور رسولوں نے اپنی عبادات اور روزوں کا واسطہ دے کر دعا کی۔ کہیں ایک جگہ پر بھی کسی دوسرے کا واسطہ یا وسیلہ نہیں دیا۔

☆...... قرآن پاک کو سمجھنے کیلئے اس کی آیتوں کے سیاق و سباق کو سمجھنا بہت مددگار رہتا ہے بلکہ یہ لازم ہے۔ قرآن پاک میں کوئی آیت متروک بھی نہیں ہے۔

☆...... تقریباً ہر آیت کے جوڑے ہوتے ہیں جو آیت پہلی جگہ پر پوری طرح واضح نہ ہو وہ قرآن میں کہیں اور (جوڑے کی صورت میں) واضح کر دی جاتی ہے۔ (ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مرحوم نے اس بات کو واضح کر کے بتایا ہے)

☆...... اللہ کسی کو پیدائشی طور پر برا نہیں بناتا۔ ورنہ روزِ جزا وہ اسے کس بات کی سزا دے گا۔

Marfat.com

☆ ...... قرآنِ پاک آسانی کے لئے آیا ہے، مشکل کے لئے نہیں۔

☆ ...... اسلام کی شفاعت بشرطِ اسلام (وتوحید) گناہوں کی سزا بھگت کر دوزخ سے واپس جنت میں آنا ہے۔

☆ ...... مستقبل تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ صدقے، دعا اور کوشش کے ذریعے اسے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

☆ ...... مستقبل (غیب کا) کا حتمی علم اللہ کو ہی ہے۔ انسان کو یہ علم حتمی طور پر نہیں ہوسکتا۔

☆ ...... انسان اچھائی اور برائی چننے کے لئے آزاد ہے۔

☆ ...... رزق، کوشش سے بڑھتا ہے۔ (گو اگر انسان اپنی کوششیں ترک کر دے تو پھر کھانا، پینا اور عام سے کپڑے اسے کوئی بھی شخص دے سکتا ہے)۔ لیکن مہنگے کپڑے مہنگا ذریعہ نقل وحمل کا تعلق محنت سے ہے اور یہ بھی ضرور سوچیں کہ دوسروں سے ملنے والی چیز لینی جائز بھی ہے یا نہیں اور کیا اس نے یہ جائز طریقے سے کمائی ہے یا نہیں۔

☆ ...... موت کا وقت انسان کے اعمال کے ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

☆ ...... فوت شدہ زندہ ہیں یا مردہ (گو میرے تجربے اور مشاہدے میں یہ آیا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں) (گو شہید، گناہوں سے پاک اور انبیاء برزخ کے درجہ العین میں اور سخت قسم کے کافر ومشرک (فرعون اور ابوجہل وغیرہ) سجین میں زندہ ہیں وہاں سے دنیا کا کوئی تعلق نہیں)

مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے، یعنی مزاروں پر دعائیں کریں لیکن ان کو اللہ تعالیٰ ہی قبول فرماتا ہے۔ یہاں پر یہ بحث بھی ختم ہو جاتی ہے کہ شہید زندہ ہیں یا نہیں۔ کیونکہ مدد تو بہر حال اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔

☆ ...... اللہ پر تقویٰ (جو اسلام میں بڑائی کا معیار ہے) اللہ کا ڈر نہیں، روزِ جزا کو اعمال

Marfat.com

کی سزا کا ڈر ہے۔ اللہ تو انسان کو ماں سے بھی ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے (یہ پیار لیلیٰ مجنوں والا جسمانی نہیں بلکہ ماں، بچے والا غیر مشروط (Un Conditional) ہوتا ہے۔

☆...... اللہ پیسے کو پسند کرنے سے نہیں روکتا مگر پیسے کو اللہ سے زیادہ پیار رکھنے سے روکتا ہے اور جائز طریقے سے آپ جتنا پیسا چاہیں کما سکتے ہیں۔ مگر خرچ میں بھی اعتدال کا کہتا ہے۔ اور غلط راہ اور باطل کی مدد میں خرچ کرنے سے سختی سے روکتا ہے۔ اسلام میں صرفے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور غلط راہ اور خصوصاً غلط گروپ یا سسٹم پر پیسہ خرچ کرنے (یعنی انہیں طاقت دینے) کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ قرآن پاک میں نماز پڑھنے کا حکم تو واضح طور پر موجود ہے مگر نماز قائم رکھنے کا کہا گیا ہے اس کا مطلب زمین پر اللہ کا حکم قائم رکھنا ہے۔

ہم اپنی زندگی میں ہر کام کو عبادت میں بدل (اللہ کے احکام کے مطابق) سکتے ہیں اس کے بعد ایک نئی انتہائی طاقتور اور شاندار زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ اس میں آپ نے اپنے بوڑھے والدین کی سخت باتوں کو بھی نیکی سمجھ کر برداشت کرنا ہے اور اپنی بیوی کی بھی۔ پھر یہ سب چیزیں نیکی سمجھ کر کرنے کی صورت میں کوفت کے بجائے عجیب لذت دیتی ہیں۔

اپنے کام کو بھی (اللہ کے احکام کے مطابق عمل کر کے) پیسوں کو حلال کر کے تنخواہ لیں پھر کچھ عرصہ صبر کریں اور اس کی برکت دیکھتے جائیں۔

☆...... دین اسلام کا ایک اہم ترین مقصد سوسائٹی میں کمزوروں کی مدد کرنا اور پیسے کی منصفانہ تقسیم ہے۔ کمزور لوگوں عورتیں، بچے اور بوڑھے افراد شامل ہیں۔ بغیر اللہ اور روز جزا کے حساب وکتاب کے خوف کے ایسا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

☆...... ہر شرعی قانون قرآن پاک میں انشاء اللہ مل جائے گا ورنہ سنت رسول ﷺ, اس

Marfat.com

سے بھی نہ ملے تو حدیث صحیحہ میں ڈھونڈیں۔

☆...... قرآنِ پاک کے چھوٹے اور بظاہر غیر اہم حکموں پر بھی عمل فرض ہے۔

☆...... قرآن پاک کو سمجھنے کا جو بہترین اور آسان طریقہ میرے علم میں آیا ہے وہ اس طرح ہے کہ آپ نے قرآن پاک کے دیے ہوئے احکامات کو وہاں سے نکال کر علیحدہ لکھتے چلے جانا ہے جیسے سب سے پہلے سورہ فاتحہ میں الحمد للہ الرب اللعالمین ہے اس میں رب اللعالمین کا مطلب سارے جہانوں کا مالک ہے یہ رب الدنیا نہیں نہ ہی رب الیہودین (یہوا) بلکہ تمام جہانوں کا رب ہے۔اسی طرح آگے مالک یوم الدین ہے پھر ایاک نعبدو ایاک نستعین ہے یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔پھر الم ذلک کتاب لاریب بفہ۔یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک (کچا) نہیں یہ راہ دکھاتی ہے متقین کو۔(آگے متقین کی تعریف لکھی ہے) کہ جو اللہ پھر فرشتوں، الہامی کتابوں اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے کمائے ہوئے مال میں سے نیک راہ (زکوٰۃ وغیرہ) میں خرچ کرتے ہیں (غلط اور شیطانی کاموں میں نہیں)۔

قرآن پاک کو سمجھنے کے لیے آپ نے اسی طرح سب قانون علیحدہ نکال کر لکھتے جانے ہیں۔اسمیں آپکو شعبہ زندگی سے متعلقہ قانون مل جائیں گے زندگی کے سبھی اہم ترین پہلوؤں سے متعلقہ قانون کا مکمل احاطہ قرآن میں کیا گیا ہے آپ نے ان سبھی قانونوں کے درمیان اپنی زندگی اور اسلامی حکومت کے قوانین بنانے ہیں اور انکو کسی بھی قیمت پر نہیں توڑنا ہے اور اگر پھر بھی کوئی چیز سمجھ نہ آئے تو پھر پہلے سنت رسول ﷺ اور پھر حدیث پاک سے مدد لینی ہے۔

Marfat.com

ڈرووخوف سب سے بڑی رکاوٹ

ڈروخوف کی سینکڑوں قسمیں ہیں جو ہمیں زندگی میں تو ہر قدم پر خوفزدہ کرتی ہیں ہی مگر روحانی ترقی میں بھی سب سے بڑی رکاوٹ یہی ڈرووخوف (خصوصاً اندر بیٹھا ہوا خوف) ہوتا ہے۔ مثلاً آپ کو اپنی کسی بھی روحانی صلاحیت (کشف، دم، قبول دعا وغیرہ) کو استعمال کرتے وقت اپنی بے عزتی کا ڈر ہو۔ تو آپ کو نتائج بہت کم ملیں گے۔

اس کا حل یہ ہے کہ انسان پہلے اپنے اس اندر کے خوف کو دور کرے اور کسی بھی صلاحیت کو استعمال کرتے وقت بے عزتی کا خیال ذہن میں نہ رکھے اور ایسا کوئی بھی عمل کرتے وقت اگر ذہن میں یہ پختہ یقین رکھے کہ وہ اس میں کامیاب ہوگا۔ پھر انشاء اللہ اسے ایسے ہر کام میں کامیابی حاصل ہوگی۔

سالک کے لیے کسی بھی علم کو سیکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے اپنے اندر کی توانائی (اللہ کا نور) جگا لے اور پھر وہ علم و دانش کی طرف آئے۔ اس طرح وہ دوسرے عالم لوگوں سے کئی گنا زیادہ رفتار سے علم و دانش حاصل کرے گا۔ ورنہ اس داخلی توانائی کے جاگنے سے

Marfat.com

پہلے انسان اگر دانش مند یا سکالر بنے تو اسے شرمندگی کا ڈر ترقی سے روکتا ہے۔ ایسے شخص کو خوف ہوتا ہے کہ وہ کہیں بحث ومباحثہ میں نہ ہار جائے۔ جس کے نتیجے میں اسے شرمندگی ہوگی۔ یہی ڈر اسے اپنی حاصل کردہ معلومات سے چمٹائے رکھتا ہے اور بہت سی توانائی انہی چیزوں اور انہی معلومات کو یاد رکھنے اور ڈر وخوف سے بچنے میں ضائع ہو جاتی ہے۔ یہ توانائی کا ضیاع اسے اپنے اصلی نور کے منبع تک پہنچنے ہی نہیں دیتا۔

اسی طرح اگر اس داخلی توانائی کے جاگنے سے پہلے کوئی کشف وغیرہ میں پھنس جائے تو پھر اس کا کشف کچا ہی رہتا ہے اور وہ الٹی سیدھی لوگوں کے دل میں چھپی ہوئی باتیں اور پیشن گوئیوں (غیب کی باتوں) کی ترقی کی خواہش میں ڈر وخوف کے چکر میں پھنسا رہتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ وہ لوگوں میں اپنی شہرت ہونے سے پہلے ہی بارہا الٹے سیدھے تجربے کر کے اپنے علم کو پختہ کرے اور جب اسے اپنی اس صلاحیت پر پختہ یقین ہو جائے تو پھر وہ لوگوں کے سامنے آئے یا اس کی ایک بہتر صورت یہ ہوگی کہ وہ ان سب چیزوں کو چھوڑ دے اور توانائی ونور کے منبع کی طرف (یعنی اپنے اندر) چلے۔ جب نوری جسم جاگ گیا تو سب کشف وکرامات بے حد آسانی کے ساتھ ہونگے۔

ہمارے ملک میں روحانیت میں مصروف لوگ ساری ساری رات نوافل اور عبادات میں گزار دیتے ہیں مگر وہ مثبت سوچ کے اصول سے ناواقفیت کی بناء پر ہر وقت ڈر وخوف میں (اکثر غربت یا اپنی روحانیت میں ناکامی کے) میں رہتے ہیں اسی وجہ سے انہیں 5% رزلٹ بھی نہیں ملتے بلکہ جوں جوں ورد ووظائف اور نوافل سے انسان کی روحانی انرجی بڑھتی ہے ہر سوچنے والی چیز کو کشش کرنے کی انسانی صلاحیت بھی کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ ایسے شخص کو تو غربت اور ناکامیاں کوسوں دور سے آکر لگاتار لپٹی رہتی ہیں اور اکثر وہ برسوں اس چکر سے نہیں نکل پاتے۔ اگر وہ اس ڈر وخوف کو نکال دیں تو فوراً ہی ہر قسم کی کامیابیاں ان کے پاس آنے لگ پڑتی ہیں۔ کمزور ذہن والوں کو (خصوصاً عورتوں کو) زیادہ وقت تک

Marfat.com

ڈر وخوف میں رہنا، ذہنی مریض بھی بنا دیتا ہے۔

حسد بھی ڈر وخوف میں آتا ہے کہ حاسد ڈرتا ہے کوئی دوسرا اس سے آگے نہ بڑھ جائے تو جب یہ خیال ہو تو لکھ لیں کہ دوسرا اس سے آگے بڑھ جائے گا اور وہ شخص خود پیچھے ہی رہے گا۔ یہ اس وقت تک ہوگا جب تک وہ اس حسد سے نہ نکلے، اس کا بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ اسے رشک میں تبدل کر لے۔

میرے مشاہدے میں تو یہ بھی آیا ہے کہ کوئی ذہنی یا بیوقوفی کی سب سے بڑی وجہ بھی بچپن کا ڈر وخوف یا بزدلی ہوتی ہے۔

کنجوسی بھی ڈر کی ایک قسم ہے کہ کنجوس کو ڈر رہتا ہے کہ آج پیسہ (یا کوئی دوسری چیز) پاس ہے کل نہ ہوگی۔ اکثر اسی وجہ سے وہ بہت سے اچھے دوست بھی کھو دیتا ہے۔ جو کوئی پاس موجود ہے صرف اس کی حفاظت میں ہی ڈر ڈر کر مستقبل کی بڑی بڑی کامیابیاں کھو دیتا ہے۔

والدین (خصوصاً ماؤں) کو اپنے بچوں کی بیماریوں کا، ان کے حادثات کا، پڑھائی نہ کرنے کا، مستقبل کی ناکامیوں کا، اپنی بچیوں کے جہیز نہ ہونے کا، ان کی صحیح نہ شادی ہونے کا خوف رہتا ہے۔ لڑکیوں کی شادی ہو جائے تو بہو سے دشمنی ہونے کا مزید سینکڑوں قسم کے خوف ہمیں گھیرے رکھتے ہیں۔ مثلاً بہت سے ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے گھر لڑکا پیدا ہو لڑکی نہ ہو۔ وہ لڑکی پیدا ہونے سے ڈرتے ہیں لیکن میرے بارہا کے مشاہدات میں آیا ہے کہ ایسے لوگوں کے گھر 80% لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔

آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

درحقیقت وجہ یہ ہے کہ انسان جس چیز سے ڈرتا ہے اسی کی تصویر بار بار ذہن میں گھماتا رہتا ہے اور وہی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ لاشعور یا تو شدید خواہش سے متاثر ہوتا ہے یا ڈر سے۔ ہر شخص کا خصوصاً کمزور ذہن والے کا لاشعور ڈر سے فوراً متاثر ہو کر ڈر ہی تخلیق کرتا

Marfat.com

ہے۔ لاشعور کی طاقت کیلئے اسے تخلیق کرنا بڑا ہی معمولی کام ہے۔

پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ نا کامی کا خوف ہو تو انسان کبھی اس کام میں پوری محنت نہیں کر پاتا ، ڈر و خوف اس کو ذہنی طور پر بالکل منجمد بھی کر دیتا ہے۔ کاروبار میں نقصان کا خوف ہو تو انسان کاروباری نقصان ضرور اٹھاتا ہے۔

نپولین نے کہا جو شکست سے ڈرتا ہے اسے ضرور شکست ہوگی۔

اسی طرح جو نا کامی سے ڈرتا ہے اسے نا کامی ہوتی ہے۔ جو دل دکھانے یا بے عزتی سے ڈرتا ہے اس کا دل اکثر دکھایا اور اس کی اکثر بے عزتی ہوتی رہتی ہے۔ جو حادثے سے ڈرتا ہے اس کے ساتھ حادثہ پیش آتا ہے جو چوری سے ڈرتا ہے اس کی چوری ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے جو غربت سے ڈرتا ہے اسے غربت ملتی ہے جو نا کامی سے ڈرتا ہے اسے نا کامی ملتی ہے جو بے عزتی سے ڈرتا ہے اسے بے عزتی اور جو مشکلات سے ڈرتا ہے اسے مشکلات ہی ملتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر تقویٰ رکھنے والا انسان صاف ضمیر، ڈر و خوف سے آزاد اور پر سکون ذہن والا ہوتا ہے اسے موت کا کوئی بھی خوف نہیں ہوتا کہ وہ تو اگلی دنیا میں جانے اور وہاں کامیابی کیلئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ بار ہا نفسیات دان کہتے ہیں کہ موت کا خوف ہی بہت سے خوفوں کی بنیاد ہوتا ہے اور جب موت کا خوف ختم ہو جائے تو باقی ہر قسم کے جسمانی، ذہنی اور روحانی خوف اور فوبیاز کو ختم کرنا بالکل آسان ہو جاتا ہے بلکہ اکثر یہ خود بخود ہی بالکل ختم ہو جاتے ہیں۔

دل میں بیٹھے ہوئے خوف کو صرف خود اعتمادی سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح ایک عام اور کامیاب علاج یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ جس چیز سے ڈرتے ہیں اٹھ کر اسی وقت وہ چیز کر لیں اس طرح وہ ڈر ختم ہو جائے گا۔

اسلام نے تو ہر قسم کے ڈر و خوف کا بڑا ہی آسان علاج بتایا ہے کہ ایک اللہ سے (یعنی

Marfat.com

اپنے غلط اعمال کی دنیا و آخرت میں سزا سے) ڈرو (تقویٰ رکھو) باقی سب ڈر چھوڑ دو۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

(اقبالؔ)

قرآن پاک میں اس بارے میں لکھا ہے "جو اللہ پر تقویٰ کرے اللہ اس کو ہر مشکل سے نکالے اور ایسے ذریعے سے روزی دے جو اس کے گماں میں بھی نہ ہو"

(سورۃ الطلاق آیت 2,3)

تقویٰ کے راستے پر پختہ یقین رکھنا آپ کے رزق کو بیسیوں گنا بڑھا دیتا ہے۔ اپنے رزق حلال پر یقین رکھنا بھی رزق میں بہت زیادہ برکت کا سبب ہوتا ہے۔ یہی یقین آپ کی اولاد کو بھی ہر ناکامی، ہر خطرے سے بچائے گا۔ اپنے خوش قسمت ہونے کا یقین ہر قدم پر خوش قسمت بنائے گا اور ہر بد قسمتی سے بچاتا چلا جائے گا۔

اپنے سیدھے راستے (تقویٰ کے راستے) کا یقین آپ میں وہ ہمت پیدا کر دے گا کہ آپ کیلئے دنیا کی بڑی سے بڑی دنیاوی یا روحانی کامیابی ممکن ہو گی۔ دراصل آپ میں جتنی ہمت ہوتی ہے روحانیت میں بھی آپ اتنی ہی ترقی کرتے ہیں۔ آپ اتنے ہی ذہین بن جاتے ہیں جتنی آپ میں ہمت ہو گی۔ گو اس کیلئے آپ کو اپنے منتخب کردہ شعبہ زندگی میں دوسرے کامیاب لوگوں کی طرح سخت محنت کرنی پڑے گی۔

اسی وجہ سے اسلام کے روحانی نظام میں ہر طرح کے ڈر و خوف سے بچنے کے لئے نفس امارہ (انا) کو چھوڑنے سے ہی روحانی سفر کی ابتدا کی جاتی ہے۔ نفس کو چھوڑنے کے بعد ہر قسم کا ڈر و خوف بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ یہی روحانیت کا سب سے اہم مگر سب سے مشکل سبق ہوتا ہے۔

Marfat.com

کیا انسان حالات کا غلام ہے

مجھے اسلامی روحانیت پر پاکستان اور انڈیا میں چھپنے والی تقریباً تمام اہم کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا اس میں مجھے واضح طور پر محسوس ہوا کہ یقین کامل (فیتھ) پر کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی اس کی وجہ مجھے یہ ملی کہ ہمارے تقریباً تمام کے تمام صوفیاء کرام تقدیر پرست تھے ان میں سے بڑی اکثریت کو تو یہ بھی علم نہیں تھا کہ اللہ کسی کو پیدائشی طور پر برا نہیں بناتا (ہم اپنے لالچوں کی وجہ سے برے بنتے ہیں)۔

اسی ہماری اپنی غلطیوں کی وجہ سے ہمیں روز قیامت اس کی سزا ملے گی۔

پرانے صوفیا کو راضی بر رضا رہنے کے صوفیانہ حکم کی گہرائی سمجھنے کی ضرورت نہ پڑی اور وہ اسی لکیر پر چلتے رہے اور عام مسلمان ہی ان کی دیکھا دیکھی میں برصغیر پاک و ہند میں ہونے والی ہر ظلم وزیادتی کو (چاہے مرہٹوں، سکھوں یا انگریزوں کسی نے بھی کی) تسلیم و رضا اور اور راضی بر رضا قسم کے ناموں سے یاد کرتے رہے۔

جو انسان پیدا ہوا ہے اس نے مرنا ہے چاہے دس سال کا ہو کر مرے یا ایک ہزار سال کا ہو کر، پھر اس نے قیامت کے دن ہر عمل کا جواب دینا ہے یہی تقدیر ہے تقدیر کو یہ سمجھنا کہ

Marfat.com

موت کا وقت پیدائش کے ساتھ ہی مقرر ہو جاتا ہے اسی طرح رزق مقرر ہو جاتا ہے اور خوشی غمی بھی اسی دن لکھ دی جاتی ہے مسلمانوں کو اس منحوس قسم کی تقدیر پرستی میں الجھا کر ان سے ذوق عمل چھین لیا گیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں ''مرد وہ جو تقدیر سے لڑے''۔

علامہ اقبال نے کہا

ہوئی جس کی خودی پہلے آشکار
وہی مہدی وہی آخر زمانی

پھر لکھا ہے

تیرے بحر میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں (خدا)
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں

اسی قسم کی تقدیر پرستی نے ہی ہمارے اس دور جدید کے صوفیاء کو بھی اس لکیر سے نہ ہٹنے دیا۔

اصل میں انسان حالات کا غلام نہیں بلکہ حالات تخلیق کرنے والا ہے۔

Marfat.com

ہمارے شیل (shell) کی طاقت

ہم سب اپنی سوچوں کی مدد سے اپنے آس پاس ایک دائرہ ایک لمٹ بنا لیتے ہیں اور پھر ساری عمر اس سے باہر نہیں آپاتے۔ اس دائرے کی تفصیل سمجھنا آپ کے لئے سخت ضروری ہے اس کی مثال اس طرح ہے ہم میں سے بہت سے لوگ پاکستان کے موجودہ حالات دیکھ کر یہ مان لیتے ہیں کہ ہمیں اپنی روزی کسی حلال طریقے سے کمانا بڑا مشکل ہے اور یہ بڑی بات ہوگی اگر ہم لوگ چالیس پچاس ہزار روپے فی ماہ کسی حلال ذریعہ سے کما سکیں (یا کسی بھی ذریعے سے کما سکیں)

اب کوئی شخص اگر بڑا غور وفکر کر کے یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ پاکستان کے ان حالات میں اپنے گزارے کے پیسے کمانا بڑا مشکل ہے تو اس کا لاشعور یہ روپیہ کمانا اس کے لئے بے حد مشکل کام بنا دیتا ہے۔ کیونکہ آپ کا لاشعور یقین کے اصول پر کام کرتا ہے اور جو کچھ یہ "مان لیتا" ہے یہ وہی کچھ با آسانی تخلیق کر لیتا ہے۔

اب ایک دوسرا شخص سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کرتا ہے کہ پاکستان میں جائز ذریعہ سے آٹھ دس لاکھ روپے مہینہ کمانا مشکل نہیں ہے تو ایسا شخص کچھ ہی عرصہ میں اتنی رقم ہر مہینے کمانے لگ پڑتا ہے۔

ہم سب لوگ اس طرح اپنے آس پاس اپنے تقریباً ہر معاملے میں (مثلاً ذہانت، پاپولیرٹی، خوش قسمتی یا بدقسمتی، ٹیکنیکل سکل، کمیونیکیشن سکل، یادداشت، روحانیت وغیرہ) اپنی

Marfat.com

حدود (شیل) بناتے اور انہیں مضبوط کرتے رہتے ہیں کہ جوں جوں ہمیں اپنے یقین کے لحاظ سے مثبت یا منفی تجربات ہوتے ہیں ہم اسی حساب سے اس شیل کو مزید مضبوط کرتے چلے جاتے ہیں آخر کار یہ شیل ہماری ہر چیز کو کنٹرول کرنے لگ پڑتے ہیں۔

معاشی معاملوں میں جس شخص نے اپنی یہ لمٹ چھوٹی بنالی ہوا سے آپ بڑا نہیں کر سکتے اس شخص کو چاہے آپ سارا سال بڑے بڑے فائدے مند کاروباروں کا پلان بتاتے رہیں وہ آپ کی ایک نہیں سنے گا کیونکہ اس نے اپنا شیل معاشی معاملات میں بڑا چھوٹا بنایا ہوا ہے آپ اس شخص پر جتنی بھی محنت کریں اسے بہتر سے بہتر مشورہ دیں یہ سب ضائع جائے گا ایسے شخص کو کوئی بھی اچھا advisor یا کام کا بندہ نہیں مل پائے گا لیکن اگر یہ شخص اپنی لمٹ (شیل) کو بڑا کرلے تو پھر آپ کا ہر کارآمد مشورہ اس کے لئے فائدہ مند ثابت ہوا کرے گا۔اس شیل (لمٹ) کو بڑا کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ آپ اس مطلوبہ چیز کو بالکل چھوٹے سے پیمانے پر شروع کریں جیسے اگر کوئی پیسے نہ جمع کرسکتا ہوتو اسے چاہیے کہ وہ صرف سو روپیہ روز ہی جوڑ کر علیحدہ رکھنا شروع کردے۔اس طرح وہ ہر ماہ تین ہزار روپیہ بچانا شروع کر دے گا جو کہ بظاہر ایک معمولی رقم لگتی ہے۔مگر پانچ ماہ میں وہ پندرہ ہزار روپیہ بچالے گا۔اس کے بعد یہ ہوگا کہ اس شخص میں اعتماد آجائے گا کہ وہ پیسے بچا سکتا ہے۔اسی اعتماد کی وجہ سے مزید اگلے پانچ ماہ میں پندرہ ہزار نہیں بلکہ بیس، پچیس ہزار روپے بچالے گا۔اور اب اس شخص کا وہ شیل (لمٹ) ٹوٹ چکا ہے۔ہر کام جس میں آپ لمٹ کے شکار ہوں چاہے وہ چیز کاروبار ہو یا کوئی چیز سیکھنا یا کوئی بھی ٹیکنیکل مہارت ہو اسی طرح چھوٹے لیول سے شروع کریں اور انہیں آہستہ آہستہ بڑھاتے جائیں یقین کریں آپ اس طرح ہر ایک شیل (لمٹ) کو توڑ سکتے ہیں۔

پاکستان کے موجودہ حالات میں کمزور معاشی حالات رکھنے والا شخص اگر روحانی ترقی

Marfat.com

کے بعد آسمان پر اڑنا بھی شروع کر دے تو مالی کمزوری کا کمپلیکس اسے واپس زمین پر ہی لے آتا ہے۔ کیونکہ یہاں معاشرے کی 95 فیصد زندگی میں ہر طرح کی کامیابیوں کو مال و دولت کے ترازو میں ہی تولا جاتا ہے۔ اور دوسرے لوگ ایسے شخص کو فیل کر دیتے ہیں۔ ہم سب ایسے ہی لوگوں میں گھرے رہتے ہیں۔ ان سے بچنے کیلئے ایک اچھا مثبت سوچ رکھنے والا، اللہ پر پختہ ایمان رکھنے والا حلقہ احباب ہونا سالک کیلئے بڑا ضروری ہے۔

معاشی معاملوں میں تو ہم یہ شیل بناتے ہیں لیکن روحانی معاملات میں ہم لوگ اس طرح اپنی لمٹ بنا کر خود کو محدود رکھتے ہیں ہماری ہمت اسی وجہ سے ہمارے گاؤں یا شہر میں پائے جانے والے چھوٹے چھوٹے پیروں یا ''مجذوب بابوں'' سے اوپر نہیں جاتی جب ہمت ہی اوپر نہیں جا پاتی تو پھر ہم نے کہاں سے روحانی ترقی کرنی ہے۔

مانا کہ ولایت تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے لیکن روحانیت میں ترقی ہر مسلمان کر سکتا ہے بلکہ کوئی بھی انسان (چاہے کسی مذہب سے ہو یا لا مذہبہ ہو) کر سکتا ہے۔

آپ کے اندر وہی روح موجود ہے جو حضرت ابوالحسن خرقانی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے اندر موجود تھی اور قرآن پاک بھی آپ کے سامنے موجود ہے اور آج کل قرآن پاک کو سمجھنا پہلے کی نسبت زیادہ آسان ہو چکا ہے۔

Marfat.com

اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹیں

پچھلے ماہ مجھے چکوال میں ایک اسلامی اجتماع میں جانے کا اتفاق ہوا وہاں پر پڑھے لکھے اور باشعور لوگوں کی خاصی تعداد موجود تھی ان میں افواج پاکستان کے ریٹائرڈ افسران کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی وہاں پر اس موضوع پر بات ہو رہی ہے کہ عام لوگ ان کے پیغام پر توجہ نہیں دیتے اور نہ ہی کسی خاص دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔

پھر ان میں ایک صاحب بولے کہ ہماری بات پر تو کوئی شخص توجہ نہیں دیتا لیکن دوسری طرف چند ایک تبلیغی جماعت والے آتے ہیں اور چند گھنٹوں میں تین چار لوگوں کو ساتھ لگا کر لے جاتے ہیں۔

اس پر میں نے انہیں رائے دی کہ آپ عام لوگوں کو یہ بتانے میں ناکام رہے ہیں کہ آپ کی کہی ہوئی باتوں کو سننے میں ان کا کوئی فائدہ ہے۔ آپ انہیں کہتے ہیں کہ ہماری بات سن کر آپ جنت میں جائیں گے تو عام بندہ دل میں یہ سوچتا ہے کہ جنت میں جانے کے لئے تو پانچ وقت نمازیں پڑھنا، حلال روزی کمانا اور بچوں کی اچھی طرح پرورش کرنا کافی ہے مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ آپ کی باتیں دو تین گھنٹے سنتا رہا ہوں (جو کہ وہ اکثر پہلے ہی مسجد یا ٹی وی پر سن چکے ہیں)۔

اب لوگوں کا مسئلہ یہ ہے کہ ہر انسان دنیا میں جو کام کرتا ہے وہ یا تو تکلیف سے بچنے

Marfat.com

کے لئے یا خوشی کی تلاش میں ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے سب لوگ اپنے اپنے فائدے کے کاموں کی تلاش میں رہتے ہیں اور ہمارے علماء کرام اپنے واعظوں میں انہیں ان کا فائدے کی چیز بتانے میں ناکام رہے ہیں۔ اگر آپ انہیں بتائیں کہ اسلام پر عمل کرنے سے نہ صرف ان کی اخروی و ابدی زندگی کامیاب ہوگی بلکہ اس دنیا میں بھی وہ اس طرح بھرپور، کامیاب اور خوش باش رہیں گے تو پھر یہ لوگ آپ کی بات غور سے سنیں گے۔ پھر آپ کو یہ سب باتیں ان کی سطح پر (لیول پر) جا کر بتانی چاہئیں کہ اگر سیدھے سادھے انسان کو اونچے لیول کی باتیں بتائی جائیں تو وہ انہیں سمجھ نہیں پاتا اور ان باتوں میں دلچسپی بھی نہیں لیتا۔ اسی طرح اگر آپ کسی ذہین اور باشعور انسان کو سیدھی سادی بات بتائیں تو وہ اس میں کوئی دلچسپی نہیں لے گا اس سے اس کی ذہنی سطح کے حساب سے بات کریں۔ (یہاں پر میں نے اپنی بات ختم کر دی)۔

دوسری طرف ہمارے مبلغ اکثر لوگوں کو زورِ خطابت سے متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس تقریر کا اثر اکثر لوگوں پر ہوتا ہے مگر ایک دو گھنٹے سے زیادہ نہیں رہتا۔ ایک دو گھنٹے کے بعد لوگ واپس اپنی پرانی سطح پر آ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم لوگوں نے اپنی آنکھوں پر ایک عینک لگالی ہوتی ہے یہ عینک اکثر سیاسی و مذہبی معاملات میں ہوتی ہے۔ ہم جس چیز کو پسند کرتے ہیں اپنی آنکھوں کے اوپر اس چیز کی پسندیدگی کی عینک لگا لیتے ہیں اور جس کو ناپسند کرتے ہیں اس پر ناپسندیدگی کی عینک لگی ہوتی ہے ہم ان عینکوں کو مسلسل طاقت دیتے رہتے ہیں یہی عینکیں ہمیں کسی نئی چیز یا سوچ کو قبول کرنے سے روکتی ہیں۔

اسی وجہ سے کسی اچھی سے اچھی تقریر کا اثر بھی ہم پر چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں ہوتا۔

اگر آپ نے کسی ایسے انسان کو تبدیل کرنا ہے اس کا حل ہے کہ آپ اس شخص سے مسلسل ملتے جلتے رہیں اور اپنے اچھے عمل اور برتاؤ کی طاقت سے اس شخص کو اپنی راہ پر لے آئیں۔

Marfat.com

کبھی کبھی ایک ایسی جذباتی چیز یا واقعہ ایسی عینک لگائے انسان کو جھنجھوڑ دیتا ہے اور اسے تبدیل کر دیتا ہے جو کہ اس کو اندر سے ہلا دے مگر اچھے برتاؤ اور اچھے عمل کی طاقت سے آپ ہر شخص کو متاثر کر سکتے ہیں۔

پھر ہر وعظ کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے بتائے ہوئے پیغام پر خود عمل کرے اس کی سچائی کو دل سے مانتا ہو پھر ایسے شخص کی بات دل سے نکلتی ہے اور دل تک جاتی ہے اور ہر شخص کو متاثر کرتی ہے۔

اگر غیر مسلم لوگوں کو اسلام کا پیغام دیا جائے تو اگر وہ اس کی سچائی کو مانتے بھی ہوں تو ان کے لئے پھر بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑیں تو انہیں اپنے یار دوست، اپنے بہن بھائی حتی کہ ماں باپ تک چھوڑنے پڑ جاتے ہیں اس کی مثال کے لئے میں عرض کرتا ہوں کہ ایک ہندو اگر مسلمان ہونا چاہتا ہے تو اسے مسلمان ہونے کی صورت میں اپنے یار دوست، بہن بھائی ماں باپ تک کو چھوڑنا پڑے گا اور یہ ایک بہت بڑی قیمت ہوتی ہے لیکن جو شخص خدا پرست ہوتا ہے وہ یہ سب کچھ کر دیتا ہے لیکن دنیا میں زیادہ لوگ خود پرست ہوتے ہیں وہ یہ قربانی دینے پر تیار نہیں ہوتے اور اپنی ہی اندھیری راہوں میں چلتے چلے جاتے ہیں۔

میں نے مثال تو ہنود کی دی ہے مگر مسلمانوں کے اقلیتی فرقوں میں یہی چیز لوگوں کو صحیح پیغام کی طرف آنے سے روکتی ہے۔

Marfat.com

روحانیت میں احتیاط کریں

روحانیت کے سفر میں ایک چیز بڑی ضروری ہوتی ہے وہ یہ آپ اپنی روحانی ترقی کو لوگوں سے چھپا کر رکھیں۔

اس کی مثال میں اپنا ایک ذاتی واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) کے مشہور بازار نیون ڈائیک میں میری دوکانیں ہیں پڑوس میں ہی ایک مراکش کے مسلمان محمد کی مہنگے (برانڈڈ) سیکنڈ ہینڈ کپڑوں کی دوکان تھی آتے جاتے میں اکثر محمد سے گپ شپ لگانے رک جایا کرتا تھا میں نے یہ محسوس کیا کہ جب بھی میں اس دوکان میں جاتا ہوں تو وہاں بہت سے گاہک آجایا کرتے ہیں جب کہ عام طور پر وہاں ایک ادھ گاہک ہی ہوا کرتا تھا اور میری موجودگی کی وجہ سے وہاں کم از کم آٹھ دس گاہک آجایا کرتے تھے۔ یہ کوئی 2007 کی بات ہوگی۔ پھر ایک دن میں نے محمد سے اس بات کا ذکر کیا کہ میں جب بھی یہاں آتا ہوں اس دوکان میں بہت سے گاہک آجایا کرتے ہیں۔

یہ سن کر محمد سوچنے لگ پڑا پھر کہنے لگا ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں صبح سے خالی بیٹھا ہوا تھا تمہارے آتے ہی یہ گاہک بھی آگئے ہیں اور پرسوں بھی تم جب آئے تھے تو اسی طرح دوکان گاہکوں سے بھر گئی تھی تمہاری بات بالکل ٹھیک ہے''

اس سے پہلے محمد کو یہ علم تھا کہ میں بیماروں کا روحانی علاج اور دست شناسی وغیرہ

Marfat.com

کرتا ہوں۔

مگر میرے اس بتانے کے بعد ایک دلچسپ واقعہ ہوا محمد نے آتے جاتے مجھے اپنی دوکان میں بلانا شروع کر دیا اگلی بار جب میں اس کے بلانے پر دوکان میں گیا تو دوکان میں حسب سابق کافی گاہک آ گئے مگر ساتھ میرے ذہن میں یہ ڈر بھی آ گیا کہ اگر گاہک نہ آئے تو مجھے شرمندگی ہو گی۔ اس کے دو دن کے بعد محمد نے پھر مجھے بلایا تو اس دن اس کی دوکان میں پہلے کی نسبت کوئی آدھے گاہک آئے اور اس سے اگلی دفعہ جب اس نے مجھے بلایا تو دوکان میں کوئی گاہک نہ آیا۔

اس واقعہ سے مجھے یہ سبق ملا کہ ایسی باتیں لوگوں کو نہیں بتانی چاہیے ورنہ اثر ختم ہو جایا کرتا ہے

اس واقعہ کے ایک ماہ بعد میں لندن کے علاقے leyton میں ایک پاکستانی کی دوکان پر گیا وہاں پر عشرت نام کا اسلام آباد کا ایک نوجوان ملا میری بیوی کا بھائی سرفراز بھی میرے ساتھ تھا میری عشرت کے ساتھ پہلے سلام دعا ہو چکی تھی وہاں پر اس سے گپ شپ شروع ہو گیا اس دوکان میں عام طور پر اکا دکا گاہک ہی آیا کرتے تھے مگر میرے وہاں کھڑا ہونے کے دس منٹ کے اندر ہی سات آٹھ گاہک آ کر کچھ نہ کچھ سودا لے گئے۔ عشرت سے بات چیت بھی روحانیت اور مثبت سوچ پر ہو رہی تھی۔

اچانک عشرت کہنے لگا ''میں صبح سے فارغ بیٹھا تھا آپ کے آتے ہی یہ سارے گاہک شروع ہو گئے یہ آپ کی لہروں کا اثر ہے''۔

یہ سنتے ہی میں نے ڈر کر کہا ''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے یہ سارا صرف آپ کا خیال ہے''

میرے یہ کہنے کی وجہ میں نے آپ کو اوپر محمد کے واقعہ میں بتا دی ہے میرے جیسے بے وقوف اسی طرح اپنی غلطیوں سے سیکھتے ہیں۔

Marfat.com

خود کلامی

ہم سب لوگ سوچوں میں سارا دن خود سے بات چیت کرتے رہتے ہیں اور اس بات چیت میں ہمیں احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ہم خود سے کمزور طریقے اور لہجے میں بات چیت کرتے ہیں تو ہماری شخصیت بھی کمزور اور ڈھیلی ڈھالی ہوتی چلی جائے گی اور اگر ہم خود سے خود اعتمادی اور طاقتور لفظوں میں بات چیت کریں تو پھر ہماری شخصیت بھی خود اعتماد اور طاقتور ہوتی چلی جائے گی۔

ہم خود کو اس الفاظ کی طاقت کے ساتھ ہپناٹائز کرتے رہتے ہیں اس گفتگو میں خصوصاً روحانیت کے موضوع میں خود کو "لازمی طور پر طاقتور" لفظوں کی خوراک دیں۔

کچھ عرصہ اسی طرح خود سے طاقتور اور خود اعتماد لفظوں میں بات چیت کریں اور کمزور لفظوں میں خود سے باتیں کرنا اور خود کو مخاطب کرنا آہستہ آہستہ بالکل ختم کر دیں۔ تو پھر آپ کی اندرونی شخصیت بھی بڑی طاقتور اور خود اعتماد ہو جاتی ہے۔

پھر آہستہ آہستہ یہ آپ کی خود کار عادت کا حصہ بن جاتی ہے۔

جوش و خروش دینے والی شاعری (خصوصاً) علامہ اقبال کی میں نے بڑی مددگار دیکھی ہے۔

ترے بحر میں طوفاں کیوں نہیں ہے خودی تری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوہء تقدیر یزداں تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

اقبالؔ

Marfat.com

درود شریف

درود شریف پڑھنا ایک ایسی عبادت ہے جس کی کوئی لمٹ نہیں باقی جو ورد آپ کرتے ہیں وہ ایک حد کے بعد آپ کو نقصان دے سکتا ہے اور اکثر دیتا ہے مگر درود شریف میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ یہ آپ کی باقی سب پڑھائی (ورد و اذکار) کو آپس میں جوڑتا اور آپ کے جسم میں سٹور کرتا ہے۔

اس کی مثال ایسے ہے کہ اگر آپ کوئی بھی ورد و اذکار گھنٹہ بھر کے قریب کرتے ہیں تو اس کے خاتمے کے پندرہ بیس منٹ تک آپ خود کو بڑا انرجی میں محسوس کرتے ہیں مگر اس کے بعد آپ کی کیفیت وہی پرانی ہو جائے گی لیکن درود شریف اس سب ورد و اذکار کو آپ کے جسم میں بٹھا دیتا ہے اور آپ کئی گھنٹوں تک خود کو بڑی توانائی میں محسوس کرتے ہیں اس حالت میں کشف اور دوسری روحانی صلاحتیں بھی بڑے بہتر طریقے سے کام کرتی ہیں۔

نماز میں فرائض کے بعد سنتوں اور نفل وغیرہ کا پڑھنا بھی یہی کام کیا کرتا ہے۔

جمعہ کے دن خصوصاً زیادہ درود شریف پڑھنا چاہیے اگر کسی کے پاس وقت ہو تو کم از کم پانچ سو بار درودِ ابراہیمی پڑھنا چاہیے۔

Marfat.com

فضول چیزیں سیکھنے سے بچیں

مجھے لاہور میں ایک دن میرے دوست مظفر صاحب مجھے ایک اٹھارہ گریڈ کے آفیسر سے ملانے کے لئے لے گئے مظفر صاحب نے ان کی میرے سامنے اتنی تعریف کی کہ وہ بیان سے باہر ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ وہ صاحب علم کا سمندر ہیں ان کی وحدت الوجود، وحدت الشعود، عالم مثال اور اس قسم کی دوسری چیزوں پر بڑی گہری معلومات اور گرفت ہے۔

میں یہ سن کر بڑے شوق سے ان صاحب کو ملنے کیلئے گیا ان صاحب نے لاہوت، ہاہوت، جبروت قسم کی اصطلاحات میں بڑی رفتار سے بات چیت شروع کر دی کچھ دیر کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ یہ باتیں میرے دائیں بائیں اوپر نیچے سے بڑی رفتار پر گزر رہی ہیں اور مجھے کچھ پلے نہیں پڑ رہا۔

آخر دس منٹ کے بعد میں نے ''ہمت کر کے'' ان کی باتوں میں کچھ دخل دیا اور کہا کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا مطلب یہ اور یہ ہے ان سب باتوں کو میں نے تین چار جملوں میں بیان کر دیا۔ انہوں نے اس کا جواب ہلکی سی ہاں میں دیا۔

اس کے بعد وہ صاحب اسی قسم کی باتوں پھر وحدت الوجود اور وحدت الشعود پر شروع

Marfat.com

ہو گئے ان کی رفتار تیز ہوتی چلی گئی میرے خاموش رہنے کو شاید ان صاحب نے میری کم علمی سمجھا (جو شاید بہت حد تک ٹھیک بھی تھا) مگر کوئی دس منٹ کے بعد پھر مجھے تھوڑی دیر کے لئے دخل دینا پڑا اور میں نے ان کی بقایا ساری بات تین چار جملوں میں سمیٹ دی کہ آپ کا مطلب یہ ہے اور یہ ہے۔

اس پر وہ صاحب بولے "ہاں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں"۔ اس کے بعد پھر انہوں نے اپنی باتوں کو ٹاپ گیئر لگا دیا۔

میرا ایک طالب علم نعمان میرے ساتھ تھا وہ میری حالت دیکھ کر مسکرا رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ اچھے پھنسے ہو۔ (یہ بات اس نے بعد میں مجھے بتائی بھی)

خیر کوئی پونے گھنٹے کے لیکچر کے بعد میں نے وہاں سے راہ فرار اختیار کی اور میرے دوست مظفر صاحب مجھے کہنے لگے "دیکھا کیسا علم ہے"؟

میں نے ان کی بات سن کر اپنا سر پکڑ لیا اور مظفر صاحب کو کہا "ان باتوں کا نہ تو کوئی سر تھا اور نہ پاؤں۔ میری یہ بات غور سے سنیں اور پلے باندھ لیں۔ جس کام میں آپ کا کوئی دنیاوی فائدہ نہ ہو اور آخرت کا فائدہ بھی نہ ہو اور آپ کے معاشرے کا کوئی فائدہ نہ بھی ہو اس کے قریب نہ پھٹکیں۔ وقت ضائع کرنے کی اس قسم کی بے شمار باتیں اور علوم دنیا میں موجود ہیں"۔

روحانیت میں ایک پہلا سبق یہ ہے کہ فضول دماغ مت لڑاؤ۔

Marfat.com

فیتھ (یقین کامل) کا جادو

میری ایک دن چند صوفی دوستوں سے روحانیت کے موضوع پر بات چیت ہو رہی تھی ان کا کہنا تھا کہ چشتی قادری سہروردی اور نقشبندی سب سلاسل اپنی اپنی جگہ پر ہوتے ہیں مگر ان سے بڑے وہ روحانی لوگ ہوتے ہیں جن پر کسی بڑی درگاہ والے جیسے سلطان باہو یا فرید شکر گنج کی نظر ہو (دوسرے لفظوں میں وہ بزرگ انہیں خواب میں ہدایت وغیرہ دیتے ہوں)۔

پھر ان سے بڑے اور زیادہ طاقتور وہ لوگ ہوتے ہیں جن پر حضرت خضر کی نظر ہو۔

اور ان سے بھی بڑے وہ روحانی لوگ ہیں جنہیں ہم اویسی کہتے ہیں یعنی جن کو رسول پاک ﷺ خود ہدایت دیں۔

میری اپنی رائے میں اللہ پر مضبوط پختہ یقین (فیتھ اور توکل الی اللہ) رکھنے والے اسی آخری صف (catagory) میں آتے ہیں

مجھے اپنی زندگی میں کچھ ایسے واقعات سننے اور دیکھنے کا اتفاق ہوا جو کہ اسی قسم کے لوگوں کے تھے ۔

میرے نانا کے بھائی (جنہوں نے میری امی اور خالہ کو بچپن میں یتیم ہونے کے بعد پالا تھا) بچپن میں معذور تھے اور کوئی چار سال کا ہونے کے بعد بھی نہیں چلتے تھے ان دنوں چکوال میں ایک بزرگ آئے تو ان کی والدہ انہیں لے کر ان بزرگ کے پاس گئیں اور انہیں کہنے لگیں ”میں بیوہ عورت ہوں اور یہ میرا بیٹا معذور ہے میں اس کی پرورش کیسے کروں تم ہی اسے رکھ لو میں اسے لے کر کہاں جاؤں“؟

اس پر وہاں کے لوگ بتاتے ہیں کہ رات کو وہ بزرگ اونچا اونچا خدا سے گلہ کر رہے

Marfat.com

تھے"۔ تم اسے ٹھیک کیوں نہیں کرتے اسے ٹھیک کرو" اسے ٹھیک کرو"

میرے نانا دو تین دن کے بعد خود اٹھ کر چلنے لگ پڑے۔

اس طرح میرے ایک دوست کرنل صاحب (جن کا نام میں خفیہ رکھنا چاہتا ہوں اور وہ آج کل بڑے عہدے پر ہیں) مجھے بتانے لگے "میرا ایک کام پھنس گیا تھا پاکستان میں بڑے بڑے بزرگوں کے پاس گیا مگر میرا کام نہ ہوا آخر کار مجھے ایک فوج کے حوالدار کے پاس جانے کا اتفاق ہوا تو وہ حوالدار صاحب کہنے لگے آپ کا یہ کام ہو جائے گا اگر کام نہ ہو تو اللہ پر گوڈا (گھٹنا) رکھ کر بھی کام کرالیں گے۔ کرنل صاحب کہتے ہیں میں ان کی بات سن کر حیران رہ گیا مگر میرا کام دوسرے دن ہو گیا"۔

بات یہ ہے کہ اللہ پر کس کا زور چلتا ہے اللہ چاہے تو سارے انسانوں کو ایک لمحے کے اندر نیست و نابود کر دے مگر ایسے دیوانے بھی ہوتے ہیں جن کا اللہ پر دعویٰ (داعیہ) ہوتا ہے اسی رنگ میں علامہ اقبالؒ لکھتے ہیں روز محشر بھی چین سے نہ بیٹھے گا جنوں میرا یا اپنا گریبان چاک یا دامن یزداں چاک

اللہ پر پختہ یقین رکھنے والے اسی رستے پر ہوا کرتے ہیں۔ (بہر حال اس قسم کے دعوؤں میں محتاط رہیں کہ کہیں شیطان تو آپ کو کسی غلط طرف تو نہیں لے جا رہا)۔

روحانیت میں مصروف مسلمانوں کو چاہیے کہ کسی ایک صحیح چیز پر پختہ یقین کر کے اس پر مستقل مزاجی سے عمل کریں۔ اس میں کامیابی یقینی ہو گی۔ اس میں اللہ پر یقین اور اپنے اللہ کے نائب اشرف المخلوقات ہونے پر یقین (اللہ کی سب صلاحیتوں کا حامل ہونے پر یقین) اور پھر اپنے سیدھے راستے پر یقین ہونا چاہیے۔ اللہ اور اس کے پیغام کو دل سے مانیں اور قرآنِ پاک پر پختہ یقین کر کے اور اس کو پیر مان کر چل پڑیں۔ اس پر استقامت رکھیں۔ ہر قسم کا دنیاوی لالچ اور ڈر و خوف چھوڑ دیں۔ انشاء اللہ اس کے بعد روحانیت میں آپکی ہر قسم کی رہنمائی ہو گی۔

Marfat.com

اندر کی دنیا، ونر، لوزر وغیرہ

آپ کے اندر ایک پورا جہان موجود ہے۔ آپ اپنے اندر جھانکیں آپ کا نصیب (خوش قسمتی یا بد قسمتی) آپ کے اندر سے ہی آتی ہے۔ منفی سوچ کو اپنا لیں اور اُمید چھوڑ دیں تو آپ کو بد قسمتی سے اللہ ہی بچائے تو بچائے اور کوئی نہیں بچا سکتا۔

اور مثبت سوچ اور پر امیدی کو اپنا لیں تو پھر آپ کی خوش نصیبی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

جب کوئی بندہ اندر سے تبدیل ہو جاتا ہے تو پھر باہر کی ہر چیز بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ جب کوئی بندہ اندر سے تبدیل ہو کر مثبت اور کھرا بن جاتا ہے تو اس وقت اس کے حالات بھی تبدیل ہو جاتے ہیں اور آس پاس لوگوں اور ماتحتوں کا سرکل بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بہتر اور کامیاب لوگوں کا بن جاتا ہے اور وہ شخص بڑی تیزی سے روشن اور کامیاب مستقبل کی طرف چل پڑتا ہے۔

وہ اس میں ضروری چیزوں کو سمجھ کر ان میں صحیح طریقے سے محنت بھی کرتا ہے اور بڑی مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہوتا ہے۔

اپنے اندر کی تبدیلی کو محسوس کر کے اپنے آپ کو بہتر سرکل میں لے جائیں اور کامیابی پر پختہ یقین (فیتھ) رکھیں۔

خود میں کوئی تبدیلی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ مانیں کہ سب تبدیلی اندر

Marfat.com

سے ہی آتی ہے اور جب آپ اندر سے صحیح ہو جائیں گے تو باہر سب کچھ صحیح ہو جائے گا۔ اس کے بعد باہر کی ساری دُنیا بھی تبدیل اور بہت بہتر ہو جائے گی۔

"دنیا کو تبدیل کرنا بے حد مشکل اور صبر آزما کام (بلکہ ناممکن) ہے مگر خود کو اندر سے تبدیل کریں تو باہر ساری دنیا تبدیل ہو جاتی ہے"۔

ایک سیاح ساری دنیا پھرتا رہا۔ پھر وہ ایک دن اپنے ہی ملک میں ایک صوفی سے ملا وہ اس صوفی کو اپنی دنیا کی سیر کی کہانیاں سنا رہا تھا۔ یہ سب کچھ سن کر صوفی نے پوچھا "تم کبھی اپنے اندر بھی گئے ہو؟"

سیاح نے جواب دیا "نہیں"

تو اس پر صوفی بولا، "تم نے تو بہت ہی کم دیکھا ہے، تم نے تو ابھی صرف ایک ہی دنیا دیکھی ہے اور وہ بھی آدھی دیکھی ہے۔ تمہارے اندر تو کئی دنیائیں ہیں، ان کی تم نے کوئی سیر نہیں کی۔ وہ سیر نہ ختم ہونے والی اور بیحد دلچسپ اور پراز اسرار ہوتی ہیں۔ اُسے بھی دیکھو"

اسی طرح بابا بلھے شاہ کا شعر ہے،

"پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویوں۔ آپنڑے آپ نوں پڑھیا ای نیں
بھج بھج وڑنا ایں مندر مسیتے ۔ من آپنڑے وچ وڑیا ای نیں
اُنج تے روز شیطان نال لڑنا ایں۔ نفس آپنڑے نال لڑیا ای نیں
روز آسمانوں اڈدے پھڑیں ۔ چڑا گھر بیٹھا اونوں پھڑیا ای نیں"

ترجمہ:۔ تم کتابیں پڑھ پڑھ کر بڑے عالم بن بیٹھے ہو۔ مگر تم نے اپنے اندر کو پڑھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ تم بھاگ بھاگ کر مندر اور مسجد میں جا پہنچتے ہو لیکن کبھی اپنے دل (اندرونی دنیا) میں نہیں گئے۔ اس کو نہیں پڑھا۔ تم ہر روز شیطان کے ساتھ لڑ رہے ہو لیکن کبھی اپنے نفس کے ساتھ لڑنے کی کوشش نہیں کی (جو سب سے بڑا شیطان ہے) تم ہر روز زمین سے آسمانوں کے درمیان اڑنے والے شیطان کو پکڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔ جو

Marfat.com

شیطان گھر میں بیٹھا ہے اس کو نہیں پکڑ تے ہو۔

اسی طرح سائنسدانوں اور مغرب والوں کے بارے میں علامہ اقبالؒ کہتے ہیں۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا۔ اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا۔

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسے۔ کہ فیصلۂ نفع وضرر کر نہ سکا۔

جس نے سورج کی شعاؤں کو گرفتار کیا۔ زندگی کی شب و تاریک کی سحر کر نہ سکا۔

انسان اندر سے ہی کائناتی لاشعور (عالمِ مثال۔ COLLECTIVE UNCONCIOUS) سے ٹچ ہوتا ہے۔ وہاں پر ہر ایک چیز جو آجکل سوچی جا چکی ہے یا سوچی جا رہی ہے اسی جگہ ان سب معلومات کی دنیا ہے اور کئی مغربی فلاسفر تک یہ کہتے ہیں کہ ہر چیز پہلے سوچ کی دنیا میں آتی ہے۔ پھر یہ عملی دنیا میں آتی ہے۔

مشہور جرمن فلاسفر ہیگل بھی اس کے ماننے والوں میں سے تھا۔ مشہور نفسیات دان کارل یونگ نے بھی عالمِ مثال کو مانا ہے۔

صوفی روحانی ترقی کے بعد عالمِ مثال سے کانٹیکٹ کر کے وہاں موجود ہر ایک معلومات سے مستفید ہو سکتا ہے۔ خود مجھے بھی اس سلسلے میں خاصی کامیابی ملی ہے۔

عموماً رات کو خاموشی میں عبادت اور ورد و وظائف کے بعد ہائی انرجی کے وقت علمِ مثال سے تعلق پیدا کرنے کی مشق کی جائے تو اس وقت یہ کام بہتر طریقے سے ہوتا ہے۔

انسان کے اندر ہی ایک ونر ہوتا ہے اور انسان کے اندر ہی ایک لوزر ہوتا ہے۔ (ونر شخصیت کے مضبوط اور خود اعتماد حصے کو اور لوزر کمزور اور شک و شبے سے بھرے حصے کو کہتے ہیں)۔

لوزر کی کیفیت میں انسان جو بھی کام کرے اس میں زیادہ تر ناکامی ہی ہوتی ہے اور ونر کی کیفیت میں انسان جو بھی کام کرتا ہے اس میں نوے فیصد کامیابی ہوتی ہے۔

ہر اہم کام (کشف وغیرہ بھی) کرتے وقت شروع میں ونر کی سٹیٹ (کیفیت) میں

Marfat.com

کریں اس میں کامیابی کی صورت میں اس شعبۂ زندگی سے متعلقہ خود اعتمادی میں اضافہ ہوتا ہے اسی وجہ سے اگلی بار وہ کام انسان آسانی سے کر لیتا ہے۔ چند ایسی کامیابیوں کے بعد انسان کا اس پر پختہ یقین بیٹھ جاتا ہے۔اور وہ کام اس کیلئے آسان تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

ونر کے پاس ہمیشہ کوئی منصوبہ ہوتا ہے اور لوزر کے پاس عذر۔

ونر ہر مسئلے میں حل دیکھتا ہے اور لوزر ہر حل میں مسئلہ۔

ایک دن میں اپنے ایک قریبی صوفی ساتھی کے ساتھ اس موضوع پر بات کر رہا تھا۔تو وہ کہنے لگا ''جب میں اپنے اندر ڈوبتا ہوں تو اس وقت ایک بڑی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔عجیب سا نشہ اور سرور ہوتا ہے۔اس وقت یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی بیمار کا تصور کروں تو وہ بیمار اکثر اسی وقت صحت یاب ہو جاتا ہے اور کسی کے بارے میں غلط سوچوں یا غصے ہوں تو وہ اسی وقت کسی پرابلم میں پڑ جاتا ہے''۔

اس پر میں نے کہا ''اس موضوع پر منہ بند ہی رکھو تو تمہارے لیے بہتر رہے گا۔خود میں بھی کافی عرصہ ان کیفیات سے گزر چکا ہوں''۔

علامہ اقبالؒ کا ایک شعر ہے:

غلامی میں، کام آتی ہے تدبیریں نہ شمشیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
جلالِ بادشاہی وہ علمِ اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں فقط ایک نقطۂ ایماں کی تفسیریں
ابراہیمی نگاہ پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس (لالچ، ڈر وخوف) سینے میں چھپ چھپ کر بنا لیتی ہے تصویریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

Marfat.com

ہر خواہش و دعا کی قبولیت میں رکاوٹ کیا

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ''میں دعائیں سنتا ہوں بندوں کو چاہیے کہ میرے بتائے ہوئے راستے پر چلیں''

پھر مزید لکھا ہے کہ ''جو خوش بخت ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بنا دیتا ہے۔ اللہ اس کے لئے مشکل سے نجات کا راستہ اور اسے (وہاں سے) روزی دیتا ہے جہاں سے گمان نہیں ہوتا اور جو (خوش نصیب) اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کیلئے کافی ہے بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے۔ سورۃ طلاق 3/4

اگر آپ قرآن پاک کی صرف ان آیتوں پر ہی غور کر کے انہیں سمجھ لیں تو زندگی کی سبھی مشکلات کا حل لکھا ہوا ہے آپ کی مشکلات (چاہے آپ ہوں، بہن بھائی، ماں باپ، بیٹی یا بیٹا یا کوئی رشتے دار یا عزیز اقارب) ان کا چاہے صحت کا مسئلہ ہو یا نفسیاتی، سماجی کچھ بھی ہو۔ سب قسم کی مشکلات کے حل کا بھی بتایا گیا ہے اور روزی جیسے اہم ترین مسئلے کا حل بھی صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔

دراصل پہلے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دل سے (اندر سے) مانو۔ اس میں خود کو دلیلیں دو پھر اس کے راستے پر چلو۔ اس کے راستے پر چلے بغیر وہ کیسے آپ کی سنے گا۔ مشکل سے نجات کا مطلب یہ ہے کہ جو مشکل آپ کو ہوگی اللہ اس کا حل دے گا اور مشکلات تو عام انسان کی روزمرہ زندگی میں آتی رہتی ہیں۔

یہ راستہ نیکی، سچائی اور پیار کا ہے۔ (پیار کے بارے میں یہ واضح کروں کہ یہ لیلیٰ مجنوں والا نہیں بلکہ ماں کا بچوں کے ساتھ کی قسم کا بلا مشروط پیار ہوتا ہے)۔

قرآنِ پاک میں یہ راستہ واضح کیا گیا ہے۔ رسولِ پاک ﷺ کی زندگی اس کا واضح

Marfat.com

اور عملی ثبوت ہے۔

جب قرآنِ پاک میں بتایا گیا ہے تو پھر یہ جھوٹ ہو ہی نہیں سکتی۔ دراصل خرابی ہم میں ہی ہوتی ہے۔ ہم اس کے راستے پر نہیں چلتے۔ یہ راستہ یقین اور اللہ پر توکل کا ہوتا ہے۔ منفی سوچ کے بجائے مثبت سوچ کا ہوتا ہے۔ ہمیں ہر ضرورت اور مشکل کی صورت میں یقین ہونا چاہئے کہ ہم تو اللہ کے حکم کے مطابق چل رہے ہیں اب ہماری مشکلات حل کرنا اللہ کا کام ہے اور اب ہمارے سب کام کرنا بھی اللہ کا کام ہے۔ اور وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا ہے۔

اب ہم میں سے بڑی اکثریت کا مسئلہ ہے کہ ہمارا رزق حرم، ہمارا کردار خراب، ہم بے صبری اور شک وشبے سے بھرے ہوئے۔ ہر منفی عادت ہم میں ہے یہ سب اللہ کے پیغام کے خلاف کی چیزیں ہیں۔

ہم لوگ اپنی منفی سوچوں کی وجہ سے یقین کے اس لیول تک نہیں جا سکتے جہاں ہر ایک دعا قبول ہوتی ہے۔

ہم نے اپنے یقین (فیتھ) کو بھی الٹا بٹھایا ہوتا ہے۔ ہم میں سے بہت بڑی اکثریت کا یقین یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں مشکلیں ہی مشکلیں ہیں۔ کوئی کام آسانی سے نہیں ہوتا۔ کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔

جبکہ صحیح مسلمان (اور سالک) کا یقین یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں (کہ ہر کام میں اللہ کی کوئی بہتری ہوتی ہے)۔ ہر کام با آسانی ہو جاتا ہے۔ ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

سالک اس بات پر پختہ یقین رکھنے کی مسلسل مشق کرتا ہے۔ گو ہو سکتا ہے کہ وہ اس بات پر اور کبھی کبھار شک بھی کرے۔

مگر مضائقہ خیز حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی بہت بڑی اکثریت اپنے الٹے یقین پر

Marfat.com

سالک سے بھی کئی گنا زیادہ مضبوطی سے جمی ہوتی ہے۔ کہ ان کا کوئی کام نہیں ہوتا، کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔'' ان کو اپنے اس الٹے بیٹھے ہوئے یقین پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہوتا۔''

دراصل انسان شروع عمر سے ہی اپنے ذہن کی پروگرامنگ شروع کر دیتا ہے۔ اگر یہ پروگرامنگ مثبت ہو تو اس سے مثبت نتائج ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔ منفی ہو تو منفی نتائج شروع ہو جاتے ہیں۔

عام لوگ جب شروع میں کوئی بظاہر مشکل سے ہونے والے کام کی دعا مانگتے ہیں اور وہ کام اس وقت نہیں ہوتا۔ تو پھر ان کا یہ شک دل میں بیٹھنا شروع ہو جاتا ہے کہ ان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

حالانکہ ہوسکتا ہے کہ وہ دعا کچھ عرصے کے بعد مناسب وقت پر قبول ہو جائے۔ لیکن یہ بے صبرے لوگ اسی وقت اور فوری طور پر نتائج چاہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس وقت دعا کا قبول ہونا ان کے لئے مضر ہو۔

لیکن پھر ایسے لوگ ذہن میں یہ بٹھانا (یعنی الٹا پروگرام) شروع کر دیتے ہیں۔ پھر دوسری دعا کے ساتھ جب ایسا ہوتا ہے تا ان کا الٹا یقین (اور ذہنی پروگرام بھی) بیٹھنے لگ پڑتے ہیں کہ میری کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،'' تم ایک چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لئے اچھی ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بُری ہو۔ تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے''۔ البقرہ 315/316

انسانی ذہن کا ایک عجیب پہلو یہ ہے کہ یہ دائروں میں پھرنا پسند کرتا ہے۔ ایک دن میری لندن میں ایک مستری سے بات ہو رہی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ اگر ہم کوئی مشکل قسم کے سکرو کو لگانا شروع کرتے ہیں تو اگر وہ شروع میں نہ ہو تو جتنا بھی زور لگاؤ وہ نہیں ہو پاتا۔ تجربے کار مکینک و مستری اسے اسوقت چھوڑ دیتے ہیں اور دوسرا کام شروع کر دیتے

Marfat.com

ہیں۔ کچھ وقفے کے بعد وہ اسے پھر ٹرائی کرتے ہیں تو وہ کام ہو جاتا ہے۔

دعا کی مثال بھی اسی طرح ہے کہ اکثر اگر کوئی دعا شروع میں قبول نہ ہو تو جتنا بھی زور لگائیں وہ قبول نہیں ہوتی۔ اس کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ کچھ عرصے کے لئے اس خواہش کو دل سے نکال دیں۔ پھر کچھ عرصے کے بعد ہی وہ چیز یا خواہش حیرت ناک طریقے سے آپ کے سامنے آ جائیگی۔

دراصل انسان کا ذہن اپنی ہر خواہش کو خود بخود ہی کشش کرتا رہتا ہے۔

دعا فیتھ کا پورا استعمال ہوتا ہے کہ یہ کام لازمی ہوگا (کہ اسے کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے)۔

شروع روحانیت میں میرے ساتھ برسوں یہ ہوتا رہا کہ بے شمار خواہشیں خود بخود پوری ہو جاتی تھیں۔ مگر کوئی ایک آدھ پوری نہیں ہوتی تھی۔

لیکن جب بھی اس خواہش سے توجہ دوسری طرف کرتا تھا تو ان نہ پوری ہونے والی خواہشوں کی بڑی اکثریت بھی پوری ہو جاتی تھی (کہ زور لگانا بند تو پھر وہ خواہش خود ہی سامنے آ جاتی تھی)۔

"یہی کلیہ اگر ہر مسلمان استعمال کرے تو اسے با آسانی یہی نتائج ملیں گے۔"

انسان کی فطرت یہ ہے کہ اگر اس کی کوئی خواہش پوری نہ ہو تو اس چیز کی خواہش و طلب بڑھتی چلی جاتی ہے اور جو چیز پاس ہو وہ قدر کھو دیتی ہے اور جو پہنچ سے باہر ہو تو بہت پرکشش ہو جاتی ہے۔ جو نا قبل حصول ہو وہ تو بے حد ہی اٹریکٹو ہو جاتی ہے۔

اس میں جب انسان کو اس کی خواہش کی کوئی چیز نہیں ملتی تو اس کے حاصل کرنے کی خواہش شدید ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ انسانی ذہن کی ایک عجیب کوالٹی ہے کہ وہ ہر خواہش کو با آسانی پورا کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ سوچ مثبت ہو۔

اور جب کوئی خواہش پوری نہ ہو تو انسانی ذہن اس پر ضرورت سے زیادہ زور لگانا

Marfat.com

شروع کر دیتا ہے۔ضرورت سے زیادہ زور کی صورت میں یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوتی۔

دعا کے فوری قبول نہ ہونے کی تین وجوہات اسلامی عالم بیان کرتے ہیں۔

۱) اس میں انسان کا کوئی نقصان ہے۔

۲) ابھی اس کے قبول ہونے کا وقت نہیں آیا (یعنی وہ چیز مناسب وقت پر ہی ملنی چاہیئے ورنہ اس میں برکت نہیں ہوگی)۔

۳) اللہ تعالیٰ نے بہتر کوئی اور چیز انسان کے لئے رکھی ہو (یعنی آپ ایک آم مانگ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے باغ تیار رکھا ہے)۔

جب کسی کی کوئی دعا یا خواہش بڑا عرصہ انتظار کے بعد بھی پوری نہ ہو تو وہ خواہش اسے بہت عزیز لگنے لگ پڑتی ہے اور وہ یہ سوچنے لگ پڑتا ہے کہ اس کی اہم خواہشیں (یعنی یہی شدید خواہش) تو پوری نہیں ہوتی۔چھوٹی موٹی کی تو کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی۔پھر آہستہ آہستہ یہ انسان خود کو بدقسمت سمجھے لگ پڑتا ہے اور جو کچھ انسان سمجھے اور مانے وہ وہی کچھ بن جاتا ہے۔

اس کا لاشعور اسے وہی کچھ بنا دیتا ہے جو وہ خود کو مان لیتا ہے۔دنیا میں بدقسمت لوگوں کی بہت بڑی تعداد اسی طرح بدقسمت بنی ہے۔

آپ کو یہ یقین اپنے اندر بٹھانا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے راستے پر چلنے والے کی ہر دعا سنتا ہے۔پھر آپ جو بھی دعا کریں گے اللہ تعالیٰ اسے قبول کریگا۔یہ ممکن ہے کہ اس میں تھوڑا وقت لگ جائے مگر اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول کرے گا۔اور اللہ تعالیٰ ہی آپکی صحیح ضرورتوں اور انکی افادیت کو سمجھتا ہے۔

اس میں کوئی دعا اگر اسوقت قبول نہ ہو تو اس پر زور نہ لگائیں ورنہ ذہن میں شک بیٹھتا چلا جاتا ہے اور شک کے بعد کوئی دعا بہت کم ہی قبول ہوتی ہے۔

ہم لوگوں میں سے بہت بڑی اکثریت نے ماضی میں اسی طرح کسی ایک دعا پر زور لگا

Marfat.com

لگا کر اپنے ذہن کی پروگرامنگ کی (اور پھر یقین کی بھی) خراب کی ہوتی ہے۔

نئے سرے سے چھوٹی چھوٹی دعاؤں اور خواہشوں سے شروع ہوں اور بڑی کی طرف جائیں۔ (اس کی تفصیلی ترکیب آپ کو میری تیسری کتاب اسرار روحانیت اور کامیاب زندگی میں مل جائے گی)۔

شروع میں جب چھوٹے چھوٹے کام ہوتے ہیں تو یہ انسان کے لئے واضح اور مثبت دلیلیں ہوتی ہیں اور یہ دلیلیں اور واضح ثبوت ہی ہمارے پروگرام اور یقین کی مضبوط بنیاد بنتے ہیں۔

ایک بات یاد رکھیں کہ جب دعاؤں کی قبولیت ہونے لگے تو شروع میں لوگوں کو اس کا بالکل نہ بتائیں ورنہ لوگ عجیب عجیب طریقے سے آپ کا امتحان لیں گے۔ پھر آپ کے ذہن میں ڈر وخوف آجائے گا۔ لوگ آپ سے حسد کریں گے وغیرہ۔

کسی بھی چیز کا دعویٰ کریں تو اس دعویٰ کے پورے نہ ہونے کی صورت میں انسان کو شرمندگی کا ڈر اور پریشر ہوتا ہے اور جو آدمی پریشر میں آجائے اس کے کام رکنے شروع ہو جاتے ہیں۔

دعوی کرنے کے بعد دعا پوری نہ ہونے کی صورت میں شرمندگی کا ڈر، خوف ہوتا ہے، اور ڈر فیتھ کو کھا جاتا ہے۔

ڈر اور شک وشبہ، فیتھ (یقین کامل) کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

یہ مت بھولیں کہ دنیا میں زیادہ بڑے کاموں میں کامیابی کیلئے زیادہ محنت اور زیادہ بڑی روحانی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ محنت تو جسمانی وذہنی کام ہے اور روحانی طاقت آپ ورد و وظائف، نوافل اور قرآنِ پاک کی تلاوت سے بڑھا سکتے ہیں۔ یا کسی بڑے روحانی انسان کی دعائیں لے لیں۔

روحانیت میں ایک اہم ترین چیز یہ چیز سمجھنا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے لکڑی کی

Marfat.com

مانند بنایا ہے جو کہ پانی میں نہیں ڈوب سکتی۔

انسان چاہے جنگل، پہاڑ یا صحرا میں بیٹھا ہوا سے روزی میسر ہو جانی چاہیے (اور ہو بھی جاتی ہے)۔

مگر ہم نے اس لکڑی کے ساتھ کچھ لوہے، سیسے وغیرہ باندھ دیئے ہوتے ہیں، یہ لوہے، سیسے وغیرہ ہمارے گناہ اور منفی سوچیں (گناہ و احساسِ گناہ، رزقِ حرام، بے صبری، جھنجلاہٹ، حسد، کم ہمتی، مثبت سوچ کا نہ ہونا وغیرہ) ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے وہ لکڑی ڈوب جاتی ہے، ان سوچوں کو خود سے دور اور علیحدہ کریں اور مثبت سوچ اور توکل اللہ کو اپنائیں۔ پھر آپ کے تمام کام خود بخود ہی ہوتے چلے جائیں گے۔ اور انشاء اللہ لازمی اور بھرپور طریقے سے پورے ہوں گے۔

مغرب میں پچھلی کئی دہائیوں میں کی گئی ریسرچ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے بڑے لیول پر کوئی کامیابی حاصل کی تھی ان سب میں یہ یقین موجود تھا کہ ان کے ساتھ ہونے والے ہر فعل اور ہر کام میں کوئی نہ کوئی بہتری ہوتی تھی۔

یہی چیز ہمیں اسلام کے روحانی نظام میں ہر حالت میں راضی بہ رضا رہنے کی صورت میں بتائی جاتی ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہم لوگ تو اپنے دین کی باتوں پر عمل نہ کریں اور دوسرے لادین لوگ اس سے مستفید ہوں۔ ہمیں لازمی طور پر اس مشق کو شروع کرنا چاہیے کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بہتری (حکمت) ہے۔ پھر انشاء اللہ ہر ہونے والی چیز ہر واقعے سے آپ مثبت نتائج اخذ کریں گے اور پھر اسی اعتقاد کی وجہ سے آپ کے حالات روز بروز بہتر سے بہتر ہوتے چلے جائیں گے۔

ہم لوگ اپنی اس صلاحیت پر شک وشبہ اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے ساتھ ہونے والی بہت سی چیزیں ناگوار محسوس ہوتی ہیں۔ حالانکہ لازمی نہیں کہ وہ ہمارے لئے بری ہی ہوں۔

Marfat.com

دراصل انسان مقناطیس کی طرح اپنی ضرورت کی تمام چیزوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اسی سلسلے میں وہ اپنی ٹریننگ کے لئے کچھ بظاہر بری لگنے والی چیزوں کو بھی کشش کرتا ہے۔ جیسے کسی سے جھگڑا ہو جانا یا چھوٹے موٹے کاروباری نقصان کا ہو جانا، کسی پسندیدہ چیز کا اس وقت نہ ملنا وغیرہ۔

اس میں انسان یہ سوچنے لگ پڑتا ہے کہ اس میں بھلا میری کیا بھلائی ہو سکتی ہے؟

بات دراصل یہ ہوتی ہے کہ جیسے آپ کا کسی سے جھگڑا ہوا۔ یہ آپ کے لئے وارننگ ہے کہ آپ اس شخص کو خود سے دور کر دیں ورنہ مستقبل میں وہ بڑی پرابلم دے سکتا ہے۔ مستقبل میں اسکے ساتھ کوئی بڑا دنگا فساد بھی ہو سکتا ہے، یا آپ کی لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں کچھ کمی ہے آپ کو اپنی عادت میں کچھ تبدیلیاں کرنی چاہئیں تا کہ مستقبل میں ایسی حرکت ایسا واقعہ نہ ہو۔

اسی طرح آپ کا اگر چھوٹا موٹا مالی نقصان یہ وارننگ دے رہا ہوتا ہے کہ آپ اپنا سسٹم ابھی سے ٹھیک کر لیں اپنے سوراخ بند کر لیں۔ تا کہ بعد میں پوری کشتی ہی نہ ڈوب جائے۔

اسی طرح اگر کوئی چیز آپ کو نہیں ملتی ہے تو اس کے نہ ملنے میں ہی آپ کی کوئی بہتری ہے۔

اسی طرح کسی چیز کا سوچنا اگر آپ کے ذہن میں الجھن پیدا کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس میں کوئی خرابی ہے۔

اس خرابی کو ڈھونڈ کر ابھی سے دور کر دیں۔ ورنہ یہ خرابی بڑی خرابی میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کوئی بھی چیز بے سبب نہیں بنائی۔ وہ آپ کی بھی اسی طرح ٹریننگ کر رہا ہے بس یہ بات ذہن میں پختہ بٹھالیں کہ ہر کام اور ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہوتی ہے اور آپ کے ساتھ ہونے والی ہر چیز ہر واقعہ آپ کے لئے بہتری کا سبب

Marfat.com

ہوتا ہے۔انسان کی زندگی سینکڑوں قسم کے ڈر وخوف اور شکوک وشبہات سے بھری ہوئی ہے۔ایسا سوچنے سے انسان کی بچت ہو جاتی ہے اور وہ اپنی توانائی کو ان سب منفی سوچوں سے بچ کر اپنی کامیابی کی چیزوں میں لگاتا ہے اور اس کی زندگی بھی ہر طرح سے مطمئن اور خوشیوں سے بھرپور گزرتی ہے۔

اگر کسی کو اپنی صلاحیت کا علم نہ ہو وہ اسے استعمال نہیں کر پاتا آپ کو پہلے اپنی اس روح کی صلاحیت کا علم نہ تھا آپ نے اسے استعمال نہ کیا اب آپ اسے با آسانی استعمال کر سکتے ہیں۔

اس مشق کو مزید پر اثر بنانے کے لئے سالک کو چاہیے کہ وہ ہر ایک ناپسندیدہ شخص یا دشمن تک کو معاف کر دے اور "سچی توبہ" کر کے اس راستے پر چل پڑے پھر دیکھے کہ کیسی پرسکون، شاندار اور طاقتور زندگی شروع ہو جاتی ہے۔اس کے بعد اس کے کام بھی خود بخود ہوتے چلے جائیں گے۔

روحانیت میں مصروف ہر شخص کو میری یہ ہدایت ہے کہ وہ تین تا چھ ماہ اس راضی بہ رضا کی مشق کو ضرور کرے۔اس دوران اگر کوئی اہم وضروری معاملہ، کام یا کاروبار راہ میں آجاتا ہے تو اسکی پوری پلاننگ کریں اور خود اعتمادی اور ونر (Winner) کی ذہنی حالت میں اسے کریں۔اگر ہو جائے تو صحیح، ورنہ وہ آپ کے لئے مفید نہیں تھا۔اسکے ساتھ مت چمٹے رہیں۔

منفی سوچ انسان کی تمام انرجی (توانائی) کو کھا جاتی ہے اور مثبت سوچ کبھی نہ ختم ہونے والی انرجی دیتی ہے۔

اسلامی روحانیت کا نچوڑ یہ ہے کہ ہر ورد وعبادت کو بجائے کسی لالچ کے صرف اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے۔پھر اللہ تعالیٰ کو یہ خوب معلوم ہے کہ ہمیں کیا چیز ضرورت ہے۔یہ اس کا کام ہے کہ وہ ہمیں ضرورت کی ہر ایک چیز مہیا کرے۔

ہر حال میں راضی بہ رضا رہنا مثبت سوچ کا نچوڑ بھی ہے۔

Marfat.com

دین کا خلاصہ

یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے اور یہاں پر ہر نیک کام کی جزا ہے اور ہر گناہ کی سزا ہے۔
جو کہ قیامت کے دن تو ملنی ہے ہی۔ پچانوے فیصد دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔
جو اچھائی بھی آپ کسی کے ساتھ کرتے ہیں درحقیقت خود کے ساتھ کرتے ہیں اور جو برائی بھی آپ کسی کے ساتھ کرتے ہیں وہ بھی اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں۔
اللہ کے اس قانون کو توڑنا ناممکن ہے۔
ہم سب کی روحیں سمندر کے پانی کی طرح آپس میں ملی ہوئی ہیں۔
دنیا میں ہر انسان اپنے اپنے اعمال کے مطابق اچھے یا برے حالات میں سے گزر رہا ہے یا گزرتا رہے گا۔ گو مجھے بارہا ایک چیز کا مشاہدہ ہوا ہے کہ کچھ اللہ پر پختہ یقین وتقویٰ رکھنے والے لوگوں کی دعائیں آپ کے ساتھ شامل ہو کر ان حالات کو بڑی جلدی سنوار دیتی ہیں۔ اسی طرح مظلوم کی بددعا بھی ضرور پوری ہوتی ہے۔

اس دنیا میں اچھے اور برے کی جنگ چل رہی ہے۔ جو ازل سے چلی اور ابد تک جائے گی۔ اس میں ہر مسلمان کو اچھے کی مدد کرنے کا حکم ہے۔ یہ جنگ ہر جگہ، ہر ملک، ہر قوم بلکہ ہر قبیلے، ہر گلی، ہر کوچے اور ہر شعبہ زندگی میں لڑی جارہی ہے۔ یہ ہر اس جگہ پر ہو رہی ہے جہاں انسان آباد ہے۔

انسان سے دور فطرت (نیچر) ہے۔ جس میں جانور فطرت کے اصولوں پر پوری طرح عمل کرتے ہیں۔ انسان فطرت کے اصول توڑتا رہتا ہے۔ یہی اس کی ذہنی الجھنوں، پریشانیوں اور بیماریوں کی بہت بڑی وجہ بھی ہے۔

Marfat.com

اسلام کو فطرت کا مذہب (دین) بھی کہا جاتا ہے۔

انسان میں روزِ جزا کا خوف نہ ہو تو ہم دن میں بیسیوں بار اخلاقی جرم کرتے ہیں۔ کسی سے بدتمیزی کرنا، کمزوروں کو دبانا اور طاقتوروں سے ناجائز دبنا اور بداخلاقی کرنا حتیٰ کہ سڑک پر کاغذ پھینکنا بھی اخلاقی جرم ہے۔

خصوصاً اپنے سے کمزور لوگوں (مثلاً بیوی بچوں، ساس، بہو، ماں باپ، کمزور رشتہ داروں وغیرہ) پر ظلم کرنا بہت بڑا گناہ ہوتا ہے۔ ہم میں سے زیادہ تر لوگوں کی ناکامیاں اور بیماریاں اسی وجہ سے ہوتی ہیں۔ مثلاً گاؤں میں اکثر لوگوں نے اپنے کمزور رشتہ داروں کی زمینیں دبائی ہوئی ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے ان ظالموں کی اولاد بھی کوئی ترقی نہیں کر پاتی۔

اسی طرح جو علم پاس موجود ہے اسے دوسروں کو نہ پہنچانا، اور جو فالتو پیسہ پاس موجود ہو اسے یا کم از کم اس کا کچھ حصہ دوسروں کو نہ دینا، اپنا فرض صحیح طریقے سے نہ ادا کرنا اور تنخواہ وصول کیئے جانا، میاں بیوی، بیٹی، بیٹے، ماں باپ کا اپنا فرض صحیح ادا نہ کرنا بھی اخلاقی جرم ہے۔ بظاہر ان چھوٹے چھوٹے جرموں سے بھی ہمارا نُو رکم ہوتا رہتا ہے۔

اس میں کسی حد تک تو ہم دوسرے لوگوں کی تنقید کے خوف سے (پریشر کلچر کے استعمال سے) تو بچتے ہیں۔ مگر درحقیقت اسے خدا خوفی ہی کئی گنا بہتر اور مکمل طریقے سے حل کرتی ہے۔

اس میں انسان پہلے اپنا پولیس والا خود ہوتا ہے اور اس کے بعد دوسروں کا بنتا ہے۔

اسلام ہر طرح کی برائیوں جو کہ اجتماعی معاشرے میں برائی کا سبب بنتی ہیں ان برائیوں کو گناہ کا نام دیا جاتا ہے اور انسان نے روزِ جزا کے دن ان میں سے ایک ایک کا جواب دینا ہے۔

مغرب میں صرف ملکی قوانین پر عمل ہو رہا ہے، وہاں مذہب کے خاتمے کے بعد بے شمار قسم کی اخلاقی برائیاں (مثلاً اوپر بیان شدہ) دن بدن ابھر کر سامنے آتی جا رہی ہیں۔

Marfat.com

اس دنیا میں دین اس لئے آیا کہ انسان کو ابدی سچائیوں سے روشناس کرائے اور ان ابدی سچائیوں اور قوانین کی بنیاد پر معاشرے کے قوانین بنائے جائیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ایسے سچے اور ابدی قانون دیئے ہیں کہ جو شخص ان پر چلے وہ یہاں اور آخرت دونوں میں فلاح پائے گا۔ اور جو قوم ان اصولوں پر چلے وہی دنیا میں سرخرو ہو۔ اور دنیا کی لیڈر بن جائے۔

قرآن پاک کو پڑھیں تو ماضی کی قوموں کے حالات پڑھتے وقت یہ واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ جن قوموں نے بھی اللہ کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کیا وہ خوشحال رہیں اور دنیا میں ترقی اور سرفرازی ان کے ساتھ رہی اور جب انہوں نے ان قوانین کو چھوڑا تو زوال کا شکار ہو کر فنا ہو گئیں۔

آجکل مسلمان اسی وجہ سے زوال کا شکار ہیں کہ وہ ان قوانین پر بہت کم (کوئی 10%) عمل کرتے ہیں اور مغربی قومیں آج اسی لیے کامیاب ہیں کہ وہ ان قوانین پر ہم سے زیادہ (کوئی 25%) عمل کرتی ہیں جس دن ہم 35% پر پہنچ گئے ہم دنیا کے لیڈر بن جائیں گے۔

ایک ایسا آئیڈیل معاشرہ جس میں انصاف اور میرٹ پر ہر کام ہو۔ ہر آدمی کو بنیادی ضروریات میسر ہوں۔ امن وسکون ہو، معاشرتی اونچ نیچ نہ ہو، محنت کا حق ہر ایک کو ملے، طاقتور کمزور کو نہ دبائے نہ اس کا استحصال کرے۔ یہ سب دین کے بنیادی مقاصد میں شامل ہیں۔ اس کے لئے دین میں حقوق العباد آئے ہیں۔ پھر دین کا ایک اہم مقصد اپنے لوگوں کو متحد کرنا اور انہیں ترقی دینا بھی ہے۔

پھر انسان کے اندر مخفی صلاحیتیں، جو کہ سامنے موجود صلاحیتوں سے بیسیوں گنا زیادہ ہیں کو پوری طرح ابھارا جائے۔ اس کے لئے حقوق اللہ آئے ہیں۔

حقوق اللہ میں انسان کی عبادات نہ صرف اس میں موجود اللہ کے نور کو جگاتی ہیں اور

Marfat.com

انسان انسانِ کامل کی طرف سفر شروع کرتا ہے بلکہ ان کا اثر معاشرے پر خیر و برکت کی صورت میں بھی پڑتا ہے۔

ہم لوگوں نے تو اللہ کو ایک ظالم بادشاہ بنا دیا ہے۔ جو کہ جیسے روزانہ شام کو بیٹھ کر حکم دیتا ہے کہ فلاں کا سر قلم کر دو اور فلاں کو دولت دے دو۔ حالانکہ دنیا میں اللہ کے بتائے ہوئے قانون چلتے ہیں اور ان قوانین کا توڑنا خود اللہ کو بھی پسند نہیں ہے۔

اسلام کے قانون اتنے فائدہ مند اور طاقتور ہیں کہ ان پر صحیح معنوں میں عمل کرنے والا انسان دنیا میں ایک شہنشاہ کی طرح ہوتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

لاہور میں ایک دفعہ ایک صوفی بزرگ سکھوں کے ایک گرو (غالباً گرو گوبند سنگھ) کو ملے۔ اس گرو کی دعا سے لوگوں کے کام ہو جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بارش تک ہو جایا کرتی تھی۔ اس مسلمان صوفی نے گرو کو کہا، ''تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟''

اس گرو نے جواب دیا، ''ابھی تو میں صحیح انسان بننے کی کوشش میں ہوں، صحیح مسلمان بننا تو دور کی بات ہے''۔

مشہور صوفی بزرگ حضرت بایزید بسطامیؒ کا ایک یہودی پڑوسی تھا جو حضرت بایزید بسطامیؒ کا بڑا معتقد تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر دنیا میں کوئی صحیح اور سب سے اچھا انسان ہے تو وہ بایزیدؒ ہیں۔ مسلمانوں نے اس سے کہا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے ہو۔

تو وہ کہنے لگا، ''اگر اسلام اس کا نام ہے جو حضرت بایزید بسطامیؒ کا ہے تو یہ میرے بس کی بات نہیں اور اگر اسلام وہ ہے جو تم لوگ کا ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں''۔

میری رائے یہ ہے کہ وہ یہودی اسلام کو بڑا مشکل اور سخت مذہب سمجھ کر یہ بات کر رہا تھا، جبکہ اسلام بڑا آسان اور فطرت کا دین ہے۔

ایک بہت بڑا بنیادی سوال اسلام میں یہ ہے کہ آیا، ''اس دنیاوی زندگی کی زیادہ اہمیت ہے یا اخروی زندگی کی؟''

قرآنِ پاک واضح طور پر بتا رہا ہے کہ وہ اخروی زندگی اس دنیاوی زندگی سے سو گنا

Marfat.com

زیادہ اہم ہے۔ ''لیکن اس دنیاوی زندگی کو بھی اچھی طرح گزارنے کا حکم ہے۔''

وہ قوانین جو ہمیں اُس آخرت کی زندگی میں کامیاب کرتے ہیں اگر انہیں اس دنیا میں بھی صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے تو یہ دنیاوی زندگی بھی جنت نما بن جاتی ہے۔

مگر ہم میں سے ننانوے فیصد مسلمان اس سوال کو محسوس تو کرتے ہیں مگر اس پر گہرا غور وفکر کئے بغیر ہی (بلکہ اس سے آنکھیں موندھ کر) اپنی ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔ جبکہ یہ ایسا بنیادی سوال ہے۔ جس پر ہر مسلمان کو شروع سے ہی غور وفکر کر کے اس کا فیصلہ کر لینا چاہیے۔

ہمارے علمائے کرام ہمارے پیر بلکہ آج کل کے صوفیاء کی بہت بڑی تعداد بھی اپنی اس دنیاوی زندگی کو ہی ٹھیک کرنے میں ہی مصروف ہے۔ یہ لوگ اپنا ہر کام، ہر عمل اسی دنیا میں ''کیش'' کروانے کی فکر میں ہیں۔ جب کوئی بھی شخص اپنے دینی کام کو اسی دنیا میں کیش کرانے کی فکر میں ہوتا ہے تو پھر یہ کام خالص (PURE) نہیں رہتا یہ چیز کاروبار بن جاتی ہے۔ کاروبار میں تو مقابلہ ہوتا ہے، انسان اس فکر میں اپنے داؤ اور علم کو چھپانے کی فکر میں ہوتا ہے۔ اور اسمیں ہر طرح کا مکر فریب اور دھونس دھاندلی چلتی ہے۔

پھر ایسا انسان کس طرح ایک صحیح معنوں میں دوسروں کا دینی رہنما بن سکتا ہے۔ یہ تو کاروباری ہوتا ہے۔ مسلمان دینی رہنماؤں میں ایسے ہی لوگوں کی بہت بڑی اکثریت کا ہونا ہی ہمارے اسلام کے زوال کا سب سے بڑا سبب ہے۔

یہ ایک عام فہم حقیقت ہے کہ دل سے نکلی ہوئی بات دل تک جاتی ہے۔

دل سے بات اسی شخص کی نکلتی ہے جو اپنے اس پیغام کی سچائی کو دل سے مانتا ہو اور جو اپنی بتائی گئی تبلیغ کی باتوں پر خود پوری طرح عمل کرتا ہو۔

ایسا شخص ہی خالص (PURE) ہوتا ہے، اس کی بتائی گئی بات کا ہر شخص پر اثر ہوتا ہے۔ برے سے برے شخص پر بھی اس کی بات کا کچھ دیر کے لئے سہی لیکن اثر ضرور ہوتا ہے۔

Marfat.com

ہمارے مسلمان علماء کی بہت بڑی تعداد یہ طاقت سرے سے ہی کھو چکی ہے اور اپنی ہر چیز، ہر عمل کو اسی دنیا کے کاروبار میں ہی کیش کرانے کی فکر میں ہیں۔

مجھے میرا ایک دوست حدیث پاک سنا رہا تھا کہ قیامت والے دن ایک بڑے عالم دین سے اسکے عملوں کا حساب لیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں بھیجنے کا حکم دیں گے وہ عالم چلائے گا کہ میں نے تو دنیا میں بہت سے اچھے کام کیے ہیں مجھے دوزخ میں کیوں بھیجا جا رہا ہے۔ تو اللہ فرمائے گا کہ تم نے وہ سب عمل اس لئے کئے تھے کہ تمھیں دنیا میں عزت اور شہرت و دولت ملے۔ وہ سب انعام تمھیں دنیا میں ہی مل چکا ہے اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے۔ (قرآن پاک میں بھی انہی لفظوں میں یہی چیز بیان کی گئی ہے۔)

اسلام کے روحانی طریقے (طریقت) میں مصروف لوگوں کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ کم از کم اپنے سب دینی اعمال کو آخرت میں ہی کیش کرائیں۔ اسکے بعد انہیں کسی بھی قسم کا ڈر و خوف نہیں رہے گا۔

ایسا کرنا ان کو بے پناہ اندرونی طاقت دے گا۔ یہ اندرونی طاقت ہی روحانیت کے لمبے سفر میں ہر ایک قدم پر مددگار ہوتی ہے۔

Marfat.com

روحانیت میں انرجی بچانا لازم ہے

ہر باشعور انسان یہ جانتا ہے اور سائنسدان بھی یہ مان چکے ہیں کہ دنیا میں موجود ہر ایک شے انرجی کی ہی ایک فارم ہے۔ اسلام میں اس انرجی کو نوری اور شیطانی دو نام دیئے جاتے ہیں۔

اسلامی روحانیت میں ایک انتہائی اہم سبق یہ ہے کہ آپ نے اپنی انرجی (نور) کو فضول کاموں سے بچا کر صرف روحانی کاموں میں ہی لگانا ہے۔

آپ عبادات سے جو انرجی جمع (جنریٹ) کرتے ہیں آپ کے ہر کام میں یہ ہی انرجی خرچ ہوتی ہے۔

ہر قسم کے دنیاوی کاموں، کاروبار، کھیل کود کے مقابلے، بحث ومباحثہ، کسی نئے کام کے سیکھنے حتیٰ کہ کسی بھی چیز پر زیادہ غور کرنے میں یہ انرجی صرف ہوتی ہے۔

کرکٹ کے پلیئروں کی سنچریاں یاد کرنا یا پاکستانی سیاستدانوں اور پیروں کے شجرے یاد کرنا وقت اور توانائی کا ضیاع ہے۔

کم سے کم انرجی صرف کر کے زیادہ سے زیادہ کام لینا ہی دنیا میں ہر کام میں کامیابی کے اصول میں شامل ہے اور روحانیت میں ترقی کے لئے تو یہ اشد ضروری ہے۔

اسلام بھی اسی لئے ہمیں فضول چیزوں اور باتوں میں دلچسپی لینے سے منع کرتا ہے۔

عشق کی راہ بھی یہ ہی بتاتی ہے کہ انسان باقی سب کام چھوڑ کر ایک ہی مقصد کے پیچھے جنونیوں کی طرح پڑ جائے۔ گو کہ عشق کی راہ بڑی مشکل راہ ہے کہ اس میں باقی سارے کام چھوٹ جاتے ہیں۔ عشق کی راہ میں انسان کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اسے کامیابی ضرور ملے گی

Marfat.com

اور اگر یہی یقین پختہ ہو تو کامیابی یقیناً انسان کے پاؤں چومتی ہے۔

جب مثبت سوچ اور مضبوط یقین رکھنے والا انسان عبادات شروع کرتا ہے تو کچھ عرصے میں ہی اس میں روحانی جسم کے جاگنے کی وجہ سے روحانیت بیدار ہو جاتی ہے اور مزید ترقی کے ساتھ ساتھ یہ مسلسل زیادہ طاقتور ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ شخص کرامات کی طرف چل پڑتا ہے۔

اگر ایسا شخص بڑی ہمت والا ہو اور اس کے دماغ پر دلیل (LOGIC) کا زیادہ غلبہ نہ ہو تو اس سے بڑے لیول کی کرامات بھی شروع ہو جاتی ہیں۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ کرامات کے لئے درکار یہ انرجی اکثر کچھ وقت میں ہی ختم بھی ہو جاتی ہے۔ عموماً یہ وقت ڈیڑھ دو سال ہوا کرتا ہے۔

آخر اس کی وجہ کیا ہوتی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ منفی سوچیں، شک و شبہ اور ڈر و خوف کو اس کا دشمن ہے پھر اس کے غلط استعمال سے بچنا بھی ضروری ہے مگر بے جا استعمال سے بھی یہ انرجی ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً لوگوں میں اس کا اظہار کر کے ان پر رعب ڈالنا وغیرہ ۔ اس طرح ہر ایک شخص علیحدہ علیحدہ آپ سے کرامات دیکھنے کا مطالبہ کرے گا۔

پھر وہ شخص تو آپ کو مان لے گا لیکن اس کا ساتھی نہیں مانے گا۔ وہ علیحدہ سے یہ سب کچھ دیکھنے کا مطالبہ کرے گا۔

اسی طرح اس صلاحیت کا علم ہونے پر کچھ دوسرے اس چیز کے متلاشی آپ کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اس فیلڈ میں حسد دوسرے شعبوں سے زیادہ دیکھا گیا ہے۔ (حسد کی وجہ اس شعبے کے لوگوں میں دنیا کے متلاشی اور لالچی لوگوں کی بہت بڑی اکثریت ہے) حاسد لوگ اس صلاحیت کو چھیننے میں ہر قسم کے اوچھے ہتھکنڈے (حتیٰ کہ جادو تک) بھی استعمال کرتے ہیں۔

اس طرح انسان لوگوں کو متاثر کرنے کی کوششوں کی وجہ سے ایک عجیب سے شیطانی

Marfat.com

چکر میں پھنستا چلا جاتا ہے اور کچھ عرصے میں ہی یہ تمام طاقت ختم ہو جاتی ہے۔

سالک کو اس میں ایک احتیاط اور بھی ضروری رکھنی ہوتی ہے کہ وہ خود کو آس پاس کے لوگوں کے سامنے کبھی روحانی طور پر اپنے سے اوپر کے لیول کا شو نہ کرے۔ (نہ بتانا سب سے بہتر ہوتا ہے) ورنہ وہ خود کو اس بتائے ہوئے لیول پر رکھنے میں خواہ مخواہ سخت محنت کرے گا یہ چیز مستقبل میں اس کی روحانی ترقی کا گلہ ہی گھونٹ دے گی۔ ''یعنی اس معاملے میں شو آف (شیخی مارنا) کبھی نہیں کرنا چاہیے''۔

اگر انسان اس صلاحیت کو عام لوگوں سے بچا کر اس کی طاقت بڑھاتا چلا جائے تو کچھ عرصے میں یہ پختہ (MATURE) ہو جاتی ہے۔ پھر یہ انسان کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ اس سلسلے میں مختلف کارآمد مشقیں بھی ہیں جیسے اس صلاحیت کے دوام کے لئے ہر روز کچھ نوافل وغیرہ پڑھنا یا ہر روز دو نیکیاں (چاہے وہ جتنی بھی چھوٹی ہوں) لازمی کرنا یا جھوٹ بولنے سے ہر حال میں اجتناب کرنا۔ ان میں سے کوئی بھی ایک چیز آپ چن سکتے ہیں۔ مزید بہتر یہ ہوگا کہ اس پر استخارہ کر لیں۔

اس اصول کو سمجھنے کے لئے آپ مجذوبوں کی مثال بھی لے سکتے ہیں۔ مجذوب اپنی انرجی کسی بھی دوسرے کام میں خرچ نہیں کرتا۔ بس چپ چاپ بیٹھا ہی رہتا ہے۔

اگر کوئی تھوڑی سے روحانی انرجی رکھنے والا شخص بھی چند دن خاموش بیٹھا رہے اور اپنی ذہن کو بھی فضول چیزوں میں لڑانے سے بچائے رکھے تو پھر چند ہی دنوں میں اس میں اتنی انرجی (نور) جمع ہو جاتی ہے کہ وہ پھر جو بھی بات کرے گا وہ پوری ہو جائے گی اور جو دعا بھی کرے گا وہ بہت حد تک پوری ہوگی۔ صوفیوں کے سرخیل شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی چالیس دن کا چلہ اس معاملے میں بتایا ہے۔ گو انہوں نے خاموش بیٹھنے کا نہیں بتایا۔

میں مہاتما بدھ کے آٹھ پیغامات کو غور سے دیکھ رہا تھا، مجھے اس میں بھی سب سے زیادہ زور اسی انرجی کو فضول ضائع کرنے سے بچانے پر نظر آیا۔

Marfat.com

آپ کے اندر وہی روح موجود ہے جو حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت ابوالحسن خرقانیؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اندر تھی اور قرآنِ پاک بھی آپ کے سامنے موجود ہے۔ اپنی ہمت کو بڑھائیں، اپنے اندر لگی ہوئی گانٹھوں کو کھولیں پھر اس راستے پر چل پڑیں۔ یہ راستہ اعلیٰ ہمت والوں کا منتظر ہے۔

اسی طرح میں نے اسلام کے تمام بڑے صوفیائے کرام کے پیغامات کو پڑھ کر ان پر غور کیا تو تمام کے تمام پیغامات یا تو اس انرجی (نور) کو جنریٹ کرنے کے تھے یا اسے فضول چیزوں سے (خصوصاً دنیاوی کاموں، لالچ، ڈر و خوف سے) بچا کر اپنے ایک مقصد یعنی روحانی ترقی (اور اللہ تعالیٰ کی رضا) کے حصول میں لگانے ہیں۔

جب مقصد صرف روحانی ترقی ہی ہو تو اس میں بھی لالچ شامل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس سب کام کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش سمجھ کر کرنا چاہئے۔ یا اللہ کا شکر ادا کرنے کیلئے کرنا چاہیے۔ باقی یہ اللہ کا کام ہے کہ وہ آپ کی مطلوبہ اور ضرورت کی بہتر سے بہتر چیز آپ کو دے دے۔

روحانیت تو ہر پختہ یقین رکھنے والا شخص کسی نہ کسی حد تک پا سکتا ہے۔ مگر ولایت دینا اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی صحیح معنوں میں جانتا ہے کہ کون شخص ولی ہے۔ لیکن ایک بات مت بھولیں کہ اللہ ہر قسم کا فیصلہ خود اپنی دنیا میں لاگو قوانین کے تحت کرتا ہے ان قوانین میں میرٹ پر کام ہوتا ہے اگر آپ تقویٰ کی راہ پر پختہ ہیں اور آپ کی نیت صحیح ہے اور آپ باکردار اور ڈر و خوف سے آزاد ہیں تو انشاء اللہ ہر قسم کی روحانی ترقی اور ولایت کا راستہ آپ کیلئے کھلا ہے۔ پس ہمت پختہ، یقین مضبوط اور ایمان کامل رکھیے۔

Marfat.com

شکر گزاری کیوں لازم ہے

اسلام میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

میں نے بھی اس چیز کو بیسیوں دفعہ پڑھا ہوگا لیکن اس چیز کی افادیت کا پتا چلانے میں مجھے برسوں لگ گئے۔

اسلامی روحانیت کے شروع کے دنوں میں جب بھی مجھے شکر گزاری کا خیال آتا تھا تو میں سوچا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری شکر گزاری کی کیا ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کوئی ظالم بادشاہ تو نہیں ہے کہ ہم اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر اور مسکین بن کر اس کا شکر ادا کریں۔

گو اسلام میں سب مشن (SUBMISSION) کا بتایا گیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اسلام ہر قرآنی حکم کو عقل پر پرکھنے کا حکم بھی دیتا ہے۔

برسوں بعد جا کر مجھے جب قناعت کے اصول پتا چلے اور یہ معلوم ہوا کہ قناعت کے بغیر اس دنیا میں سکون ممکن ہی نہیں ہے۔ اس پر مجھے شکر گزاری کی اہمیت کا کچھ اندازہ ہوا۔

قرآنِ پاک میں لکھا ہے۔ ''شیطان نے کہا میں انسان کو ہر طرح سے گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا''۔ 17:7

''اگر تم شکر کرو گے تو ہم تمہیں اور دیں گے اور اگر ناشکری کی تو میرا عذاب بڑا سخت ہے''۔ 7:14

Marfat.com

یہاں پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ شیطان کا سب سے کامیاب ہتھیار اور حربہ ناشکری ہے۔ ناشکری کی وجہ سے ہی ہم دوسروں سے خواہ مخواہ مقابلہ کرتے ہیں جس کے نتیجے میں حسد بھی پیدا ہوتا ہے اور حسد کا نتیجہ بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ حاسد کبھی بھی خوش نہیں رہتا، لاکھوں پاس ہوں تو کروڑوں والوں کو دیکھ کر ناخوش، کروڑوں پاس ہوں تو ارب پتیوں کو دیکھ کر جلنا یہ شیطانی چکر کسی طرح ختم نہیں ہوتا۔ اسی حسد کے نتیجے میں وہ غیبت، بددعاؤں اور کبھی کبھی جادوٹونوں کی شکل میں (خصوصاً عورتیں یہ کرتی ہیں) دوسرے کا نقصان کرنے کے چکر میں لگا رہتا ہے۔ اور مکافاتِ عمل کے نتیجے میں اس کو مسلسل نقصانات ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حاسد کی دنیا بھی خراب اور آخرت بھی خراب ہوتی ہے دنیا میں بھی وہ اس دوسرے شخص سے پیچھے ہی رہتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے ''جو شکر کرتا ہے اپنے فائدے کے لئے کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے اللہ اس سے بے نیاز ہے'' 7:39-12:31-40:27

کہ شکر گزار آدمی اپنے پاس موجود چیزوں پر قانع ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے ذہن میں پاس موجود نہ ہونے والی چیزوں کے بارے میں بے چینی و بے صبری نہیں ہوتی۔

اور جب یہ بے چینی بے صبری نہ ہو تو انسان زیادہ خوش و پرسکون بھی رہتا ہے اور پاس موجود نہ ہونے والی چیزوں کے حاصل نہ ہونے کا ڈر بھی نہیں ہوتا۔ جب یہ ڈر نہ ہو تو وہ چیزیں بھی انسان با آسانی حاصل کر لیتا ہے۔ اگر وہ ایسا چاہے۔

لیکن اس کی صحیح افادیت اور صحیح طریقہ بعد میں معلوم ہوا کہ دراصل شکر گزاری کی چار قسمیں ہیں۔

۱) اس میں لوگ صرف منہ سے شکر ادا کرتے ہیں، جبکہ وہ دل میں حالات کے شاکی ہوتے ہیں۔

۲) اس میں وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں مگر کچھ پاس موجود ہونے والی

Marfat.com

چیزوں کا وہ شکر ادا کرتے ہیں۔ مگر چند ایک یا کم از کم ایک دو چیزوں میں وہ اللہ تعالیٰ سے شاکی اور بے صبرے ہوتے ہیں۔

۳) اس میں وہ ہر قسم کے بے صبری کو ختم کر دیتے ہیں اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جو نعمتیں انہیں ملی ہیں ان پر بھی اور جو نہیں ملی ہیں ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، کہ نہ ملنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بہتری ہے اور مناسب وقت پر اور مناسب راہ سے وہ چیز مستقبل میں انہیں ملے گی۔ بشرطیکہ وہ ان کے لئے بہتر ہوئی تو۔

۴) چوتھی قسم بھی اس تیسری سے ملتی جلتی ہے۔ اس میں بھی وہ سب ملنے یہ نہ ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ مگر وہ اس شکر کو "دل کی گہرائیوں میں محسوس" کرتے ہیں۔ یہ محسوس کرنا شکر گزاری کی سب سے افضل قسم ہے۔

ایسے شکر ادا کرنا ہر قسم کی بے صبری اور بے صبری کی سب سے شدید قسم جھنجلاہٹ کا بھی بڑا آسان علاج ہے۔

"جس روحانی کام میں بھی رکاوٹ ہو چاہے برسوں کی گرہ ہو اسمیں بھی شکر گزاری شروع کر دیں۔ یہ ہر قسم کی گرہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ چاہے یہ قبول دعا ہو، روحانی علاج یا کشف۔"

دل میں اس کیفیت کو محسوس کرنا اور اکثر اوقات کرتے رہنا ہی انسان کے لئے ہر قسم کی خوش قسمتی کا دروازہ کھولتا ہے۔ یہی خوش قسمتی کی کُنجی ہے۔

انسان چاہے جس قسم کے بھی بُرے حالات میں بھی گھرا ہو بظاہر امید کی کوئی کرن بھی نہ نظر آتی ہو۔ اس طریقے سے شکر ادا کرنے سے (اور دل میں اکثر محسوس کرنے میں) چند ہی دنوں میں اس کے حالات بہتری کی طرف چل پڑتے ہیں۔

کوئی شخص کسی بھی قسم کے شیطانی اور منحوس چکر (سحر و جادو وغیرہ) میں پھنسا ہو، اس

Marfat.com

طرح اکثر شکر گزاری کو دل میں محسوس کرنے سے وہ دنوں میں ہی اس چکر سے باہر نکل آتا ہے۔سحر و جادو کا تو یہ ایک بڑا پکا اور ہمیشہ کامیاب رہنے والا علاج ہے۔

بس ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے ہر نہ ہونے والے کام پر بھی دل سے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرے اور اکثر کرتا رہے۔

خدا حافظ: آپ کے لیے دعا گو۔

قمر اقبال صوفی

Marfat.com

روحانی قوت
اور
دانش انسانی

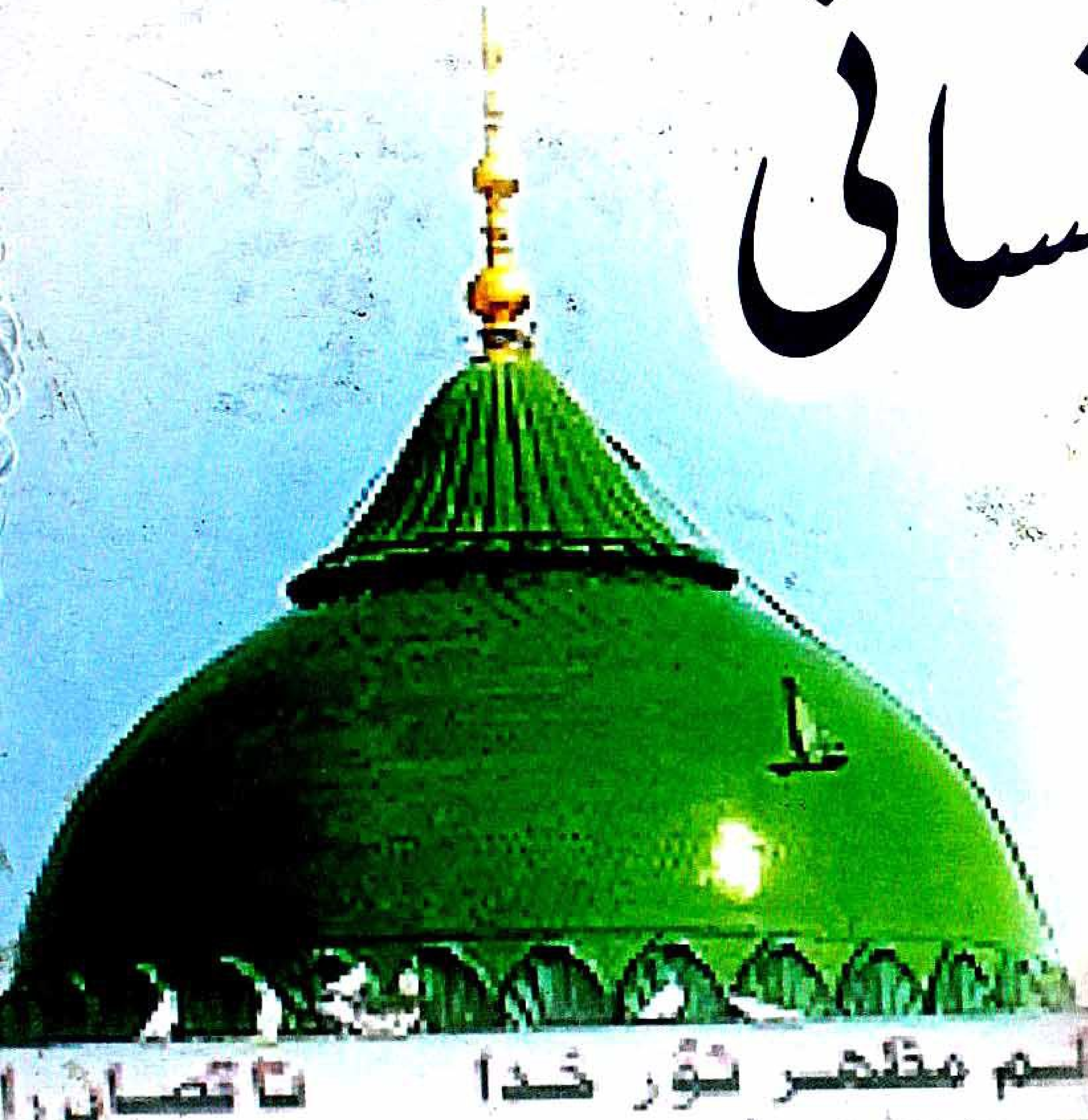

قمر اقبال صوفی (ہالینڈ)

Marfat.com